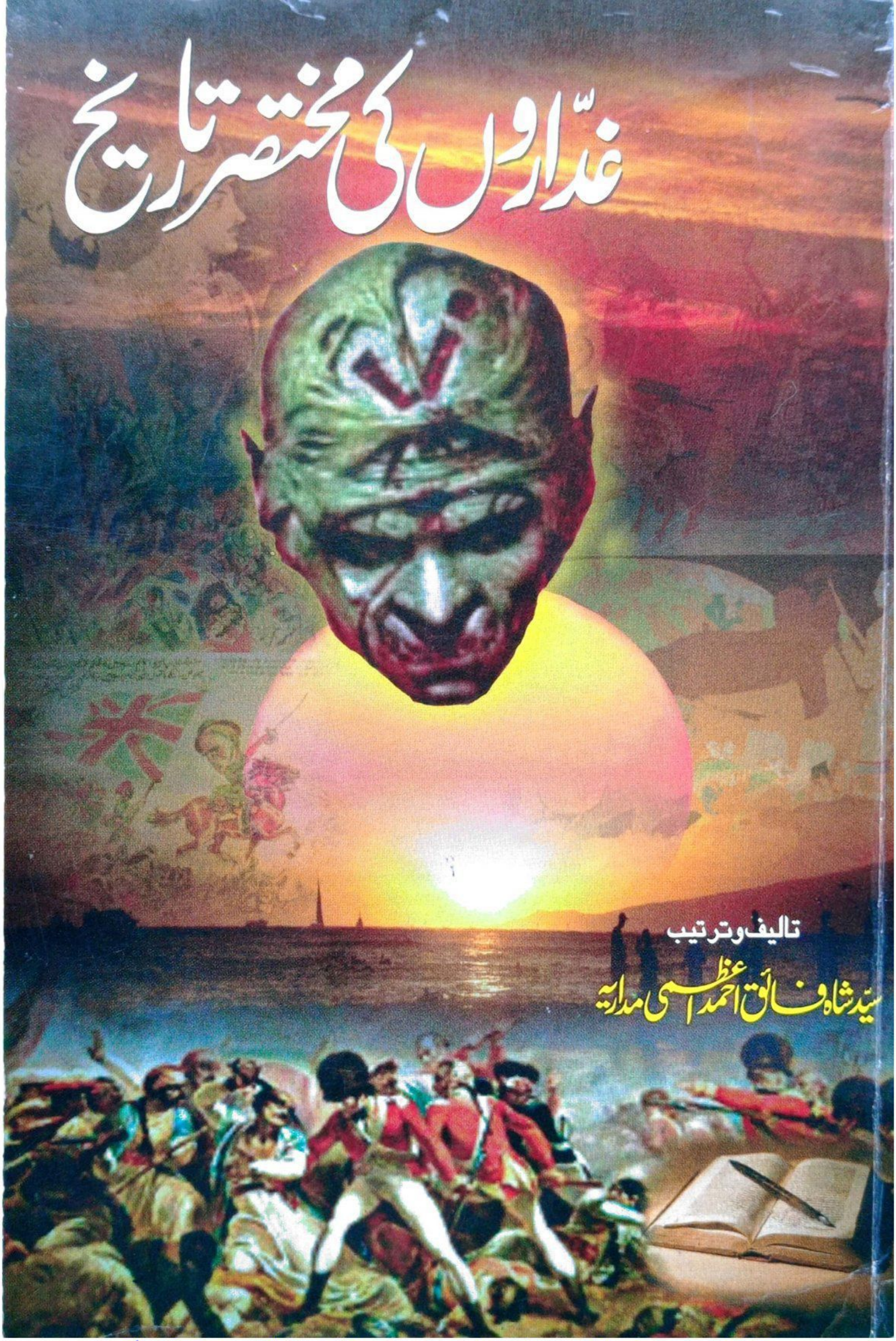

غدّاروں کی مختصر تاریخ

تالیف وترتیب
سید شاہ فائق احمد اعظمی مداریہ

یہ کتاب Www.madaarimedia.Com سے ڈاؤن لوڈ کی گئی ہے

دم مدار
بیڑا پار

MADAARI MEDIA

The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جایئے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

انتساب

میں اس تاریخی تصنیف

"غداروں کی مختصر تاریخ"

کی نسبت ان ہندوستانی مسلمانوں کی طرف منسوب
کرتا ہوں جو ملک کے غداروں کے مقابل
اجتماعیت کے ساتھ مضبوط شیشہ پلائی دیوار
کی طرح ڈٹے رہے۔

مصنف

سید شاہ فائق احمد اعظمی مداریہ

جملہ حقوق محفوظ بحق مصنف و مرتب

تکیہ بر حجت و اعجاز بیاں نیز کنند — کار حق گاہ بہ شمشیر و سناں نیز کنند
گاہ باشد کہ تہ خرقہ زرہ مے پوشند — عاشقاں بندہ حال اند و چنیں نیز کنند

علامہ اقبال

غداری کا پہلا نام میر جعفر ← ۹۶

نام کتاب	:	غداروں کی مختصر تاریخ
تالیف و ترتیب	:	سید شاہ فائق احمد اعظمی مداریہ
سرورق	:	اسلم کرتپوری (کریٹیو گروپ ۹
تاریخ اشاعت	:	اگست 2012ء
تعداد اشاعت	:	1000 (ایک ہزار)
پبلشر	:	شاہین پبلی کیشن (9867371340)
زیر اہتمام	:	سید شاہ فائق احمد اعظمی مداریہ
قیمت	:	200/-
رابطہ	:	سید شاہ فائق احمد اعظمی مداریہ - 9322372862

مدینہ بک اسٹال
مسلم مارکیٹ بھنڈی بازار، مزد ملز بلک نمبر
ممبئی 3 پیر بھائی 09821411494
ابراہیم بھائی 09870441998

اسمائے تعاون کنندگان

میں اپنے تمام تعاون کنندگان کا انتہائی مشکور ہوں جن کے علمی، قلمی، عملی و مالی تعاون نے مجھے حوصلہ بخشا۔
(سید شاہ فائق احمد اعظمی مداریہ)

سید شاہ سابق پرنسپل اسماعیل صاحب	جنتا انٹر کالج، امباری، اعظم گڑھ	
سید شاہ ابوذر احمد صاحب	الیکٹرانک و ٹیلی کمیونیکیشن انجینئر B. E.	ممبئی
سید شاہ ابوسمہ صاحب	M.B.A.	ممبئی
سید شاہ زہیر احمد صاحب	B. Com	ممبئی
سید شاہ خالد صاحب	B. Com	ممبئی
سید شاہ محمد عادل صاحب	میکانیکل انجینئر H. V. A. C.	
سید شاہ محمد ولید صاحب	الیکٹرونک و ٹیلی کمیونیکیشن انجینئر	ممبئی
سید شاہ محمد عارف صاحب	اکسائز کسٹم آفیسر	
سیدہ شاہ ڈاکٹر سلمہ صاحبہ	BUMS	
سید شاہ ڈاکٹر ممتاز احمد صاحب	BUMS	
سید شاہ حافظ تہذیب صاحب	معلم	
سیدہ شاہ عکرشہ صاحبہ	B.Sc. IT	ممبئی
سید شاہ محمد ہاشم صاحب	بائیوٹیک انجینئر	کانپور
سید شاہ ڈاکٹر مشتاق احمد صاحب		اعظم گڑھ
سید شاہ ایڈوکیٹ قائم علی صاحب	دیوانی	اعظم گڑھ
سید شاہ عابد صاحب	B. Com	ممبئی
سید شاہ متین احمد صاحب	تاجر	ممبئی
سید شاہ محفوظ احمد صاحب	B. Com	ممبئی
سید شاہ زہیر احمد صاحب	B. Com	ممبئی
سید شاہ مولانا قیصر رضا حنفی صاحب		
سید شاہ مفتی حافظ قاری ہدایت اللہ صاحب		اعظم گڑھ
سید شاہ مولانا سلطان اصلاحی صاحب		علی گڑھ
سید شاہ بدر الدین صاحب	B. A.	کویت
سید شاہ ابرار احمد صاحب	B. Com	ممبئی

سید شاہ جیس محمد صاحب	سیول انجینئر	ممبئی
سید شاہ افروز احمد صاحب	انجینئر	ممبئی
سید شاہ مولانا کمال الدین صاحب	امیر جماعت	سرائے میر
سید شاہ حافظ نظام الدین صاحب		سرائے میر
سید شاہ جمال الدین صاحب	تاجر	سرائے میر
سید شاہ مفتی ہدایت اللہ صاحب		
سید شاہ ڈاکٹر شمیم صاحب	MBBS	
سید شاہ ڈاکٹر فیروز احمد صاحب		اعظم گڑھ
سید شاہ ڈاکٹر اسلم صاحب	BUMS	اعظم گڑھ
سید شاہ ڈاکٹر شمیم صاحب	BUMS	اعظم گڑھ
سید شاہ محمد فرقان صاحب	MBA	
سید شاہ محمد شاداب صاحب	C.B.Tech	
سید شاہ ضیاء الحق	میکانیکل انجینئر B. E	
سید شاہ محمد قاسم صاحب	B. Com	
سید شاہ محمد لقمان صاحب	B. Tech IT	
سید شاہ محمد احتشام صاحب	معلم	
سید شاہ محمد افروز صاحب		علی گڑھ
سید شاہ محمد طلحہ صاحب	HARDNET, CCNA	
سید شاہ ریاض احمد صاحب	تاجر	ممبئی
سید شاہ اعجاز احمد صاحب	تاجر	ممبئی
سید شاہ افتخار علی صاحب	سیفٹی آفیسر	ممبئی
سید شاہ امام محمد بچی صاحب	تاجر کارپیٹ	بھدوہی
سید شاہ شاہ عالم	سول انجینئر	بھدوہی
سید شاہ سفیر احمد صاحب	B. A.	بھدوہی
سید شاہ شاہد علی	M. A علی گڑھ	بھدوہی
سید شاہ امین صاحب	فاؤنڈر بڑی سائز کارپیٹ	بھدوہی
سید شاہ حاجی بچی صاحب	کارپیٹ تاجر	بھدوہی

Scanned with CamScanner

سید شاہ عابد علی صاحب	سابق ریلوے اسٹیشن ماسٹر	بھدوہی
سید شاہ زاہد علی صاحب	ہیڈ ماسٹر	بھدوہی
سید شاہ شیر علی صاحب	سگنل ماسٹر ریلوے	وارانسی
سید شاہ اطہر علی صاحب	ٹکٹ بابو	وارانسی
سید شاہ شمشاد علی صاحب	سب انسپکٹر	
سید شاہ شاہد علی صاحب صاحب	انسپکٹر روڈ ویز	ورانسی
سید شاہ رجب علی صاحب	روڈ ویز ڈرائیور	ورانسی
سید شاہ بدر الدین صاحب	سب انسپکٹر	الہ آباد
سید شاہ آرزو مسلم صاحب	آرکیٹکٹ انجینئر	
سید شاہ بشیر احمد صاحب	پولس	
سید شاہ ارشاد صاحب	(DMLT) B. Sc.	ممبئی
سیدہ شاہ ریشمہ الطفات صاحبہ	معلمہ	
سید شاہ افضل صاحب	اسٹیٹ بینک آف انڈیا آتھورائزڈ ایجنٹ	چندولی
سید شاہ حافظ صاحب		
سید شاہ ڈاکٹر عمران صاحب	BUMS فراہی	اعظم گڑھ
سید شاہ اسحاق صاحب	جرنلسٹ دارالشفہ	لکھنؤ
سید شاہ پروفیسر عابد علی		مرزا پور
سیدہ شاہ عائشہ صاحبہ	HR	نیپال
سید شاہ شمس الضحیٰ صاحب	الیکٹرانک انجینئر	
سید شاہ خالد صاحب	تاجر	ممبئی
سید شاہ حافظ طلحہ صاحب	امام مسجد	قطر
سید شاہ حافظ محمد حمزہ صاحب	امام مسجد	قطر
سید شاہ حافظ محمد اشتیاق صاحب	امام مسجد	قطر
سید شاہ ابواللیث صاحب	تاجر "عوامی خدام"	مئو
سید شاہ توفیق احمد صاحب	تاجر	ممبئی
سید شاہ ڈاکٹر شمیم صاحب	BMAS	
سید شاہ عبدالقدوس صاحب	MA	اعظم گڑھ

سید شاہ محمد رئیس صاحب	سابق انسپکٹر	
سید شاہ عمران احمد صاحب	BA, LLB	
سید شاہ محمد شاہد صاحب	BA	
سید شاہ نوشاد احمد صاحب	M. Sc. ٹیچر	
سید شاہ امتیاز احمد صاحب	BA Alig	
سید شاہ سرفراز احمد صاحب	MA, LLB	
سید شاہ اشفاق احمد صاحب	B. Sc.	
سید شاہ احمد اللہ صاحب	BA	
سید شاہ شوکت علی صاحب	MA، ہیڈ ماسٹر	
سید شاہ محمد شاہد صاحب	MA	
سید شاہ ڈاکٹر عزیز بھارتی صاحب	جنرل سیکریٹری سید شاہ علوی سوسائٹی، یو پی	بارہ بنکی
سید شاہ نظام الدین صاحب	پوسٹ ماسٹر	لکھنؤ
سید شاہ بنیاد علی صاحب		لکھنؤ
سید شاہ پرویز احمد صاحب	الیکٹریکل انجینئر	
سید شاہ تبریز احمد صاحب	تاجر، بلڈر	
سید شاہ ڈاکٹر فضل صاحب	BUMS	کلیان، ممبئی
سیدہ شاہ ڈاکٹر فرہین صاحبہ	MBBS	کلیان، ممبئی
سیدہ شاہ ڈاکٹر منشاء صاحبہ	BDS	کلیان، ممبئی
سیدہ شاہ شاہندہ صاحبہ	BDS	کلیان، ممبئی
سیدہ شاہ ثانیہ صاحبہ	BDS	
سیدہ شاہ صدف صاحبہ	MBBS، حافظ قرآن	
سیدہ شاہ تحزین صاحبہ	M. Com	
سیدہ شاہ شائستہ صاحبہ	M. Com پروفیسر	
سیدہ شاہ لاڈو صاحبہ	پیتھولوجسٹ	
سید شاہ حاجی ابو اللیث صاحب	BA تاجر	مئو
سیدہ شاہ شاہانہ خاتون صاحبہ	عالمہ فاضلہ، معلم	مئو
سید شاہ حافظ محمد داؤد صاحب	MA	مئو

Scanned with CamScanner

سید شاہ محمد اسامہ صاحب	B. Com	مئو
سید شاہ شاہ شوکت علی صاحب	M. Tech Eng.	مئو
سید شاہ محمد علی صاحب	B. Tech Eng.	مئو
سید شاہ محمد اجمل صاحب	MA، معلم	مئو
سید شاہ محمد اکمل صاحب	B. Sc.، معلم	مئو
سید شاہ محمد افضل صاحب	عالم فاضل قاری، معلم	مئو
سید شاہ خورشید احمد صاحب	B. Tech Eng.	گورکھپور
سید شاہ آفاق احمد صاحب	M. Com، منیجر اسلامک بنک دبئی	مدھوبن
سید شاہ ڈاکٹر محمد اخلاق صاحب	CMO	
سید شاہ ڈاکٹر محمد فیصل صاحب	MBBS	لکھنؤ
سید شاہ سفیر احمد صاحب	MA، تجارت	مئو
سید شاہ ایڈوکیٹ شبیر احمد صاحب	MA, LLB، وکالت	مئو
سید شاہ محمد ظہیر چشتی صاحب	نائب منیجر اسٹیٹ بینک	گورکھپور
سید شاہ شاہجہان صاحب	گریجویشن، BSF	
سید شاہ امتیاز احمد صاحب	B. Sc.	مئو
سید شاہ مراد علی صاحب	تاجر	کرلا، ممبئی
سید شاہ مرتضٰی صاحب	تاجر	کرلا، ممبئی
سید شاہ ملہار صاحب	تاجر	کرلا، ممبئی
سید شاہ خالد صاحب	جرنلسٹ کھتا سرائے	جونپور
سید شاہ حبیب اللہ (پپو) صاحب	تاجر، ڈرم والے	کرلا، ممبئی
سید شاہ محمد امین صاحب	پلاسٹک والے تاجر	کرلا، ممبئی
سید شاہ حاجی نوش محمد صاحب	پلاسٹک والے تاجر	کرلا، ممبئی
سید شاہ محمد شبیر مرچنٹ صاحب		کرلا، ممبئی
سید شاہ قصرو صاحب	پلاسٹک کاروبار تاجر	جوگیشوری، ممبئی
سید شاہ چھوٹو صاحب	پلاسٹک کاروبار تاجر	جوگیشوری، ممبئی
سید شاہ فیروز صاحب (نیتا)		جوگیشوری، ممبئی
سید شاہ محمد یٰسین صاحب	اسٹیٹ ایجنٹ، تاجر	جوگیشوری، ممبئی

سید شاہ حاجی کریم اللہ صاحب	کاغذ والے تاجر	گونڈی، ممبئی
سید شاہ شبیر صاحب	بھنگار کاروبار تاجر	کرلا، ممبئی
سید شاہ محمد صاحب	POP کاروبار تاجر	گونڈی، ممبئی
سید شاہ مقبول صاحب	POP کاروبار تاجر	نارائن نگر، گھاٹکوپر
سید شاہ محمد نبی حسن صاحب	بھنگار کاروبار تاجر	نارائن نگر، گھاٹکوپر
سید شاہ محمد اختر صاحب	اسٹیٹ ایجنٹ تاجر	وسئی، ممبئی
سید شاہ عبدالرحمٰن صاحب	اسٹیٹ ایجنٹ تاجر	وسئی، ممبئی
سید شاہ حاجی منظور علی صاحب	اسٹیٹ ایجنٹ تاجر	نالاسوپارا، ممبئی
سید شاہ محمد کلو صاحب	اسٹیٹ ایجنٹ تاجر	وسئی، ممبئی
سید شاہ محمد رمضان صاحب	اسٹیٹ ایجنٹ تاجر	کاندیولی، ممبئی
سید شاہ ڈاکٹر سید عالم صاحب	مینہ اسپتال	ورلی، ممبئی
سید شاہ حاجی انور صاحب	ربر کاروبار تاجر	کرلا، ممبئی
سید شاہ محمد فاروق صاحب	ربر کاروبار تاجر	کرلا، ممبئی
سید شاہ محمد ہاشم صاحب	ربر کاروبار تاجر	پونہ
سید شاہ محمد شمیم صاحب	تاجر	بھیونڈی
سید شاہ مقصود احمد سید شاہ مراد علی صاحب	ایئر کرافٹ انجینئر	کرلا، ممبئی
سیدہ شاہ سلمٰی بی سید شاہ محمد رفیق صاحبہ	B. Sc.	کرلا، ممبئی
سیدہ شاہ نکہت سید شاہ مراد علی صاحبہ	سائیکولوجسٹ	کرلا، ممبئی
سید شاہ محمد ناصر سید شاہ نوش محمد صاحب	BA	کرلا، ممبئی
سید شاہ احمد علی نوش محمد صاحب	BA	کرلا، ممبئی
سید شاہ محمد رفیق صاحب	حافظ قرآن	کاندیولی، ممبئی
سیدہ امینہ فاطمہ بند سید شاہ غلام نبی	عالمہ، دستار بند	کرلا، ممبئی
سیدہ حاجرہ خاتون بنت سید شاہ غلام نبی	عالمہ، فاضلہ، دستار بند	کرلا، ممبئی
سیدہ ساہرہ فاطمہ بنت سید شاہ غلام نبی	عالمہ، فاضلہ، دستار بند	کرلا، ممبئی
سیدہ فاطمہ بنت سید شاہ عبدالقیوم	عالمہ (چیتو بھائی) پلاسٹک والے	کرلا، ممبئی
سیدہ شبانہ خاتون صاحبہ	LLB	ناگپاڑہ، ممبئی
سید شاہ محمد کونین صاحب	LLB Advocate	کرلا، ممبئی

Scanned with CamScanner

پیش لفظ

نام سے اللہ کے کرتا ہوں آغاز بیاں   جو بڑا ہی رحم والا اور نہایت مہربان
(علامہ سیماب)

جب بھی تاریخ کا مطالعہ کرتا ہوں تو اکثر ذہن میں سوال پیدا ہوتا تھا کہ انگریزوں نے کس طرح بغیر فوج کے ہندوستان پر قبضہ کرلیا؟ اور مطالعہ کرنے پر معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اس وقت تین سلسلہ والوں کا بہت زور تھا جو دین اسلام کی تعلیم کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ قادریہ سلسلہ، مداریہ سلسلہ اور چشتیہ سلسلہ۔ یہ تینوں سلسلہ والوں کی ہندوستانی میں خاندانی حیثیت حسنی اور حسینی اور علوی کی ہے۔ تینوں کا شجرۂ نسب بھی آخری نبی ﷺ سے ملتا ہے اور تینوں سلسلہ والوں نے ایک دوسرے کے شجرۂ نسب کو اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے۔

انگریز ہندوستان میں تجارت کی غرض سے آتے جاتے تھے، جس طرح عرب لوگ تجارت کے لیے ہندوستان میں آئے تھے۔ عرب تاجروں نے ہندوستان پر قبضہ کیوں نہیں کیا؟ یہ سوال باقی رہ جاتا ہے۔ انگریزوں نے تجارت کی غرض سے ہندوستان میں قدم رکھا تھا تو کیسے ہندوستان کے حکمران بن بیٹھے؟ اہم سوال مورخوں کے سامنے رہتی دنیا تک باقی رہے گا؟ جب تحقیق کے لیے کتابوں کا مطالعہ شروع کیا تو

انگریزوں نے تجارت کے ساتھ ساتھ عیسائی مذہب کی تبلیغ شروع کردی تھی۔

انگریزوں نے اس طرح ہندوستان کے ایک صوبے گوا کو مکمل طور پر اپنے قبضے میں کرلیا تھا اور گوا کے تمام ہندوؤں کو زور زبردستی عیسائی مذہب قبول کرنے پر مجبور کردیا تھا اور بحر ہند کے سمندری پٹی پر انگریز تاجروں نے قبضہ کرلیا تھا۔ انگریز تجارت کے ساتھ ساتھ عیسائی مذہب کی تبلیغ کے ساتھ مذہب اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ پیغمبر اسلام محمد ﷺ کو اور ام المومنات کو برا کہنے لگے تھے اور مسلمانوں کی مسجدوں کے دروازے پر کھڑے ہوکر مذہب اسلام کو چیلنج کرنے لگے تھے۔ زمیندار، جاگیردار، نواب، راجے مہاراجے، بادشاہ، شہنشاہ وغیرہ انگریزوں کے آگے ان کی قدم بوسی پر مجبور تھے۔ خود مسلمان اور ہندو غداروں نے مل کر پورے ہندوستان کو غداری کے ذریعہ انگریزوں کے حوالے کردیا تھا۔ ایسے پرآشوب حالات میں سلسلہ عالیہ مداریہ کے سید مجنوں شاہؒ مداریہ تکیہ دار خانقاہ والے نے انگریزوں کے پہلے گورنر جنرل لارڈ پر حملہ کیوں کیا؟ تمام مورخوں کے سامنے تحقیق طلب موضوع تھا اور سید مجنوں شاہؒ مداریہ تکیہ دار خانقاہی کے وارثوں نے مسلسل انگریزوں پر حملے جاری رکھے تھے، کیوں؟ 1757ء سے لے کر 1857ء کے درمیان 100 سال کے عرصہ میں سلسلہ عالیہ مداریہ کے سیدوں نے انگریزوں سے جنگیں کیوں جاری رکھے ہوئے تھے؟ 1763ء میں سید مجنوں شاہؒ مداریہ تکیہ دار خانقاہی نے دین مذہب اسلام اور آخری نبی ﷺ اور ام المومنات کو برا کہنے پر اور مادر وطن ہند کی آزادی کو لے کر انگریزوں پر حملہ کیا تھا۔ اس طرح سید مجنوں شاہؒ مداریہ اور گورنر جنرل لارڈ کلائیو کے درمیان ہلالی اور صلیبی جنگ شروع ہوگئی تھی۔ یہ بھی تحقیق طلب موضوع ہے۔ لیکن نہ جانے کیوں مورخوں نے تحقیق کی کوشش نہیں کی بلکہ انگریزوں کی جمع کی ہوئی رپورٹوں سے اتفاق کیا۔ لیکن سچائی جاننے کی کوشش نہ جانے کیوں نہیں کی؟ "غداروں کی مختصر تاریخ" کو قلم بند کیا ہے تاکہ لوگوں کو تاریخ کی سچائی سامنے آجائے اور سلسلہ عالیہ مداریہ کی دین اسلام کی خدمات، دین مذہب اسلام کی تبلیغ کرنے اور دروازے دروازے دعوت دین اسلام لوگوں تک پہنچایا۔ سلسلہ عالیہ مداریہ کے فریضہ میں شامل تھا۔

سلسلہ عالیہ مداریہ نے تن من دھن سے دین اسلام کی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیا۔ مذہب اسلام کے واسطے اور مادر وطن کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردیا تاکہ دین اسلام ہندوستان میں زندہ باقی رہے اور ہندوستان آزاد رہے۔

سید شاہ فائق احمد اعظمی مداریہ

Scanned with CamScanner

تصوف سلسلہ عالیہ مداریہ

تصوف کے لفظی معنی ہیں الائش وگندگی سے پاک کرنا۔ تصوف دنیاوی لالچ سے دوری اختیار کرنے کا نام ہے۔ جس میں حرام مال کو حرام کاری کے ذریعہ جمع مال کا مکمل صفایا کیا جاسکے۔ مثلاً بے ایمانی، لوٹ مار، زور زبردستی سے چھینا ہوا مال، کسی کی غصب کی ہوئی جائیداد پر قبضہ کرکے غصاب بن جانا۔ تصوف کی دنیا میں ہر حرام مال سے پرہیزگاری اختیار کرنا شرط ہے کہ حرام مال نہ کھائے۔ حرام کے ایک ایک دانہ سے پرہیز کرے۔ لیکن جب ہم اپنے آپ پر نظر ڈالتے ہیں تو تصوف کے لوگوں سے کوسوں دور ہیں۔ ہر شخص حرام کاری، بے ایمان، لوٹ مار یہاں تک کہ لوگ سودی کاروبار میں ملوث ہونے کی آمدنی میں کہیں نہ کہیں شامل ہیں۔ جبکہ سرور کونین حضرت محمد ﷺ کی زندگی پر نظر ڈالیں تو ان کے دشمن بھی ان کو ''امین'' کہتے نہیں چوکتے تھے۔ یہ تصوف دین مذہب اسلام کا سب سے بڑا بنیادی ستون ہے۔ اس پر عمل کرنا ہر مسلمان کا اولین فریضہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن میں ''سورۃ ہود'' میں فرماتا ہے کہ ''رزق کل کائنات میں ہر ذی روح کو میں دیتا ہوں۔''

تصوف سلسلہ عالیہ مداریہ کی پہلی شرط تھی کہ رزق صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ چاہے وہ حیوان ہو یا انسان ہو، چرندے ہوں یا پرندے ہوں یعنی کہ دنیاوی ہر ذی روح کو رزق صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ چاہے وہ کھلی فضا میں رہنے والا ہو یا سخت پتھروں کے اندر کیڑے مکوڑے کی شکل میں ہوں۔

Scanned with CamScanner

تصوف دراصل حقیقت میں تقویٰ ہے اور ہر مسلمان کو تصوف اپنا کر تقویٰ کی زندگی گذارنی چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ تمہارے لیے زمین کو مسخر کردیا ہے کہ تم اس کے راستوں پر چلو اور اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ اور اسی اللہ کے پاس مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوکر جاؤ گے۔ (سورۃ ملک)۔ آگے اللہ تعالیٰ ''سورۃ الجمعۃ'' میں تاکید کے ساتھ فرماتا ہے کہ ہفتہ واری عید، عید الجمعہ کے دن اذان کے فوراً بعد ذکر الٰہی کے لیے جلدی کرتے ہوئے مسجد میں آجاؤ اور خرید وفروخت فوراً بند کردو۔ اور نماز قائم کرو اور نماز ختم ہوتے ہی فوراً زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل وکرم تلاش کرو تاکہ کثرت سے رزق حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر لحہ کرتے رہو یہی تصوف سلسلہ عالیہ مداریہ کا حصہ رہا ہے، اسی کو تقویٰ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام انسانوں کو اشرف المخلوقات بنایا اور تمام اشرف المخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دین مذہب اسلام دے کر تمام انسانوں پر فائز کردیا کیونکہ مسلمان پوری دنیا میں تصوف کو اپنا کر تقویٰ کی زندگی بسر کرنے والی قوم ہے جو دنیاوی آلائش سے پاک صاف ہوتی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں دنیا کے تمام انسانوں میں اور خاص کر مسلمانوں سے مخاطب کرتے ہوئے ''سورۃ الحجر'' میں فرماتا ہے کہ تمہارے لیے روزی کا سامان آسمان وزمین میں کردیا ہے کہ آسمان سے بارش اللہ تعالیٰ برساتا ہے اور زمین سے تمہارے لیے کھانے کے اقسام پیدا کردیتا ہے۔ اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ زور دے کر فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے لیے زمین میں روزی کا سامان رکھ دیا ہے اور ان کے لیے بھی جن کو تم روزی نہیں دیتے بلکہ ہم ہی دیتے ہیں۔ ''سورۃ الحجر''

تصوف وتقویٰ کی زندگی ہی اصل میں ایک مسلمان کی زندگی ہے۔ عبادت وریاضت اور دعا کی قبولیت کے لیے حلال روزی شرط ہے۔ حدیث ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول کرلے تو آپ کو چاہیے کہ حلال روزی کا استعمال کریں۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ دعا کے دو پہلو ہیں ایک کل حلال اور دوسرے صدق مقال یعنی کہ تصوف کی زبان میں حلال کمائی اور تقویٰ کی زبان میں پاکیزہ کمائی اور یہی حیات زندگی کی سچائی ہے۔ تصوف ہی تقویٰ کی زندگی جینے والے لوگ جو حلال کمائی کا کھاتے ہیں وہی لوگ رسول محمد ﷺ کے طریقے اور سنت پر چلتے ہیں اور جو لوگ دوسروں کو مصیبتوں سے بچاتے ہیں وہی لوگ جنتی ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے پاکیزہ حلال کمائی کھائی اور سنت رسول کے مطابق زندگی پر قائم رہا اور وہ دوسروں کو تکلیف نہ دے کر امن کو قائم رکھا وہ جنت میں جائے گا۔ (ترمذی)

تصوف کی زندگی گذارنے والا مسلمان اصل میں تقویٰ کی ہی زندگی جیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا جب تم میں یہ باتیں موجود ہوں گی تو دنیا کی لالچ بھری زندگی چھوٹ جانے سے کوئی حرج نہیں ہوتا بلکہ تصوف و تقویٰ والا شخص امانت کی حفاظت کرتا ہے۔ بات کی سچائی لوگوں کے سامنے رکھتا ہے اور ہمیشہ سچی بات کرتا ہے۔ نیک عادات کا مالک ہوتا ہے۔ کھانے پینے میں حرام و حلال تلاش کرکے پاکیزہ روزی کو ہی خوراک بناتا ہے۔ (احمد) تصوف کے تقویٰ کو سمجھنے کے لیے یہ واقعہ کافی اہمیت کا حامل ہے کہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے قرآن کی آیت کریم کی تلاوت کی گئی تھی جس کا ترجمہ یہ ہے ''اے لوگو تم زمین کی پیداوار میں سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ'' تو حضرت سعد بن وقاصؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا فرما دیجیے کہ جب میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرما لیا کرے۔

(۱) آپ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اے سعد! حلال کمائی کھاؤ تمہاری ہر دعا قبول ہوجائے گی۔''

(۲) آگے اللہ کے رسول محمد ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم جب بندہ حرام کا لقمہ پیٹ میں ڈالتا ہے تو ۴۰ (چالیس) دن تک اس کا کوئی بھی عمل اللہ کو قبول نہیں ہوتا۔ جس شخص کی پرورش حرام کی کمائی سے ہوگی حرام کھا کر پلا ہوا ہے تو جہنم کی آگ میں ہی جائے گا۔ (بحوالہ طبرانی) تصوف کی زندگی جینے کے لیے سلسلہ عالیہ مداریہ میں پہلا سبق لوگوں کو سکھایا جاتا تھا کہ لوگ تقویٰ کی زندگی اختیار کریں اور جو بھی اللہ سے دعا کریں فوراً قبول ہوگی۔ حرام مال حرام کی کمائی سے اجتناب برتا جاتا تھا حالانکہ تکیہ کی خانقاہی زندگی میں علماء دین کی تعلیم اور مذہب اسلام کی تبلیغ پر کافی زور تھا۔ تصوف کی زندگی جینا تاکہ تقویٰ بن جائے اس کے کئی وجوہات تھے۔ علماء سلسلہ عالیہ مداریہ کو دینی علوم پر عبور حاصل تھا وہ جانتے تھے اور لوگوں کو دین اسلام کی تبلیغ میں حرام و حلال کو بالکل واضح بتاتے تھے کہ حرام مال استعمال کرنے کی وجہ سے نماز قبول نہیں ہوتی، ساری عبادات رائیگاں چلی جائے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہی بلکہ حکم دیا کہ ''جس نے دس درہم (روپیہ) میں کپڑا خریدا اور اس لباس میں ایک درہم (روپیہ) حرام کا شامل تھا جب تک وہ کپڑا اس شخص کے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ حرام کے کپڑا پہنے ہوئے شخص کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔ آگے بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت عباسؓ زور دے کر حضور ﷺ کی بات دوبارہ کہتے ہیں کہ جس کے پیٹ میں حرام کے کھانے سے بھرا گیا ہو اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا ''احیاء العلوم'' مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنا محاسبہ خود کریں اور تصوف کی راہ کو اپناتے ہوئے تقویٰ کی زندگی جینے کی عادت ڈالیں یہ سلسلہ عالیہ مداریہ کے اصول تھے۔

آگے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم ''سورۂ بقرہ'' میں مسلمانوں کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ اے ایمان والو

Scanned with CamScanner

مسلمانوں اپنی حلال کمائی میں سے خرچ کرو اور ہم نے جو تمہارے لیے زمین سے پیدا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ نوٹ کرلو کہ حرام مال سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ارادہ بھی نہ کرو۔ کیونکہ تم خود اس خراب مال کو نہیں لوگے ..... مگر تم مکاری سے چشم پوشی کرتے ہو۔ چھپانے کے لیے یہ دوسری بات ہے۔ (قرآن سورۂ بقرہ) ''حدیث ترمذی'' میں فرمایا کہ حرام مال سے صدقہ کرنے سے بھی صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک صاف مال کو قبول فرماتا ہے۔

رحمت العالمین محمد ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان یہ جان لیں کہ بغیر پاکی کے نماز قبول نہیں ہوتی اور حرام مال سے صدقہ بھی قبول نہیں ہوتا ''ترمذی'' میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حلال کمائی کا صدقہ قبول ہے۔ حرام کی کمائی کے مال کا صدقہ اللہ کو قبول نہیں ہوتا۔ تو آج بھاگتی ہوئی زندگی میں ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنی کمائی کے مال کو حلال و حرام کے پیمانے پر خود اپنے آپ کو کسوٹی پر پرکھے کہ ہم نے جو مال کمایا ہے کتنا حرام ہے؟ اور کتنا حلال ہے؟ تمام عمر مسلمانوں کی زندگی میں حرام مال کھانے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی تمام عمر مسلمانوں کو حلال کمائی پر بسر کرنا ان کی مجبوری ہی نہیں بلکہ دین اسلام میں مسلمانوں کے لیے یہی حکم ہے کہ اس پر عمل کرے اور لوگوں سے کروائے تاکہ مسلمانوں کا ماحول بالکل پاک صاف ہوجائے تاکہ مسلمان تمام زندگی رزق حلال پر گزار دے اور ایمان پر خاتمہ ہوجائے۔ ''ترمذی'' میں لکھا ہوا ہے کہ جو حلال کمائی کھاتا ہے وہ رسولوں کے طریقۂ زندگی پر چل کر سنت پر عمل کرتا ہے۔

(۱) تصوف ہر مسلمان کو اپنی رہتی ہوئی زندگی میں اپنانا چاہیے تاکہ زندگی میں تقویٰ پیدا ہوجائے۔ طبرانی

(۲) حدیث ترمذی میں بھی ایسا ہی لکھا ہوا کہ جنت میں وہ گوشت اور خون سے ''مراد وہ مسلمان'' جنت میں نہیں داخل ہوگا جو حرام کی کمائی سے پلا و بڑھا ہوگا ایسے لوگوں کے لیے ٹھکانہ جہنم ہے۔

(۳) حدیث بیہقی میں بھی لکھا ہے کہ حرام روزی سے بچنا چاہیے جو لوگ حرام روزی کھاتے ہیں وہی لوگ اللہ کے نزدیک بے حیا اور بے شرم ہیں۔

(۴) حدیث بخاری شریف میں تحریر ہے کہ جس طرح سے حرام مال سے بچنا ضروری ہے اسی طرح سے شک و شبہ کی کمائی اور مشکوک مال سے بچنا ضروری ہے۔ اسی طرح سے شک و شبہ کی کمائی اور مشکوک مال سے بچنا تا زندگی ضروری ہے۔

(۵) ترمذی حدیث میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ اس وقت تک پرہیزگاری کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ناجائز و حرام چیزوں سے بچنے کے لیے بعض مباح چیزوں کو بھی نہ چھوڑ

دے۔

(۶) حدیث مسلم میں لکھا ہے کہ مکر و فریب اور جھوٹ سے اصلی چیزوں میں نقلی چیز ملا کر فروخت کرکے روزی کمانا سخت گنا ہی نہیں ایسا کرنے والا مسلمان نہین ہے۔ محمد ﷺ نے فرمایا جو ہم کو فریب دے وہ ہم میں سے نہیں مطلب صاف ہے کہ وہ مسلمان نہیں جو فریب دینے کا کام کرے۔

(۷) طبرانی مین تحریر ہے کہ دھوکہ دینے والا دوزخی حتی کہ دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرنا حرام ہے۔ نوٹ کرنے والی بات یہ ہے کہ تصوف کو لوگ برا کہتے نہیں تھکتے جبکہ تصوف ایک مسلمان کی زندگی سنوارے اور دنیا و آخرت میں دونوں مقام پر اللہ کا محبوب بندہ بنانے کی مشین ہے۔ بندہ خود حرام کی کمائی کھانے سے رک جاوے اور زاہد بن کر تقویٰ کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوجائے جیسا کہ تصوف کو سلسلہ عالیہ مداریہ کے بزرگانِ دین نے اپنا کر مذہب دین اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے اپنے مستقبل کو روشن کیے ہوئے تھے۔

(۸) مسند احمدؒ میں بتایا گیا ہے کہ حلال روزی کو جہاد بتایا گیا ہے۔

(۹) تصوف جو گندگی کو دور کرنے کی مشین ہے، مشکوٰۃ، احمد اور بخاری شریف میں لکھا ہے کہ تجارت کو آپ ﷺ نے معاش حاصل کرنے کا ذریعہ فرمایا ہے۔ سچا امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔

ہم مسلمانوں کو اوپر کی حدیثوں سے خود اپنے آپ کو موازنہ کرنا چاہیے کہ آج ہم کہاں سے حلال کھا رہے ہیں۔

سید شاہد فائق احمد اعظمی مداریہ

تاثر

قبیلہ قریش کے سید علوی شاہ تک کے بکھرے موتیوں کو جمع کرنا بڑا مشکل ہی نہیں ناممکن کام تھا لیکن جناب سید شاہ فائق احمد اعظمی مداریہ صاحب نے تاریخ کے اوراق کے واقعات سے بڑی عرق ریزی کرکے ''غداروں کی مختصر تاریخ'' میں جمع کیا ہے جو کہ سلسلہ عالیہ مداریہ کے تاریخی واقعات ہی کے آئینہ دکھاتا ہے۔

1757ء سے لے کر 1857ء کے درمیان 100 سال کے عرصہ کا وقفے کا فرق ہے۔ لیکن ان عرصوں کے وقفوں میں 1763ء میں انگریزوں سے سید مجنوں شاہ مداریہ تکیہ دار نے جنگ شروع کی تھی اور انگریزوں کے پہلے گورنر جنرل لارڈ کلائیو پر مسلسل حملے شروع کیے تھے۔ سلسلہ عالیہ مداریہ نے جنگ آزادی کی لڑائی کو کبھی بند نہیں کیا نہ ہی انگریزوں سے کبھی صلح کی بلکہ سید مجنوں شاہ مداریہ کے وارثوں نے انگریزوں پر مسلسل حملے جاری رکھے ہوئے تھے یہاں تک کہ 1857ء میں جنرل بخت روہیلا پٹھان مداریہ نے پٹھانوں کی مداریہ بٹالین لے کر جنگ آزادی میں آخری دم تک خون کی ندیاں بہاتے رہے۔ ایک منظم انگریز سرکار سے لڑنے والی قوم سلسلہ عالیہ مداریہ خود صفحہ ہستی سے آہستہ آہستہ مٹتے چلے گئے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا معجزہ تھا کہ آج بھی کچھ فقیر زادہ سید شاہ پورے ہندوستان میں انگریزوں کی وجہ سے بکھر گئے جسے ایک بار پھر ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ سلسلہ عالیہ مداریہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوسکیں۔

سید شاہ زبیر احمد قریشی
کرلا، ممبئی

Scanned with CamScanner

پیغام

زیر نظر کتاب ”غداروں کی مختصر تاریخ“ جس کے مولف و مصنف اور ترتیب سید شاہ فائق احمد اعظمی مداریہ کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے۔ اس تاریخی کتاب میں غداروں کے متعلق آئینہ دکھایا گیا ہے۔

اس سے ملک کے سیاسی حضرات کو چاہیے کہ قومی مفاد پر کام کریں تاکہ پوری قوم کو فائدہ پہنچے لیکن جو افراد ذاتی مفاد کی خاطر پوری قوم سے غداری کرتے ہیں ان کو بے نقاب کرنے کی پوشش کی گئی ہے۔

غداروں نے قومی مفاد پر اپنے ذاتی مفاد کو مقدم رکھ کر قوم کو ہمیشہ نقصان پہنچایا ہے اور پہنچاتے رہیں گے جیسا کہ تاریخی حوالے دیے گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے قوم کو نقصان پہنچتا ہے۔ پوری قوم بدنام ہوتی ہے۔ غداروں کی وجہ سے قوم کے اندر بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ جو روز مرہ کی زندگی میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

لیکن افسوس کہ غداروں کو صرف اپنا ذاتی مفاد ہی عزیز ہوتا ہے۔ یہ عمل اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے جس کے بھیانک نتائج پیدا ہوتے آئے ہیں۔

اس کتاب کے ذریعہ پوری قوم ملت اسلامیہ کو جگانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ امت مسلمہ کا شیرازہ بکھرنے و تباہ و برباد ہونے سے بچا لیا جائے۔

جناب سید شاہ فائق احمد اعظمی مداریہ کی یہ کوشش نہ صرف قابل تحسین ہے بلکہ قابل تقلید بھی۔ انتہائی عرق ریزی و تحقیق نے اس کتاب کو مستند دستاویزی حیثیت دی ہے جس کے لیے مصنف کو مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ صحت و عافیت کے ساتھ موصوف کو اس مشن کے جاری رکھنے کی طاقت و توفیق میں اضافہ کرے۔ آمین

سابق پرنسپل شاہ محمد اسماعیل
جنتا انٹر کالج، امباری، اعظم گڑھ، یوپی

تاثر

”غداروں کی مختصر تاریخ“ انتہائی اہم تاریخی کتاب ہے۔ جناب سید فائق احمد اعظمی مداریہ صاحب نے سلسلہ والوں کی جنگ آزادی میں حصہ داری کو بخوبی رقم کیا ہے کہ جنگ آزادی اور دین اسلام کی تبلیغ کے لیے مداریہ سلسلہ والے پیش پیش تھے۔ 1763ء سے لے کر 1947ء تک کسی نہ کسی شکل میں انگریزوں سے جنگ آزما تھے۔

اس تاریخی کتاب میں 1866ء سے پہلے تمام علماء دین سلسلہ والوں سے وابستہ تھے اور سلسلہ والے علماء دین میں بہت ہی مضبوط اتحاد و اتفاق تھا۔ سلسلہ کے علماء دین نے کسی سلسلہ کے خلاف اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔ لیکن 1866ء کے بعد علمائے ہند نے مسلک کو بنیاد بنا کر ہندوستانی مسلمانوں میں نفاق پیدا کیا اور مسلمانوں کو کمزور کر کے ذلیل و خوار کیا۔ کسی نہ کسی بہانے مسلکی علماء دین ہی مسلک والوں کے خلاف فتویٰ دے کر مذہب اسلام سے خارج کردیا۔ اس طرح تمام مسلکی فتوؤں کو جمع کرلیا جائے تو ہندوستان میں ایک بھی مسلمان نہیں بچتا۔

مسلکی نفرت کا اعلان قرآن حکیم میں آدم علیہ السلام اور ابلیس کا ذکر سورۂ بقرہ میں کیا ہے کہ ابلیس اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے۔ میں آدم علیہ السلام سے افضل ہوں اس لیے میں آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ نہیں کیا۔ اور مسلکی نفرت میں افضل بننے میں ابلیس کے عمل کے فالور ہیں۔ موصوف نے ”غداروں کی مختصر تاریخ“ مسلکی نفرت کی دیوار گرانے کی کوشش کی اور قوم کو تاریخی آئینہ دکھایا ہے کہ پوری قوم کہاں جارہی ہے۔

سید شاہ خادم مراد علی مداریہ
(بیعت قادری و چشتیہ) کرلا، ممبئی

Scanned with CamScanner

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
تاریخ کے آئینے میں	22
تکیہ کا وجود کیوں ہوا؟	24
پیش لفظ	27
داراشکوہ کا اولیاء کرام کا تجزیہ	32
سید بدیع الدین شاہ مدارؒ کے آباء و اجداد کا شجرۂ نسب	35
قادریہ سلسلہ	37
مداریہ سلسلہ	37
سلسلہ چشتیہ	38
تجزیہ داراشکوہ	38
داراشکوہ کا تجزیہ فالور ماننے والے لوگ	39
اللہ والے کون تھے؟	41
گوشہ تنہائی کیا ہے؟	42
غارِ حرا کیا ہے؟	42
اعتکاف کیا ہے؟	42
تہجد کیا ہے؟	43
کوہِ طور کیا ہے؟	43
نفرت کی دیوار گرادی	44
آرازیل قوم عرب میں	45

عنوان	صفحہ نمبر
وقت و حالات	45
نوٹ	45
مجبوری کے باعث	46
اعلیٰ و ادنیٰ کی دیوار گیر	46
دوسرا واقعہ دودھ شریک ارازیل بہن کی گرفتاری کا	48
خیر کی دعوت کیوں نہیں؟	48
شیطانی عمل کیوں کرتے ہو؟	49
قرآن میں ابلیس اور آدم علیہ السلام کا واقعہ	50
اپنے وقت کے عالم دین	50
مولانا ابوالکلام آزاد کی نظر میں	51
مولانا شبلی کی نظر میں	52
تکیہ خانقاہ کیا تھے؟	54
1866ء کے بعد	57
نوٹ	59
سلطان ابراہیم شرقی، سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کا مرید تھا	60
تجزیہ	61
واقعہ	62

عنوان	صفحہ نمبر
تاریخی واقعات شہر اولیاء	66
پہلا واقعہ	67
نوٹ	67
دوسرا واقعہ	67
حکمران برہان الملک	68
تکیہ و خانقاہ کے مدارس	68
نوٹ	69
تکیہ داروں کو مغل بادشاہوں نے معافیاں کیوں دیں؟	69
ہندوستان میں شیعہ کا مقام	70
شیعہ کو مضبوط کیا سنی سلسلہ خانقاہوں نے	71
اہم واقعہ	71
نوٹ و تجزیہ	72
واقعہ بنگلہ ''اودھ''	72
تاریخی تجزیہ	73
فائدہ کی نظر میں دنیا	74
لالچ نے علماء آخرت کو علماء سو بنا دیا	75
عیسائی پادریوں کو آزادی	78
تجزیہ	79
خلاصہ	80
تجزیہ	81

عنوان	صفحہ نمبر
انگریزی حکومت کا حکمنامہ	83
زبردستی عیسائیت کا پیالہ پلایا جائے	83
تجزیہ	85
نواب سراج الدولہ کے حالات	87
نوٹ	88
فوجی نقش	90
دیوان امی چند غدار	90
بلیک ہول کا الزام	91
نوٹ	92
غدار دیوان مانک چند	93
تجزیہ	93
غداروں کی فوج	94
تجزیہ	94
شیطان کلائیو	95
غداری کا پہلا قدم	96
تجزیہ	97
جھوٹے الزامات	98
بنیاء انگریز شیطان ڈکیت تھے	99
پلاسی کے درخت تبرک	99
نواب سراج الدولہ کا شاندار ماضی	99
انگریزوں کی حکمت عملی	100
نوٹ	100

Scanned with CamScanner

عنوان	صفحہ نمبر
تکیہ متبرک مقام ہے	101
واقعہ	104
داراشکوہ کا تجزیہ	106
تکیہ کے خانقاہی زمانہ	112
تکیہ دار سید مجنوں شاہ مداریہؒ میواتی	114
نوٹ	119
جنگی تفصیل	120
ظالم زمینداروں کے خلاف اعلانِ جنگ	121
ڈاکوؤں کے خلاف اعلانِ جنگ	122
انگریزوں کی رپورٹ	123
ظلم وستم اور تشدد سے اجتناب	123
سید مجنوں شاہؒ کا وصال	124
نوٹ	124
ماننے والے فالور کس کے اور کتنے؟	125
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کون تھے؟	127
فقہی اختلافات	133
نوٹ	134
اتحاد کی کوشش	135
سند التوصیف " شہنشاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر ولی ہند"	136

عنوان	صفحہ نمبر
سند التوصیف ترجمہ " مولانا سید سلطان اصلاحی صاحب	137
بد دعا کا خوف	141
مرتے کو ماریں زندہ شاہ مداریہ	142
تکیہ شاہ علم اللہ	142
تحریک سید احمد شہیدؒ	144
نوٹ	145
تکیہ دار سید احمد شہیدؒ کا شجرۂ نسب	146
حکمرانوں کا دردناک منظر	147
ایک دردناک واقعہ	148
واسکوڈی گاما	149
اورنگ زیبؒ کے بعد مغل حکمران تباہ ہوگئے	149
کارتوس میں گائے وسور کی چربی کا استعمال	156
پناہ	162
غدار حکیم احسن اللہ خان	163
مرزا کے دھوکے	163
سزا	164
ذلت کی زندگی	165
نوٹ	166

عنوان	صفحہ نمبر
مداریہ سلسلہ سے بیعت، جنگ آزادی میں پٹھان مجاہدین لشکر	168
نوٹ	171
تبصرہ	171
نوٹ	175
تبصرہ	176
محمد بن عبدالوہاب نجدی اور سعودی حکومت	177
نوٹ	183
آمدنی کا ذریعہ	184
نوٹ	184
انگریز حکومت کی فوری پابندی	187
طرزِ زندگی	188
تکیہ وخانقاہ متبرک مقام ہے	190
نوٹ	190
نوٹ	192
نوٹ	192

عنوان	صفحہ نمبر
واقعہ	196
دفع ایک : مراعات	196
1866ء میں ہندوستانی اہلحدیث کا وجود	200
سوال	206
تبصرہ	207
تجزیہ	208
تجزیہ	210
غداروں کا کمال دیکھیے	210
اردو زبان کے قاتل انگریز تھے	212
قدیم طرزِ تعلیم	212
واقعہ	213
نوٹ	215
مجبور محسن الملک کا فیصلہ	217
راکھی کی لاج رکھی مسلمان نے	220
راکھی کے ایک دھاگے کی لاج	221

Scanned with CamScanner

تاریخ کے آئینے میں

مورخ اپنی ذمہ داریوں کو اپنا فریضہ جان کر تاریخ کو ایمانداری سے تمام واقعات و حالات پیش کو کرنا چاہیے ان کو بے خوف ہوکر بغیر کچھ چھپائے پورے واقعات و حالات کا تجزیہ بے لاگ کرنا چاہیے۔ سولھویں (16) صدی سے لے کر انیسویں (19) صدی کے آغاز میں سیّد شاہ تکیہ دار خانقاہ والوں کے حالات کیسے خراب ہوگئے محقق کو اس کی تحقیق کر کے اس پر روشنی ڈالنی چاہیے تھی۔

(۱) مداریہ سلسلہ کے بانی سیّد بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ نے پورے ہندوستان میں جو تکیہ قائم کیے تھے اس کی ضرورت اس وقت کیوں تھی؟

(۲) تکیہ و خانقاہ میں تعلیم کے سلسلے کو کیوں شروع کیا گیا تھا؟

(۳) مداریہ سلسلہ کے لوگوں کو معلم کی ذمہ داری کیوں دی گئی تھی؟

(۴) تکیہ دار خانقاہ مداریہ سلسلہ والے کون لوگ تھے؟

جیسا کہ مورخ فاروق ارگلی نے اپنی تاریخی کتاب ''فخر وطن'' صفحہ نمبر 72/73 پر لکھا ہے کہ تکیہ متبرک جگہ ہے جہاں سے علم کی روشنی پھوٹتی ہے۔ پورے ہندوستان میں ہی نہیں پورے دنیا کو روشن کیے ہوئے ہے اور تکیہ پر روحانی سکون ملتا ہے۔ تکیہ ہی خانقاہ ہے اور خانقاہ ہی تکیہ ہے بغیر خانقاہ کے تکیہ نہیں بغیر تکیہ کے خانقاہ نہیں، دونوں لازم و ملزوم ہیں، علم و ریاضت و عبادت کے مرکز ہیں۔

آئینہ تاریخ میں مختار احمد اویسیہ نے صفحہ نمبر 6 اور 11 پر لکھا ہے کہ حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کی

Scanned with CamScanner

ذاتِ اقدس کا ملحوظ رکھنا ضروری تھا کیونکہ حضرت انسان کی ابتداء کا سہرا آپؑ ہی کی جبین اطہر پر سجتا ہے۔ یعنی کی نسل انسانی کے سلسلے کا سہرا حضرت آدم علیہ السلام کے سر پر باندھا گیا۔ ٹھیک اسی طرح حشر کے میدان، محشری تمام کے تمام پریشانی کے عالم میں ادھر سے ادھر بھاگتے پھریں گے آخر کار حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کی خدمت میں جا کر عرض کریں گے کہ ہماری شفاعت کے لیے بارگاہِ خداوندی میں سفارش فرمائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام مخلوق ماری ماری شفاعت کی بھیک مانگتے پھریں گے۔ سوال و جواب کا یہ پریشان کن منظر دیکھا نہیں جاسکے گا۔ القصہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضری ہوگی تو آپؑ محسن اعظم رحمت عالم محمد ﷺ کی بارگاہ میں بے کس لوگوں کو پناہ کی راہ دکھائیں گے۔ ''جملہ امتین'' حضور ﷺ کی در پر بھیک کے لیے حاضر ہوں گے۔ ٹھیک اسی طرز پر اپنے وقت میں اولیاء کرام نے جگہ جگہ پر تکیہ و خانقاہ بنائے گئے تھے تاکہ لوگوں کو صحیح رہنمائی مل سکے اور اسی لیے تکیہ کی خانقاہ میں دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا کہ لوگ علم حاصل کر کے اچھے برے کی پہچان کرسکیں اور نیک راستے پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوجائیں تاکہ جنت نصیب ہوسکے اور جہنم میں جانے سے یہ ہی تکیہ دار خانقاہ والے الٰہی کا سچا راستہ دکھا کر لوگوں کو جہنم میں جانے سے بچاتے تھے۔ راقم خود تکیہ دار خانقاہ والا ہے میری تکیہ کا اصل نام و پتہ اس طرح جو سرکاری دستاویزات فارسی میں درج ہے جس کو شکستہ اُردو کہتے ہیں۔

(۱) تکیہ اذان شہید - تپا - دیدار گنج - پرگنہ ماہل - تحصیل پھولپور - ضلع اعظم گڑھ کے ہیں۔

(۲) خود عظیم الشان شہر اعظم گڑھ کے دل میں تکیہ اعظم گڑھ آج بھی موجود ہے۔

(۳) اس طرح بڑی تکیہ بھور مئو - تپا - دیدار گنج - پرگنہ مایل، تحصیل پھولپور اعظم گڑھ اور بڑے پیر کی خانقاہ و مزار آج بھی موجود ہے۔ اپنے زمانے کے تعلیم یافتہ مرحوم فقیر زادہ سید شاہ اقبال احمد عرف تار بابو بہت مشہور ہستی گذرے ہیں اور آج بھی تکیہ و خانقاہ کی عظیم الشان نشانی مولانا سلطان اصلاحی صاحب ہیں۔

(۴) چک تکیہ شاہ کافیؒ اور شاہ وافی آج موضع ''خراسوں'' کے نام سے مشہور ہے جبکہ اصلی نام تکیہ شاہ کافی ہے۔ مرحوم سید شاہ عبدالستار ماسٹر صاحب اپنے وقت کے بہت مشہور معلم تھے۔

(۵) امباری بازار کے پچھم جانب تکیہ حاجی پور امیر الدین، تپا، دیدار گنج، پرگنہ مائل، تحصیل پھولپور، ضلع اعظم گڑھ کے مرحوم مولوی یٰسین اسد اللہ صاحب اور ان کے صاحب زادے الحرم پرنسپل اسمٰعیل

صاحب اور ان کے دونوں صاحب زادے آج انجینئر ہیں۔

راقم کے مرحوم والد محترم فقیر زادہ سید نبی احمد شاہ ماہل سے میڈل پاس کیا تھا اور دونوں میرے چچا صاحبان بھی ماہل سے میڈل پاس کیا تھا۔ مرحوم المحترم فقیر زادہ سید شاہ فتح محمد ولد مرحوم المحترم سید محبوب شاہ پھولپور تحصیل میں "گرو کمین" تھے اور سرکاری نوکری چھوڑ کر سنگاپور ملیشیا چلے گئے تھے۔

اس زمانے میں میڈل پاس شخص کو اعلیٰ تعلیم یافتہ مانا جاتا تھا اور کورٹ کچہری کی دیوانی اور کلکٹری میں یہ ہی میڈل پاس شخص "مختار" بن کر کسی کے مقدمہ کی پیروی کر سکتے تھے اور ان ہی لوگوں کو سرکار کی بڑی بڑی پوسٹ دی جاتی تھی جو اس زمانے میں میڈل پاس ہوتے تھے۔

زمانہ قدیم کی اگر "تاریخ" تکیہ و خانقاہ کی تحقیق کی جائے تو تکیہ دار خانقاہ والے نہایت مہذب، تہذیب یافتہ اور تعلیم یافتہ ملیں گے۔ تکیہ، خانقاہ پر تحقیق کرنا اہم موزوں ہے کہ زمانہ قدیم میں تکیہ و خانقاہ کیوں ہوتے تھے؟ اہم سوال مورخوں سے کرتا رہے گا؟ کیونکہ مورخوں نے تکیہ و خانقاہ پر تحقیق نہیں کی بلکہ ماضی کو چھوڑ دیا جو کہ ماضی ہی اس قوم کا آئینہ ہے۔ ماضی کو سامنے رکھ کر مستقبل میں قدم رکھا جاتا ہے ورنہ زندگی کی عمریوں ہی تمام ہوتی ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے قوم گمنامی کے اندھیروں میں گم ہوجاتی ہے۔ ماضی کو ہمیشہ تاریخ کے اوراق سے تلاش کر زندہ رکھنا ضروری ہے کہ قوم کو زندہ رکھنے میں آسانیاں پیدا ہوجائیں۔

تکیہ کا وجود کیوں ہوا؟

یاد رکھو کہ سب سے بہترین کلام، کلامِ الٰہی جس کو قرآنِ حکیم کہتے ہیں۔ جس کی تعلیم و تدریس اور دین الٰہی کی تبلیغ کا کام مداریہ سلسلہ کے تکیہ دار خانقاہ والے کرتے تھے اس لیے ہندوستان میں جگہ جگہ، قریہ قریہ تکیہ قائم کیے گئے تھے۔ یہ دین اسلام کے لیے اس وقت مرکز قائم کیے گئے تھے تاکہ دین اسلام کا کام آسانی سے ہوسکے اور زیادہ سے زیادہ تعلیم القرآن لوگوں تک آسانی سے پہنچایا جاسکے تاکہ لوگ آسانی سے قرآن پڑھنا اور تمام دینی علوم سیکھ جائیں۔ آج کسی تنظیم کے لیے کام کرنا ہو تو ہیڈ آفس، مرکزی دفتر اور اس کے لیے برانچیں کھولی جاتی ہیں بالکل ٹھیک اسی طرح سے قدیم زمانہ میں دین اسلام پھیلانے کے لیے پورے ہندوستان میں تکیہ قائم کیے گئے تھے جس کا مقصد صرف دینِ اسلام کی اشاعت تھا اور تکیہ اس اشاعت کے لیے مرکزی بنیاد تھے۔

مذہب اسلام میں مردود بدعت اور ضلالت بھری زندگی جو لوگوں کو جہنم کی طرف لے جارہی تھی، مداریہ سلسلہ کے تکیہ دار خانقاہ والے انہیں صحیح راہِ راست پر لانے اور جہنم سے بچانے کی کوشش کررہے تھے۔ وہ بہترین عمدہ طریقہ تھا زندگی جینے کا طریقہ، محمد ﷺ کی طرزِ زندگی کی نقل اور وہی طور و طریقے سکھائے جارہے تھے جیسے کہ محمد ﷺ کی زندگی کا عکس ہو۔ مداریہ سلسلہ کے تکیہ دار خانقاہ والوں کی زندگی بھی سنت رسول ﷺ کی زندگی کا عکس تھی اور یہ ہی عمل دوسروں کو سکھاتے تھے اور لوگ سنت رسول ﷺ کی زندگی اپنانے کو کہتے تھے تاکہ لوگ اپنی زندگی میں اچھائیوں کو داخل کرسکیں۔ گھمنڈ و غرور جو ابلیس کا طریقہ زندگی تھا اس راہ پر جانے سے لوگوں کو بچائیں۔ قدیم زمانہ میں ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا کام آسان نہیں تھا کہ کوئی مسلمان آکر غیر مسلم سے کہے کہ اے شخص تم فوراً مذہب اسلام قبول کرلو تو تم کو فائدہ ہی فائدہ ملے گا اگر تم نے مذہب اسلام قبول نہیں کیا تو تم کو سزائیں دی جائیں گی۔ یا پھر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شخص کی گردن پر تلوار رکھ کر زبردستی اسلام قبول کروانے پر مجبور کرے اور وہ غیر مسلم شخص اسلام مذہب قبول کرنے سے انکار کردے اور قبول کروانے والا دھمکی دیتے ہوئے یہ کہے اگر تمہاری گردن ماردی جائے گی تو ایسے حالات میں کوئی بھی غیر مسلم شخص گردن کٹوانا پسند کرے گا لیکن ظالموں والا مذہب ہرگز قبول نہ کرے گا جبکہ مذہب اسلام خدمت خلق والا مذہب ہے، انسانیت کے علمبرداروں کا مذہب ہے۔

جو لوگ مذہب اسلام کی تبلیغ کررہے تھے ان کے اندر اخلاص، اخوت داری، محبت و شفقت اور بھائی چارے کی اہمیت پر سخت زور دے رہے تھے۔ اخلاقاً وہ بھی خود بہت بلند مرتبے والے تھے جو کہ انسانیت کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ تب کر لوگ ان کے قریب آتے تھے اور جب لوگ قریب آئیں گے تب آپ اپنی بات ان تک پہنچا سکو گے۔ ان تمام خوبیوں کے مالک مداریہ سلسلہ کے تکیہ دار خانقاہ والوں میں موجود تھیں ان کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ لوگوں سے نرمی، شیریں گفتار کے ساتھ پیش آئیں، دوسروں کے زخموں پر مرہم رکھنے کا کام انجام دیں۔ آج بھی موجودہ حالات کا تجزیہ کریں تو مداریہ سلسلہ والے تکیہ دار خانقاہی نرم مزاج، شیرین گفتار کے مالک ہیں اور یہ ہی ان کے کل کا ماضی تھی۔ مداریہ سلسلہ میں جید عالم، مولوی، حافظ، مفتی و قاری اور اپنے دور کے محدث ہوتے تھے لہٰذا لوگوں کو اپنے قریب لانے کے لیے مداریہ سلسلہ کے تکیہ دار خانقاہ والوں نے دعاؤں کے سلسلے کو شروع کیا تھا۔ لوگ مستفید ہونے کے لیے تکیہ پر، خانقاہوں پر اور مسجد کے دروازے پر دعاؤں کے لیے لمبی لمبی قطاریں لگایا کرتے تھے اور دعاؤں کا سلسلہ شروع ہوتا اور لوگ ہر طرح سے فیض یاب ہوتے۔ یہ ہی فائدہ پہنچانے کے طریقوں سے لوگوں کی قربت کا ذریعہ بن جاتے اور

Scanned with CamScanner

لوگوں کی یہ ہی قربت مذہب اسلام کے لیے تبلیغ کے کام کے مواقع فراہم کردیں تو علماء دینی مداریہ سلسلے والے۔ دین اسلام کی خوب خوبیاں بیان کرنا اور سماج میں ستائے ہوئے لوگ، پریشان حال مظلوم لوگ مذہب اسلام کا رخ کرتے اور خوب اچھی طرح پرکھ کر مذہب اسلام قبول کر دین اسلام میں داخل ہوتے کیونکہ سب سے اچھا و افضل طریقہ بہترین و برتر دین محمد ﷺ کی زندگی جینے کی نقل تھی جس کو ہر کوئی اپنی روز مرہ کی زندگی میں داخل کرنا چاہتا تھا۔

مداریہ سلسلہ کے تکیہ دار خانقاہ والے اپنے قرب و جوار میں گھوم گھوم کر دین اسلام تبلیغ اور دین کی اشاعت پر زور دیتے تھے۔ دنیا والوں کو بتاتے تھے کہ مذہب اسلام میں سبھی برابر ہیں، مذہب اسلام میں نسلاً واعلیٰ اور ادنیٰ کے فرق کو مٹا دیا تھا۔ کمزور سے کمزور طبقے والوں کو مداریہ سلسلہ والا تکیہ دار خانقاہی ان کمزوروں کو گلے و سینے سے لگا کر اپنے سے اونچے مقام پر کمزوروں کو فائض کیا، ان کے زخموں پر مرہم لگاتے ہوئے انھیں یہ تعلیم دیتے کہ مذہب اسلام میں نہ کالے گورے نہ ہی حسب نسب سے کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہیں ہے بلکہ مذہب اسلام میں متقی و پرہیز گار شخص کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل و برتر ہے یہ ہی طریقہ دنیا و آخرت میں سب پر بالا اور فائق رہے گا۔

پیش لفظ

اکثر مورخوں نے تحقیق کرنے کے بجائے مولف کا حق ادا نہیں کیا بلکہ کسی کی جمع کی گئی تاریخ کو جیسا کہ اشیاٹک سوسائٹی میں جمع انگریزوں کی رپورٹ کو مورخوں نے تحقیق کا نام دے کر انگریزوں کے ذریعہ لکھوائی گئی رپورٹ کے حوالے جات بنا کر یہ ہی لکھتے ہیں کہ 1857ء میں انگریزوں سے لڑی گئی جنگ آزادی کی پہلی لڑائی تھی جو کہ سفید جھوٹ پر مبنی ہے۔ آخری مغل بادشاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں ہر ہندوستانی، ہندو مسلمان ایک ساتھ جمع ہوکر انگریزوں کے خلاف یہ دوسری بڑی جنگ آزادی لڑی تھی جس میں آزادی کے متوالوں کو انگریزوں کے مد مقابل اس آزادی کی جنگ میں غداروں کی وجہ سے زبردست شکست ہوگئی تھی۔

1757ء میں شروع کی گئی جنگ آزادی کی پہلی لڑائی سے لیکر 1857ء کے درمیان وقفہ میں جتنی جنگیں انگریزوں سے مسلسل لڑی گئی تھی نہ جانے کیوں ہندوستانی مورخوں نے تحقیق کرنے کے بجائے ان جنگوں کی تفصیل تیار کرکے بجائے نظر انداز کیوں کیا ہے؟ اس کی کئی وجوہات بھی ہوسکتی ہیں:

(1) راجے مہاراجے، بادشاہ، نواب، جاگیردار اور زمیندار یہاں تک کہ ہندوستان کے چھوٹے بڑے تمام بنئے ''بنیاء'' بھی انگریزوں کے طرف دار بن چکے تھے۔

(2) راجے مہاراجے، بادشاہ، نواب، جاگیردار اور زمیندار انگریزی حکومت کے پینشن خوار بن چکے تھے۔

(3) ہندوستان میں چار وارن تھے اور چاروں وارن میں آپسی سخت اختلاف ہونے کے باوجود تینوں وارن

Scanned with CamScanner

ایک ساتھ مل کر چوتھے شودر پریوار پر مظالم کے پہاڑ توڑتے تھے۔ (الف) برہمن انگریزوں کی حکومت میں سرکار چلانے میں مددگار بن گئے تھے۔ (ب) دوسرے درجہ کے چھتری ان ہی انگریزوں کی فوج میں شامل ہوکر انگریزوں کی حکومت کی خاطر ہر محاذ پر انگریزوں کے لیے لڑتے تھے۔ انگریز سرکار کی دفاعت طاقت بن گئے تھے۔ (ج) جس طرح بہرمن اور چھتری انگریزوں کے دماغ اور دفاع کے لیے کام کرتے تھے اسی طرح ویس ہندوستانی "بلیاء" بھی تجارت کے نام پر پورے ہندوستان کی معاشیات پر قابض ہوکر انگریزوں کے لیے مال کے سپلائر بن گئے تھے اور ساتھ ساتھ انگریزوں کے خاص مخبر کا کام انجام دے رہے تھے۔ یہ تینوں وارن کسی نہ کسی شکل میں انگریزوں کے طرفدار اور وفادار ہوچکے تھے۔ یہ تینوں اپر کاسٹ وارن کے مطابق برہمن چھتری اور ویس انگریزی حکومت میں حصے دار بن چکے تھے۔ تینوں وارن انگریزوں کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ بن گئے تھے۔

(4) انگریزی حکومت تجارت کے ساتھ ساتھ عیسائی مشنریز جگہ جگہ قائم کی گئی تاکہ عیسائی مذہب کی تبلیغ و پرچار کے ساتھ ہندوستانیوں کو عیسائی بنانا شروع کرچکے تھے۔ شودر پریوار کو ان تینوں اعلیٰ کاسٹ کے ظلم وستم سے پریشان شودروں کو ایک مضبوط جائے پناہ کی سخت ضرورت تھی۔ وہ بھی عیسائی مشنریز سے وابستہ ہوکر عیسائی مذہب قبول کرکے عیسائی بن جانے میں عافیت سمجھتے تھے۔ اس طرح شودر پریوار کو ایک مضبوط سہارے والی پناہ گاہ عیسائی مشنریز کی شکل میں مل گئی تھی۔

(5) راجے مہاراجے، بادشاہ، نواب، جاگیردار اور زمینداروں کو انگریزوں سے عوام پر ظلم وستم کرنے کا جیسے پیروانہ مل چکا تھا۔ انگریزوں کے یہ ہی نمک خوار عوام سے جبریہ مظالم کے ساتھ روپیہ روپیہ وصول کررہے تھے۔ انگریزوں کی جھولی بھرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لیے عیاشی کے سامان بھی مہیا کررہے تھے۔

(6) 1757ء میں انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے پہلا گورنر جنرل لارڈ کلائیو جب کلکتہ کے مرکزی دفتر میں آیا تو اس وقت اس کے آگے ہندوستان کے تمام راجے مہاراجے، بادشاہ، نواب، جاگیردار، زمیندار، شرفاء و امراء گھٹنے ٹیک چکے تھے۔ سارے اقتدار کے اعلیٰ حاکم و سلطان بھی صاحب فراش ہوچکے تھے۔ ان تمام ہندوستانیوں کے اندر مقابلہ کرنے کی حس مرچکی تھی۔ اب ذلت و رسوائی تمام ہندوستانیوں کا مقدر بن چکی تھی۔

(7) اربابِ اقتدار پنشن خوار نے صرف اپنی عیاشی و اوباش بھری زندگی کا سامانِ صرف حاصل کرنے کے لیے ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

(8) 1659ء میں بادشاہ شاہ شجاع بن شاہجہاں نے مداریہ سلسلے والوں کو جو مراعات سند محریہ دے رکھی تھی کہ جب ہندوستان میں لوگوں کی ہدایت و دین اسلام و تبلیغ کی غرض سے جاؤ تو سند تحریہ کے مطابق بہت سارے اختیارات مداریہ سلسلے کو حاصل تھے۔ اس مراعت سے لوگوں کو ہدایت دین اسلام کی تبلیغ کو لے کر انگریزی حکومت اور عیسائی مشنریز سے مداریہ سلسلہ والوں سے کشمکش جاری تھی کیونکہ بادشاہ شاہ شجاع نے ڈاکٹر باٹن سے خوش ہوکر 1659ء میں ایک سند تحریہ انگریزوں کو بھی لکھ دی تھی جس سے انگریزوں کو بہت بے پناہ مراعات حاصل ہوگئی تھی۔ جیسا کہ مورخ شیخ محمد اکرام نے رودکوثر صفحہ نمبر 517 پر لکھا ہے یہی کشمکش انگریزوں اور مداریہ سلسلہ اور عیسائی مشنریز سے تصادم کی شکل اختیار کرگئی تھی جو جنگ میں تبدیل ہوگئی۔

(9) 1763ء میں سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار خانقاہی سے انگریز حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کے عیسائی مشنریز کے گورنر جنرل لارڈ کلائیو سے جنگ شروع ہوگی۔ سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار نے انگریزی حکومت اور انگریز عیسائی مشنریز پر مسلسل حملے جاری رکھے ہوئے تھے اور یہ جنگی سلسلہ تقریباً ایک سو پچیس (125) سال چلا۔ انگریزی حکومت نے سب سے پہلے مداریہ سلسلے کے مرکز مکن پور کانپور کو تہس نہس کرکے آگ لگا دی اور مدرسہ فیضان العلوم کو اُجاڑ دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مداریہ سلسلہ کے ہزاروں تکیہ اور تکیہ داروں و خانقاہوں کو اُجاڑ کر تباہ و برباد کردیا۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ یہی سید شاہ تکیہ دار اس وقت بہت پڑھے لکھے ہوئے تھے اور انگریزوں کے سخت مخالف تھے۔ اگر پورے ہندوستان کا قدیم زمانے کے حساب سے سروے کیا جائے تو سوائے سید شاہ مداریہ تکیہ دار کے علاوہ دوسرا کوئی تعلیم یافتہ نہیں ملتا۔ ان کا کمال تو دیکھیے کہ پڑھے لکھے ہونے کے ساتھ ساتھ وقت کی نزاکت و حالات کے نباض بھی تھے۔ انگریزوں کے اقتدار میں آنے ساتھ ساتھ اور عیسائی مشنریز کے کارنامے کو دیکھتے ہوئے سید شاہ مداریہ تکیہ داروں نے ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ مذہب اسلام کو انگریزوں کے تسلط سے بچانا چاہتے تھے تاکہ عیسائی مشنریز مسلمانوں پر ہادی نہ ہونے پائے۔ جب ایسے حالات پیدا ہوجائیں تو جنگ کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں بچتا تھا اور جس طرح بے سروسامانی میں یہی سید شاہ مداریہ تکیہ داروں نے عیسائی مشنریز کی حکومت وقت انگریزوں

Scanned with CamScanner

سے مسلسل طویل جنگیں لڑی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں وہ بھی کسی عجوبہ سے کم نہیں۔
ضرورت اس بات کی ہے کہ ان سید شاہ مداریہ تکیہ داروں کے جنگی حالات کی کھوج و تلاش اور تحقیق کی جانی چاہیے کہ وہ مداریہ سلسلہ والے کس طرح بے سرو سامانی کے حالات میں انگریزی حکومت سے اتنی طویل جنگیں لڑی تھیں؟

(10) 1757ء سے لے کر سید شاہ مداریہ تکیہ دار کے جنگی حالات پر مسلم مورخوں نے ہمیشہ نظر انداز کیا ہی نہیں بلکہ سازس کے تحت پردہ ڈالنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ یہ سب کس سازش کے تحت کیا گیا تھا؟ اگر جو کچھ لکھا بھی گیا وہ غیر مسلموں نے لکھا ہے۔ مسلم مورخوں نے نہ جانے کیوں داراشکوہ کی تاریخ کے واقعات (سفینۃ الاولیاء، صفحہ 223 / 224) لکھا ہے اس کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے کیوں؟ داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مداریہ سلسلہ کے بانی سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ ہندوستان میں دوسرے سب سے بڑے اولیاء کرام تھے۔ شہنشاہ شاہجہاں نے زمانے میں پانچ چھ لاکھ لوگ عرس میں جمع ہوتے تھے یہ ہندوستان کا سب سے بڑا عرس ہوتا تھا۔ فیضان العلوم مکن پور سے بڑا کوئی دینی ادارہ دوسرا ہندوستان میں نہیں تھا۔ سید شاہ مداریہ تکیہ دار کے دینی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان کے اربابِ اقتدار کے تکیہ دار کو سرے سے خارج کیا جاسکتا ہے۔ پورے ہندوستان میں مداریہ سید شاہ تکیہ دار صرف دینی خدمات کی تبلیغ کے لیے مبلغ بنائے گئے تھے اور نہ ہی ان تکیہ داروں کی دینی خدمات کو انکار کیا جاسکتا ہے، سرے سے انکار کردینا سازنہیں تو پھر کیا ہے؟ سید شاہ مداریہ تکیہ دار کو گری ہوئی نظر و حقار سے دیکھنا برا تو ہے ہی گناہ عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ ہوسکتا ہے کہ تمہارے آباء و اجداد ان ہی سید شاہ مداریہ تکیہ دار خانقاہوں سے فیض حاصل کیے ہوں، دینی تعلیم حاصل کیے ہوں۔ اس زمانے میں سوائے تکیہ دار کے کہیں علم حاصل کرنے کے مراکز نہیں ہوتے تھے۔

(11) سید شاہ مداریہ تکیہ دار مجنوں شاہ میواتی سے لے کر سید شاہ الٰہی بخش تکیہ دار، سید موسیٰ شاہ تکیہ دار، سید چراغ شاہ تکیہ دار، سید محمد غوث تکیہ دار، سید گل محمد شاہ تکیہ دار، سید مسکن شاہ مداریہ تکیہ دار، سید احمد شہیدؒ تکیہ دار نہیں تھے تو یہ تمام لوگ پھر کون تھے؟ یہی وہ لوگ تھے جو انگریزوں سے مسلسل جنگیں لڑتے رہے۔ پورے ہندوستان میں انگریزوں اور عیسائی مشنریز کا کوئی جانی و مالی دشمن تھا تو وہ تھے سلسلۂ مداریہ کے تکیہ و خانقاہوں کے مولوی، حافظ، قاری، مفتی و مولانا، علماء و فضلہ، فقہہ کرام یہ سبھی

Scanned with CamScanner

انگریزوں کی نظر میں سب سے بڑے دشمن تھے۔ 1763ء سے لے کر 1900ء تک جتنے علماء کرام کو انگریزوں نے قتل کیا اور پیڑوں پر لٹکا کر پھانسیاں دی وہ سبھی سلسلہ مداریہ کے تکیہ دار خانقاہی علماء دین تھے کیونکہ 1866ء سے پہلے یہی تکیہ دار سید شاہ مداریہ کے خانقاہ کے علماء دین ہی دین اسلام کے خدمتگار تھے۔ 1866ء میں مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھی گئی تھی اور علمائے دیوبند کو تیار ہونے میں ایک لمبا وقت درکار تھا۔

(13) کل کا گذرا ہوا ماضی پوری قوم کی امانت کا سرمایہ تھا۔ جو موجودہ حال کے زمانے میں پوری قوم کے لوگوں کو اپنے آباء و اجداد کا قدیم آئینہ دکھاتا ہے جن کی روشنی میں ہم یہ جان کر سمجھ سکتے ہیں کہ ہماری قوم کے لوگ نہایت ہی تعلیم یافتہ اور بلند مرتبے والے تھے جو دوسری قوموں کے لیے فیض پہنچانے کا کام کررہے تھے اور دنیا والوں کے لیے فیض کی مثال قائم کر رکھی تھی کہ ہر کوئی ان سے مستفید ہوتے تھے۔ دینی، علمی، ثقافتی، روحانی علمی قوت کے مالک تھے اور دوسروں کو فیض پہنچانا اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔ لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم سے آراستہ کرنا ان کا محبوب مشغلہ و پیشہ تھا۔ انہی تعلیمی خدمات و خدمت خلق کی وجہ سے سماج میں سید شاہ تکیہ دار کو اونچا مقام حاصل تھا۔ لہٰذا آج اونچا مقام حاصل کرنے کے لیے تعلیم حاصل کرنا قوم کے ہر فرد پر فرض ہے تاکہ وہ خدمت خلق ادا کرسکے۔

1763ء میں تکیہ دار سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کی انگریزوں سے چھیڑی گئی جنگ مداریہ سلسلہ کی تباہی و بربادی کی وجہ بھی بن گئی اور حالات بد سے بدتر ہوتے چلے تھے۔ 125 سالہ جنگ نے تکیہ دار خانقاہوں کے سید شاہ کے حالات خراب ہوگئے اور مداریہ سلسلہ والوں نے اپنا سب کچھ گنوا دیا اور انگریزی حکومت نے چن چن کر مولوی، مفتی دین اور علماء کرام کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں انگریز سرکار جٹ گئی اور انگریزوں نے اعلیٰ مقام سے ادنیٰ منزل پر پہنچا دیا پسماندگی و تنزلی سے نکلنے کا واحد راستہ بچتا ہے کہ ہم اور ہماری قوم پھر سے تعلیم میں عبور حاصل کرے اور اونچا مقام حاصل کرے۔ اس کے لیے مشترکہ قومی پلیٹ فارم کی سخت ضرورت ہے جو جنگی حالات کی بنا پر پوری طرح بکھر گئی تھی پھر سے یکجا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ تکیہ دار سید شاہ ایک بار پھر سے کھویا ہوا مقام حاصل کرسکیں۔

داراشکوہ کا اولیاء کرام کا تجزیہ

مغل حکمرانوں اور تمام شہزادوں میں سب سے زیادہ قابل اور سب سے زیادہ پڑھا لکھا شخص صرف داراشکوہ ولد شاہجہاں تھا۔ ہندوستان کے تمام اولیاء کرام جو دین اسلام کی تبلیغ کررہے تھے، دعوتِ دین کے ذریعہ مذہب اسلام کو پھیلا رہے تھے اور پوری دنیائے عالم کو انسانیت کا پیغام اور اس کی شکل میں دے رہے تھے۔ ان نیک بخت اولیاء کرام کی تاریخ کو اور ان کی تاریخی ونسبی سلسلہ کو تاریخ کے اوراق میں داراشکوہ نے پیرو کر مجلد مرتب کردیا تھا اور رہتی دنیا تک علم و ادب کی شناخت رکھنے والے تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے خراجِ تحسین پیش کرتے رہیں گے۔

شہزادہ داراشکوہ کو علم و ادب میں عربی زبان و فارسی اور سنسکرت کے علم پر پوری طرح مکمل عبور حاصل تھا۔ پڑھنا لکھنا، شعر و شاعری اور خطاطی کو اپنے مشغلے میں شامل کیے ہوئے تھا۔ پڑھے لکھے لوگوں، عالم و علماء اور اولیاء کرام کی صحبتوں میں رہنا پسند کرتا تھا جو کہ اپنے وقت کے جید عالم و علماء ہوتے تھے جن کو علم پر عبور حاصل ہوتا تھا۔ خود کو داراشکوہ اپنے آپ کو "قادریہ سلسلہ" سے وابستہ کرنے کی وجہ سے صوفیانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اگر وہ مغل حکمرانوں میں نہ پیدا ہوتا تو بہت بڑا اولیاء اللہ والا صوفی ہوتا۔

شہزادہ داراشکوہ خود کو قادریہ سلسلہ سے وابستگی کو ظاہر کرنے کے باوجود دنیا کے خاص کر ہندوستان میں آئے تمام اولیاء کرام کے بارے میں مفصل تفصیل ان کا حسب ونسب کے ساتھ ایک تاریخی کتاب تحریر کیا۔ سفینہ اولیاء میں جمع کرکے ایک تحفہ مورخوں کے لیے مجلد تاریخ مرتب کردی۔

اولیاء کرام کے بارے میں جو رائے داراشکوہ نے تحریر کی ہے وہ دنیا والوں اور خاص کر مسلمانوں کے لیے انمول جواہر جمع کردیے ہیں کیونکہ اس وقت اولیاء کرام ہی پائے کے علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔ ان کے آپسی سلسلہ میں کسی بھی قسم کا اختلاف نہیں تھا نہ ہی داراشکوہ نے اختلافات کا ذکر کہیں پر کیا ہو، بلکہ سلسلہ والے کا اتحاد پر بڑا زور تھا اور جو ذکر میں بھی ملتا ہے وہ اتحاد کے لیے ملتا ہے۔ یہاں تک کہ شعیوں اور سنیوں کے عقائد میں زمین آسمان کا فرق ہونے کے باوجود سنیوں کے آگے شعیوں کی کوئی حیثیت مغل حکمرانوں کے سامنے نہ تھی۔ سنیوں وشعیوں میں شدید اختلاف ہونے کے باوجود آپسی ٹکراؤ کی شکل میں کہیں تاریخ میں ذکر نہیں ملتا۔ سلسلہ والے اولیاء کرام نے مسلمانوں کے تمام اختلافات کو ایک ہی صندوق میں جمع کرکے زمین کے بہت نیچے دفن کردیا تھا اور سلسلہ والے اولیاء کرام اتحاد کی ایسی مثال قائم کردی تھی کہ کسی قسم کے اختلافات کا نقطہ کہیں تاریخ میں نظر نہیں آتا نہ ہی کسی کو زیر و زبر کرنے کی تحریک کا ذکر ملتا ہے اور اتحاد کے سلاسل کی کوئی ایک بھی کڑی ٹوٹی ہوئی نہیں ملتی۔ سچائی یہ ہے کہ سبھی سلسلہ والے سنی مسلمانوں کو ایک اتحاد کی کڑی میں پرو دیا تھا۔ سلسلہ والے مسلمانوں نے اجتماعیت کی بہت بڑی مثال قائم کررکھی تھی نہ اس زمانے میں کوئی دیوبندی تھا، نہ ہی بریلوی، نہ کوئی اہلحدیث نہ کوئی جماعتی مسلمان تھا بلکہ ہندوستان میں اپنے آپ کو مثالی مسلمان بنا کر پیش کیا تھا اور سبھی سلسلہ والے سنی مسلمان کے نام سے جانے جاتے تھے۔

ہندوستان میں انسانیت کے نام پر شودروں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے اور انسانیت قریب مرگ ہوچکی تھی۔ ایسے حالات میں تمام سلسلہ والے اولیاء کرام نے جو دین اسلام پیش کیا اور خدمت خلق کی ایسی تحریک لوگوں کے سامنے پیش کی کہ مظلوموں کے اندر نئی روح پھونک دی۔ جو لوگ برہمنیزم کے ظلم سے تنگ تھے جو جانوروں سے بدتر زندگی جینے پر مجبور تھے وہی مظلوم مذہب اسلام میں داخل ہوئے جن کو فوری پناہ چاہیے تھی اولیاء کرام نے ان مظلوموں کو اپنا بھائی بنا کر اپنے گلے سے لگایا۔ سلسلہ والوں کی تحریک نے برہمنیزم کے شودروں سے چھوا چھات کی اونچ نیچ کی اور زمین پر موجود "بھگوان برہمن" کی ظالم کی کڑیوں کو توڑ دیا تھا۔ اعلیٰ اور ادنیٰ ذات پات کی تحریک کو ختم کردیا تھا کیونکہ مذہب اسلام میں ذات پات، اونچ نیچ، اعلیٰ و ادنیٰ کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ مذہب اسلام میں سبھی انسان برابر تھے۔ محمد ﷺ نے فرمایا کہ سبھی انسان آدم علیہ السلام اور حوا کی اولاد ہیں۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ مذہب اسلام نے انسانیت و خدمت خلق کے نام پر نفرت کی تمام اونچی دیواروں کو گرا دیا تھا اور سبھی انسانوں کو گلے سے لگایا۔ نہ گورے کو کالے پر فوقیت دی نہ کالے کو گوری پر فوقیت دی، نہ ہی عربی کو عجمی پر فوقیت دی نہ عجمی کو عربی پر فوقیت دی

Scanned with CamScanner

بلکہ پوری دنیا کے انسانوں کو انسانیت کے نام پر ہر ایک کو مسلمان کا بھائی قرار دیا اور اپنے سینے اور گلے سے لگایا۔ جبکہ ہندوستان میں اونچ نیچ، چھوا چھوت اور نفرت کی بڑی اونچی دیوار قائم کی گئی تھی جس کے لیے چار وارن بنائے تھے اور چار خانوں میں انسانوں کو بانٹ دیا گیا۔ اعلیٰ وادنیٰ شودر اچھوت کی وبا پورے ہندوستان میں مہلک مرض کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ ہندوستان میں برہمن خود اپنی پوجا کروا کر بھگوان بن کر دوسرے لوگوں سے بھی کرواتے تھے اور "پاوں" پیلگی کے نام پر لوگوں سے اپنے قدموں پر سجدے بھی کرواتے تھے۔ دوسری طرف شودر اچھوت کے نام پر ان کی زندگی جانوروں سے بدتر تھی وہ ایک غلام کی شکل میں زندگی جینے پر مجبور تھے اور ان غلام شودروں کی خرید وفروخت کی جاتی تھی۔ "قادریہ، مداریہ اور چشتیہ" سلسلہ والوں نے ہندوستان میں انسانی خدمات کو بنیاد رکھ کر خدمت خلق پر کام کرنا شروع کیا کہ تینوں سلسلہ والوں کے خدمات حلقہ بیان میں نہیں آسکتا۔ اگر تمام اولیاء کرام کی صوفیانہ زندگی پر تفصیل فرداً فرداً خدمت خلق کے بارے میں تحریر کیا جائے تو ہزاروں کتاب تیار ہوجائے گی۔ سلسلہ قادریہ، سلسلہ مداریہ اور سلسلہ چشتیہ کا حسب ونسب ایک ہی تھے۔ جس کا ذکر بڑی وضاحت کے ساتھ داراشکوہ نے سفینہ اولیاء میں لکھا ہے۔ قبیلہ قریش سے سید علوی شاہ تک کے حسب ونسب اور ان کی انسانی خدمات و دینی تحریک اور خدمت خلق کی تاریک دنیا کو تاریخی آئینہ دنیا والوں کو دکھایا ہے۔

شجرہ سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار کے آباء واجداد کا شجرۂ نسب

(سفینۃ الاولیاء صفحہ نمبر ۲۹)

شجرہ والد محترم کی جانب

عدنان
معد
نزاء
مضر
الیاس
مدرکہ
خزیمہ
کنانہ
نضر
مالک
فہد
غالب
لوی
کعب
مرہ
کلاب
قصیٰ
عبد مناف
ہاشم
عبدالمطلب
بن عبداللہ
محمدؐ

شجرہ والدہ محترمہ کی جانب

عدنان
معد
نزاء
مضر
الیاس
مدرکہ
خزیمہ
کنانہ
نضر
مالک
فہد
غالب
لوی
کعب
مرہ
کلاب
زہرہ
عبد مناف
وہیب
آمنہؓ

شجرہ سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ

(مراۃ المداری صفحہ نمبر ۸۸)

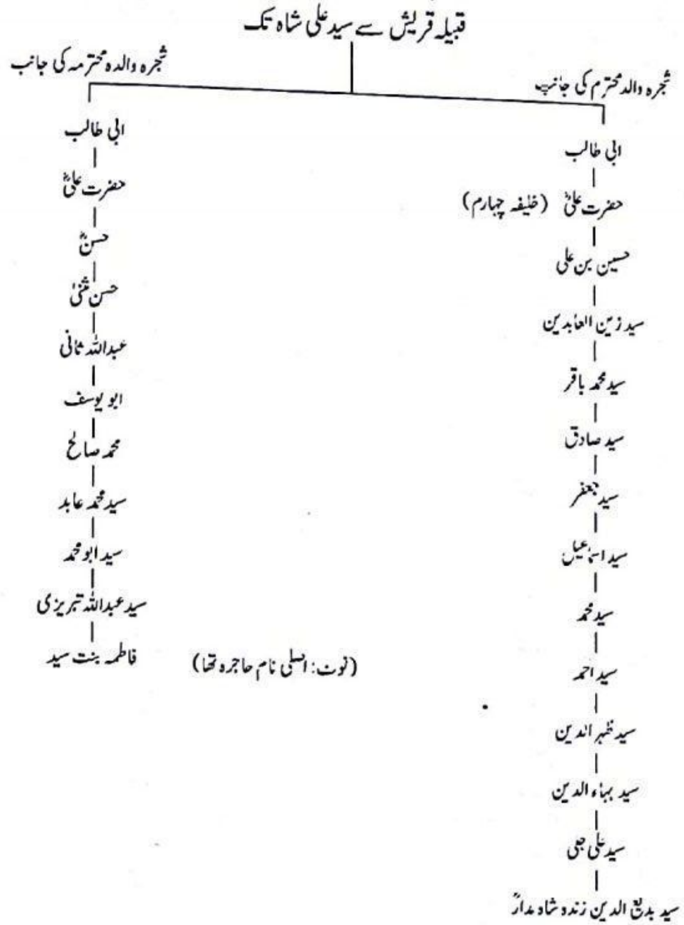

(۱) اخبار الاخبار، جلد 3 ص 81 (۲) مراۃ المداری، ص 88
(۳) مناقب الاولیاء (۴) خزینۃ الاصفاء، جلد نمبر 2، ص 311
(۵) منتخب العجائب قلمی، ص 5 (۶) مراۃ الانساب، ص 156 / 157
(۷) الکواکب الداریہ، ص 29 (۸) سفینۃ الاولیاء، ص 236

(۱) قادریہ سلسلہ:

کتاب سفینۃ الاولیاء، صفحہ نمبر 52 پر داراشکوہ نے لکھا ہے کہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ اور صفحہ نمبر 60 پر غوث الثقلین عبدالقادر جیلانیؒ الحسنی والحسینی کا ذکر بالکل آئینہ کی طرح صاف تحریر کیا ہے جو کہ قادریہ سلسلہ کی مکمل تاریخ ہے۔

(۲) مداریہ سلسلہ:

داراشکوہ نے اپنی کتاب سفینۃ الاولیاء میں صفحہ نمبر 223 پر تحریر کیا ہے کہ سید بدیع الدین آپ کا نام تھا اور شاہ مدارؒ آپ کا لقب تھا۔ شیخ محمد طیفور شامیؒ کے مریدین میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ و طریقیت اور باطنی نسبت درازی عمری یا اور کسی دوسرے سبب کی بنا پر پانچ چھ واسطوں سے آنحضرتﷺ تک منتہی ہوتی ہے۔ آپ سے خوارق عادات اور کرامات کا ظہور ہوا۔

حضرت سید بدیع الدین شاہ مدارؒ کا درجہ اتنا بلند ہے کہ احاطہ بیان میں نہیں آسکتا ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ بارہ سال تک آپ نے کچھ نہیں کھایا جو لباس آپ نے ایک دفعہ زیب تن فرمالیتے تھے اسے دوبارہ دھونے کی ضرورت نہ تھی ہمیشہ صاف ستھرے رہتے تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخبار، صفحہ نمبر 81 ''ج 2 '' پر تحریر کیا ہے کہ آپ کی مقام مدنیت تک رسائی تھی یہ مقام سالکین کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ حسن و جمال عطا کیا تھا کہ جو آپ کو دیکھ لیتا سربسجود ہوتا اس لیے آپ ہمیشہ نقاب پوش رہتے تھے۔

آپ نے 17 جمادی الاول 840 ہجری میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مکن پور میں ہے۔ یہ موضع قنوج کے مضافات میں سے ہے (کانپور، یوپی) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ہر سال جمادی الاول کے مہینے میں آپ کے عرس کی تقریب منائی جاتی ہے جس میں پانچ (5) چھ (6) لاکھ آدمیوں کی شرکت ہوتی ہے اور دور دور سے زائرین آتے ہیں اور نذر و نیاز پیش کرتے ہیں۔ آج بھی اتنی مدت گزر جانے کے باوجود عجیب و غریب واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

نوٹ :

(۱) داراشکوہ نے ان چاروں سلسلہ والوں کو چار حصوں میں بانٹ دیا ہے کہ کس کے کتنے فالور و ماننے والے ہیں۔ اہل ہنود کے چار حصوں میں نصف حصہ یعنی کہ 2 حصے کی آبادی کے اشراف تو غوث الثقلین حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے حلقے ارادت میں داخل ہیں۔

(۲) آدھے کا آدھا حصہ یعنی ایک حصہ میں سید بدیع الدین شاہ مدار کے مریدوں میں شمار ہوتا ہے جن میں خاص بھی ہیں اور زیادہ تر عام عوام کے اجلاف بھی ہیں۔

(۳) ایک چوتھائی کے ایک حصہ میں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری کے مریدوں پر مشتمل ہیں اور اسی حصہ میں ایک چوتھائی کے آدھا حصہ پر حضرت مخدوم بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے ارادت مندوں کا ہے۔

سلسلہ چشتیہ:

داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء صفحہ نمبر 117 پر لکھا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ حسینی سادات تھے۔ آپ کی تبلیغ اسلام کے صدقے میں لاتعداد کفار اور مشرکین دولت اسلام سے مالا مال ہوگئے جو لوگ اسلام نہیں لائے وہ بھی حضرت سے دلی محبت و عقیدت رکھتے تھے اور تحفہ و تحائف اور ہدایہ بھیجتے تھے۔ آج تک یہ دستور چلا آرہا ہے کہ کفار و مشرکین آپ حضرت کی زیارت کے لیے کشاں کشاں آتے ہیں اور خادم و مجاور بن کر نذر و نیاز پیش کرتے ہیں اور بہت سے تاریخی واقعات آپ سے منسوب ہیں۔

تجزیہ داراشکوہ:

داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں صفحہ نمبر 223/224 پر چاروں اولیاء کرام کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سب سے زیادہ ماننے والے فالور غوث الثقلین حضرت شیخ محمد محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے تھے۔ اس طرح سلسلہ قادریہ تعداد کے حساب سے سب سے اوپر اور بڑا سلسلہ تھا جن میں اشراف تھے۔ اس کے بعد سید بدیع الدین شاہ مدارؒ کا پورے ہندوستان میں بڑا زور تھا ان کے فالور اور ماننے والوں میں اشراف بھی تھے اور کثیر تعداد میں اجلاف تھے۔ اس طرح اشراف و اجلاف دونوں موجود تھے۔ ہر سال جمادی الاول کے

Scanned with CamScanner

مہینے میں آپ کے عرس کی تقریب منائی جاتی ہے جس میں پانچ (5) چھ (6) لاکھ آدمیوں کی شرکت ہوتی ہے اور دور دور سے زائرین آتے ہیں اور نذر و نیاز پیش کرتے ہیں۔ اس طرح پوری دنیا میں سید بدیع الدین شاہ مدارؒ کے ماننے والے سلسلہ قادریہ کے بعد دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں سید بدیع الدین شاہ مدارؒ کا مرتبہ اور ماننے والے فالور سب سے زیادہ تھے جن میں اشراف اور اجلاف امیر و غریب سبھی شامل تھے بقیہ نصف کے نصف میں خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ کے مریدوں و حضرت مخدوم بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے ارادت مندوں کا ہے۔

داراشکوہ کا تجزیہ فالور ماننے والے لوگ

سفینۃ الاولیاء، صفحہ نمبر 224 /223

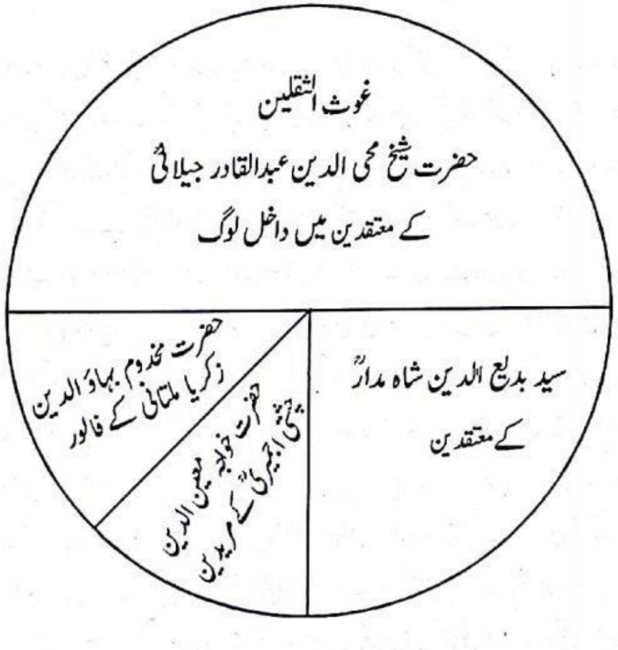

نوٹ :

مغل شہزادہ داراشکوہ ولد شاہجہاں نے سید بدیع الدین شاہ مدارؒ مکن پور کانپور کا جو تجزیہ دو لفظوں میں کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے کہ سید بدیع الدین شاہ مدارؒ اولیاء کی مزار پر پانچ، چھ لاکھ لوگوں کا ہجوم عرس میں شامل ہوتا تھا اور یہ ہندوستان میں تمام اولیاء کرام کا سب سے بڑا عرس ہوتا تھا جو اس زمانے کی تاریخ میں اپنی مثال آپ تھا۔ (حوالہ سفینۃ الاولیاء، 223/224)

1659ء میں شاہ شجاع نے جہاں انگریزوں کے نگراں باٹن کو سند محررہ میں بہت سی مراعات دے رکھی تھی وہیں پر 1659ء میں ہی شاہ شجاع بن شاہجہاں نے سلسلہ مداریہ والوں کو ہدایت دین اسلام کی تبلیغ کے لیے ایک سند محررہ دے رکھی تھی جو کہ اشاعت دین کے لیے تھا اور سند محررہ میں سلسلہ مداریہ کو بہت سی مراعات حاصل تھیں۔

انگریزوں اور عیسائی مشنریز اور مداریہ سلسلہ کو جو مراعات مغل بادشاہ شاہ شجاع نے دی تھی اس کو لے کر دونوں کے درمیان 1659ء سے کشمکش جاری تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ انگریز حکومت کی عیسائی مشنریز عیسائیت مذہب کا پرچار کرکے لوگوں کو عیسائی مذہب قبول کروا کر عیسائی بنا رہے تھے اور سلسلہ مداریہ والے بھی مذہب اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے اور تکیہ سے مبلغین بھیجے جاتے تھے۔ جیسا کہ شاہ شجاع بن شاہجہاں نے اپنی مراعت میں لکھا تھا اور ہر وقت ہر لمحہ مداریہ سلسلہ اور انگریزوں کے درمیان ٹکراؤ کی صورت بنی ہوئی تھی جو بعد میں جنگ کی شکل اختیار کر گئی۔ 1659ء میں دی گئی انگریزوں کی مراعت کی وجہ سے انگریز بہت طاقتور ہوگئے۔ 1757ء میں جنگ پلاسی کے بعد انگریز اپنے آپ کو حکمران بنا کر پیش کیا۔ تجارت کی غرض سے آئے انگریز ہندوستان پر اپنی مکاری سے قبضہ کرلیا اور حاکم وقت بن گئے۔ 1763ء سے لے کر انگریز 1947 تک اپنے دشمن نمبر 1 سلسلہ مداریہ کو تلاش کر ان پر عتاب بن کر انگریز نازل ہوتے رہے۔ یہاں بھی مداریہ سلسلہ والے عالم دین، مولوی، حافظ، قاری، مفتی، عالم و علماء اور معلم ملے سبھی کو پکڑ کر پیڑوں پر لٹکا کر پھانسی پر چڑھا دیا۔ انگریزوں نے دینی مرکز مکن پور کانپور فیضان العلوم آگ لگا کر انگریزوں نے پوری طرح دینی مرکز کو تباہ و برباد کردیا تا کہ پھر دوبارہ آباد نہ ہوسکے۔ اگر دینی و تبلیغی ادارہ دوبارہ آباد ہوجاتا تو پھر سے دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا کام شروع ہوجاتا اور انگریزوں سے پھر ٹکراؤ جاری رہتا لہٰذا دوسرے ہندوستانی بھی انگریزوں کی سازش میں شامل تھے۔ نہیں تو کیا وجہ تھی کہ مکن پور کو انگریزوں نے کیوں تباہ و برباد کیا؟ اور سلسلہ مداریہ کے تکیہ داروں کو خاک میں کیوں ملا دیا؟ اصل سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بہت سارے سلسلہ والے

اولیاء کرام ہندوستان میں تھے اور آج بھی ہیں، انگریزواں نے انھیں کیوں ہاتھ نہیں لگایا؟ ان کو کیوں تباہ و برباد نہیں کیا؟ ہندوستانی عوام کے سامنے تحقیق کا سوال باقی رہ جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دوسرے سلسلہ والے کے مرکز سے تبلیغ کی غرض سے لوگوں کی ہدایت کے لیے معلم و مبلغ نہیں بھیجے جاتے تھے نہ ہی انگریز حکومت اور عیسائی مشنریز سے کسی قسم کا ٹکراؤ تھا۔ انگریزوں اور سلسلہ مداریہ کے درمیان دینی تعلیم اور اشاعت اسلام کو لے کر عیسائی مشنریز اور انگریزوں حکومت سے ٹکراؤ شروع ہوا جو بعد میں جنگ میں تبدیل ہوگیا اور یہی جنگی اسباب تھے جس کی وجہ سے مرکز مکن پور تباہ و برباد ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ مداریہ کے تکیہ و خانقاہ بھی برباد ہوگئے اور سید مداریہ خاندان بھی نیست و نابود ہوگیا۔ پھر دوبارہ مرکز مکن پور اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت و بلند عظمت اور اپنی حیثیت نہ پاسکا۔ انگریزوں نے اپنی رہتی سرکار میں ہمیشہ سلسلہ مداریہ و تکیہ دار کو اپنا دشمن نمبر ایک گردانا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں نے سلسلہ مداریہ کے تکیہ دار خانقاہوں کو تلاش کر چن چن کر مارا اور پھانسیوں پر لٹکایا۔ پورے سلسلہ مداریہ کو تباہ و برباد کرکے انگریزوں نے رکھ دیا۔ جس کا ثبوت آج کے تباہ حال مداریہ سلسلہ وا تکیہ دار خانقاہ پسماندگی کی راہ گزر پر پہنچ گیا ہے۔

اللہ والے کون تھے؟

اللہ والے کیسے ہوتے ہیں؟ جن کو اولیاء اللہ والا کہا گیا ہے۔ یہی لوگ صرف ایک اللہ سے لو لگاتے ہیں اللہ سے صرف حقیقی محبت کرتے ہیں۔ ایک اللہ کی وحدانیت کی تبلیغ کے لیے مرکز قائم کرتے ہیں جن کو تکیہ کہا جاتا تھا جہاں سے ایک اللہ کی تبلیغ کی جاتی تھی اور وہاں سے تبلیغ کے لیے مبلغ بھیجے جاتے تھے جو اللہ کے لیے گھوم گھوم کر اللہ کی خوبیاں بیان کرتے تھے اور لوگوں کو تعلیم دیتے تھے کہ کل کائنات کا مالک صرف ایک اللہ ہے اور تکیہ کے مبلغ زبردست نعرہ لگاتے تھے "لا الـــہ الا الـلّٰــہ" کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں "محمد رسول اللّٰہ" اور محمد ﷺ اللہ کے رسول اور اللہ کی خوبی بتاتے۔ ہماری اللہ کے آگے کوئی حیثیت نہیں اللہ صرف "کُن و فیکن" جیسے کہے گا وہ کام ہوجائے گا اس طرح پوری دنیا صرف اللہ کے حکم "کُن و فیکن" کے محور کے گرد ناچتی ہے گھومتی ہے گردش کرتی ہے کہ دنیا قائم و دائم رہے اسی "کُن و فیکن" کے آگے ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

گوشہ تنہائی کیا ہے؟

اللہ والے گوشہ تنہائی میں اللہ سے روتے وگڑگڑا کر روتے ہیں کیونکہ یہ حق کو پہچانتے ہیں۔ عبادت و ریاضت گوشہ تنہائی میں رو رو کر کرتے ہیں اسے کے آگے رکوع و سجدہ کرتے ہیں۔ دنیاوی زندگی و آخرت کے لیے گناہوں کی معافی تلافی کرتے ہیں اور اپنی تمام حاجات بھی اسی ایک اللہ سے طلب کرتے ہیں کہ جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے مجھ سے مانگ تجھے کیا چاہیے، مجھ سے مانگ آزما کے دیکھ، میں تجھ کو دیتا ہوں کہ نہیں؟

غارِ حرا کیا ہے؟

غارِ حرا میں محمد ﷺ گوشہ تنہائی میں ایک اللہ کی عبادت و ریاضت میں دنیا سے غافل ہوجاتے تھے اور مشغول عبادت میں کھو جاتے تھے۔ تنہائی میں راہِ حق کی تلاش میں نکلنا اور گوشہ تنہائی میں صرف اللہ سے رجوع ہونا غارِ حرا رہتی دنیا تک مثل راہ ہے کہ لوگ گوشہ تنہائی میں اللہ سے محبت کی خاطر جیسے عشق کی تلاش میں معشوق پاگل ہوجائے اسی کو عشق الٰہی کہتے ہیں۔

اعتکاف کیا ہے؟

گوشہ تنہائی میں اللہ سے محبت کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ رمضان المبارک میں پورا قرآن نازل ہوا اس اللہ کی کتاب کو لوگ پڑھتے ہیں تاکہ ثواب پائیں۔ دن میں روزہ بھی رکھتے ہیں اور طاق راتوں میں اللہ سے اپنی مغفرت کی دعائیں بھی کرتے ہیں۔ پہلے زمانے میں گوشہ تنہائی مغفرت کا خاص ذریعہ ہوتے تھے اور آج وہ رسم بن کر رہ گئے ہیں۔

اس تیز رفتار بھاگم بھاگ زندگی میں لوگوں کو چاہیے کہ خود تھوڑی دیر کے لیے خود سے سوال کرے کہ اس کو پیدا کرنے والا کون؟ دنیا میں وہ کیوں اور کس لیے آیا ہے؟ اس کی زندگی کی مدت کیا ہوگی؟ آج وہ کیا کررہا ہے، اس کا انجام کیا ہوگا؟ ہر مسلمان کو چاہیے کہ صرف ایک بار گوشہ تنہائی میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوجائے اور دنیا کو بھول کر اس کے آگے روئے گڑگڑائے۔ اسی اللہ کے آگے رکوع و سجدہ کرے اور دنیا و مافیا سے بالکل غافل ہوجائے تو اس کے دل و دماغ میں ایک الگ قسم کی لذت محسوس کرے گا اور اس لذت کو

پانے کے لیے ہمیشہ یہ عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اللہ کی خوشنودی پانے کے لیے یہی کام طبیعت بار بار کرنے کو کہے گی۔ اللہ کے آگے رونے اور گڑگڑانے سے عشق کی لذت دوبالا ہوجاتی ہے اور دل و دماغ کو بڑا سکون ملتا ہے۔

تہجد کیا ہے؟

دنیا والوں کے سامنے پانچ وقت کی نماز پڑھنا ان پر فرض ہے اور ہر مسلمان کو اپنے فرض سے غافل ہونا سخت جرم ہے یہاں تک کہ نماز کے اوقات میں جو کام کیا گیا وہ سب حرام ہے۔ جیسے سور حرام، شراب حرام ایسے ہی نماز کے اوقات میں جو کام کیا وہ بھی حرام۔ تو حرام چیزوں سے بچنے کے لیے مسلمانوں کو کہا گیا ہے اگر مسلمان حرام کھائے، حرام سے بنائے، حرام پہنے، حرام بستر پر سوئے تو مکمل وہ حرام میں ڈوب گیا اور انجام بڑا بھیانک ہوگا اس لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کے لیے مسلمان کو آسان راستہ دے دیا کہ پانچ وقت کی نماز مسلمانوں پر فرض کردی ہے اور کہا ہے حکم دیا مسلمانوں کہ حرام کھا کر حرام پی کر میرے گھر مسجد میں نہ آئیں، ممانعت کردی ہے کہ ایسے لوگ میرے گھر سے دور رہیں۔ ایک نماز فرض سے دوسری نماز فرض کے وقفہ میں انجانے میں اگر چھوٹے موٹے گناہ خفیہ سرد ہوگئے اور وہ حقوق اللہ سے متعلق ہے تو اللہ معاف کردے گا وہ اس کا وعدہ ہے۔ اس طرح ایک مسلمان کی پانچ بار مغفرت ہوتی ہے۔ اور دوسری مثال تہجد کی نماز۔ تہجد کی نماز کیا ہے؟ یہ بھی جاننا ضروری ہے۔ جب پوری دنیا سوجاتی راحت کی نیند میں دنیا سے گم ہوجاتی ہے تو کچھ لوگ دنیا کی تنہائی میں نیند سے اٹھ کر تہجد کی نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ اللہ سے تنہائی میں رجوع ہوکر اللہ سے مخاطب ہوجاتے ہیں اور اللہ اپنے بندے سے مخاطب ہوجاتا ہے۔ بندہ رکوع و سجدہ میں رو رو کر گڑگڑاتا ہے اللہ سے تو اللہ تعالیٰ بندے کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہوجاتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوشی خوشی اپنے آگے رونے والے بندے کی حاجت پوری کردیتا ہے۔

کوہِ طور کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کی جگہ تھی جو رہتی دنیا تک اپنی مثال آپ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے بندے

Scanned with CamScanner

سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس کی مثال کوہِ طور وہ جگہ ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ، موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے پہنچ جایا کرتے تھے اور پہنچ کر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے تھے۔ ہم کلام ہوتے ہوتے موسیٰ علیہ السلام، اللہ کو دیکھنے کے لیے جب دیدار، عشق بہت بڑھ گیا یہاں تک حد سے تجاوز کرگیا اور اللہ کی ایک جھلک پانے کے لیے عاجزی کرنے لگے رونے وگڑگڑانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بہت منع کیا کہ تم میری جھلک برداشت نہ کرپاؤ گے لیکن دیدار عشق موسیٰ علیہ السلام کا سر چڑھ کر بول رہا تھا اصرار پر اصرار کرتے جارہے تھے کہ بس ایک جھلک دکھا جا۔ اللہ تعالیٰ رونے وگڑگڑانے اور عاجزی کرنے والے کو جیسے ہی ایک جھلک دکھائی کوہِ طور راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوگیا۔ کوہِ طور ریزہ ریزہ ہوکر بھسم ہوچکا تھا اور موسیٰ علیہ السلام اللہ کے دیدار عشق میں بے ہوش ہوکر گر پڑے اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دیدار عشق کی ایک جھلک برداشت نہ کرپائے اسی کو عشق الٰہی کہتے ہیں۔ پورے ہندوستان میں تکیہ و خانقاہ والے یہی عشق الٰہی لوگوں کو سکھاتے تھے کہ کس طرح اللہ سے محبت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حاجت پوری کردے اور اللہ والے صوفیا کرام و اولیاء کرام نے جو جو دعائیں اپنے وقت میں مانگی تھی ان دعاؤں کے اثرات آج بھی قائم ہیں حالانکہ تکیہ دار اور خانقاہ والے سید شاہ اُجڑ گئے ہیں ان کے تکیہ، خانقاہ اور چلّے صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں صرف ٹوٹی پھوٹی داستان ہی باقی رہ گئی ہے۔

نفرت کی دیوار گرادی:

محمد ﷺ کفار قریش میں اعلیٰ خاندان و اعلیٰ قبیلے میں پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کے والد محترم کا نام عبداللہ بن عبدالمطلب تھا جو قبیلہ قریش کے سردار تھے اور ماں کا نام آمنہ وہیب تھا اور ولادت کے بعد والدہ نے آپ کا نام محمد رکھا۔ تاریخ سیرت ابن ہشام، صفحہ نمبر 226 سے لے کر 232 تک تحریر کیا ہے۔ مورخ ابن ہشام نے جن واقعات کو قلم بند کیا ہے وہ نہایت ہی اہم ہیں اور غور وفکر کا مقام بھی رکھتا ہے۔ جو لوگ نفاق کا بیج بوکر اپنے ہی اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کرنے پر تلے ہوتے ہیں اور قومی اجتماعت کو دن رات توڑنے کی فکر میں کوشاں رہتے ہیں ان لوگوں کے لیے سبق آموز بھی ہے۔ وہی لوگ اس واقعہ پر ضرور غور وفکر کریں اور خود فیصلہ کریں کہ جس قبیلے میں محمد ﷺ پیدا ہوئے وہ مکہ کا سب سے مہذب و اعلیٰ قریش قبیلہ تھا۔ عبداللہ بن عبدالمطلب کے نطفہ سے آمنہ زوجہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے بطن سے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ لیکن

جس ماں کا دودھ پیا (حلیمہؓ کا دودھ) وہ خون بن کر محمد ﷺ کی رگوں میں دوڑتا وہ بہت ہی غریب، مسکین، لاغر و کمزور'' آرازیل'' قبیلے کے لوگ تھے۔ دودھ پلانے والی'' ماں'' حلیمہ بنت ابی ذویب بنی سعد بن بکر کے قبیلے کی تھیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن کو'' عرب میں رازیل قبیلہ سمجھا جاتا تھا۔''

آرازیل قوم عرب میں :

ابی ذویب بنی سعد بن بکر کے قبیلہ کی عورتیں دودھ پلانے کے پیشے میں شامل تھیں اور بچوں کو دودھ پلاکر پورے سال بھر کی روزی و روٹی کا انتظام کرلیا جاتا تھا۔ آگے مورخ نے'' سیرت ابن ہشام'' میں لکھتا ہے کہ بنی سعد بن بکر کی چند عورتیں اپنے شوہر اور اپنے شیر خوار بچے کو لے کر دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں نکلیں۔ انھوں نے کہا وہ زمانہ قحط کا تھا اور ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک بھوری بکری سبزی مائل گدھی پر نکلے اور ہمارے ساتھ بوڑھی اونٹنی بھی تھی جس سے اللہ کی قسم ایک قطرہ دودھ نہیں مل سکتا تھا۔ ہمارا حال یہ تھا کہ ہمارے بچے بھوک سے روتے بلکنے کے سبب ہم اور ہمارے لوگ تمام رات نہیں سو سکتے تھے کہ ہم بھی بھوکے تھے۔ میری چھاتی میں اتنا دودھ نہیں تھا کہ اس کو پلانے کے لیے کافی ہوتا۔ ہماری بوڑھی اونٹنی کے پاس کچھ بھی دودھ نہیں تھا جو اس کے ناشتے کے کام آئے۔

وقت و حالات :

تاریخ سیرت ابن ہشام غرض میں اپنی اس لاغر گدھی پر نکلی تو وہ تھک گئی تھی اس وجہ سے ہم قافلے سے پیچھے رہ گئے اور اس کی کمزوری اور دبلا پن ان لوگوں پر بار ہوگیا۔ یہاں تک کہ ہم دودھ پینے والے بچوں کی تلاش کرتے ہوئے مکہ آگئے۔

نوٹ :

تاریخ سیرت ابن ہشام نے لکھا ہے کہ ہم میں کوئی بھی عورت ایسی نہ تھی جس کے پاس رسول ﷺ کو پیش نہ کیا گیا ہو۔ لیکن جب ان سے کہا جاتا تھا کہ آپ یتیم ہیں تو آپ کو لینے سے انکار کرتی۔ اس لیے کہ ہم لوگ بچے کے باپ کی طرف سے نیک سلوک کے انعام و اکرام کی کافی امید رکھتے تھے اور کہتے تھے

Scanned with CamScanner

کہ یتیم ہے تو اس کی ماں اور داد سے حسن سلوک کے انعام و اکرام کی کیا امید کی جاسکتی ہے؟ اس لیے ہم آپ کو لینے کو پسند نہ کرتے تھے۔ میرے ساتھ آئی تمام عورتوں میں سے بجز میرے کوئی عورت باقی نہ تھی۔ جس نے کوئی نہ کوئی شیر خوار بچہ دودھ پلانے کے لیے نہ لے لیا ہو۔

مجبوری کے باعث:

تمام دودھ پلانے والے عورتوں کو بچہ مل گیا تھا۔ تاریخ سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ سبھی نے اپنے اپنے لیے بچہ لے لیا تھا کہ بچوں کے والدین ضرورت سے زیادہ انعام و اکرام سے نوازیں گے۔ صرف یتیم بچہ ہی باقی رہ گیا تھا۔ حلیمہ کے شوہر نے کہا کہ اے حلیمہ اللہ کی قسم بات کو خوب سمجھ لو کہ تم نے ایک نیک ذات مبارک کو پایا ہے۔ انھوں نے کہا اور میں نے جواب دیا اللہ کی قسم مجھے یہی امید ہے اور پھر واپسی سفر کے لیے نکل پڑے۔ حلیمہ اپنی گدھی پر سوار ہوگئی اور آپ محمد ﷺ کو بھی اپنے ساتھ گدھی پر سوار کرالیا۔ اللہ کی قسم پھر تو گدھی قافلے سے آگے نکل گئی۔ قافلے والوں کے گدھوں میں سے کوئی اس گدھی کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ یہاں تک کہ میرے ساتھ والیاں مجھ سے کہنے لگیں کہ اے ابو ذویب کی لڑکی اے حلیمہ تجھ پر افسوس کہ ہماری خاطر ذرا درمیانی چال چل کیا یہ تیری وہ گدھی نہیں ہے جس پر تو گھر سے نکلی تھی۔ میں ان سے کہتی ہوں کیوں نہیں یہ تو وہی گدھی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ اللہ کی قسم اس کی حالت ہی کچھ اور ہے۔ حلیمہ نے کہا کہ پھر ہم بنی سعد کی بستیوں میں اپنے اپنے گھر آئیں اور اللہ تعالیٰ کی سرزمین میں کسی ایسی سرزمین کو میں جنہیں جانتی جو اس سے زیادہ قحط زدہ ہو۔ لیکن باوجود اس کے کہ جب ہم آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لائے تو بکریاں چراگاہ سے شام میں دودھ سے خوب بھری ہوئی تھی اور سیر ہوکر واپس آئیں اور ہم بکریوں سے عودھ نکالتے اور پیتے اور دوسرے لوگوں میں سے اور کسی شخص کی بکریوں میں ایک قطرہ دودھ نہ تھا۔ بکریوں کے تھن ''چھاتیاں'' بالکل خالی تھیں۔

اعلیٰ و ادنیٰ کی دیوار گری:

کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ محمد ﷺ کی رگوں میں دو ماؤں کو خون نہیں دوڑ رہا تھا۔ سوال یہ ہے کہ اعلیٰ و ادنیٰ دونوں ماؤں کا خون محمد ﷺ کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ تو لوگ محمد ﷺ کی تقسیم اونچ نیچ کے نام پر کیسے

کریں گے؟ جبکہ اعلیٰ نسب قبیلہ قریش کی حضرت آمنہ کے بطن سے محمد ﷺ پیدا ہوئے اور دوسری ماں آرازیل حلیمہ جن کی چھاتیوں کا دودھ پی کر محمد ﷺ پروان چڑھے تھے۔ دونوں ماؤں میں یہ فرق ضرور تھا کہ ایک اعلیٰ نسب قبیلہ قریش کی حضرت آمنہ تھی جن کے بطن سے آپ ﷺ پیدا ہوئے، اپنے لخت جگر کو دودھ پلانے والی عورت کو دے دیا۔ دوسری ماں دودھ پلانے والے حضرت حلیمہؓ تھیں جو اُجرت پر اپنی چھاتیوں کا دودھ پلاتی تھیں اور دودھ پلانے کے واسطے اُجرت پر محمد ﷺ کو لیا تھا اور ماں حلیمہؓ کی گود میں ماں حلیمہؓ کا دودھ پی کر محمد ﷺ پروان چڑھتے تھے۔ جبکہ محمد ﷺ ماں حلیمہؓ کی ایک ہی چھاتی کا دودھ پیتے تھے اور دوسری کا دودھ اپنے دودھ شریک رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ اس طرح محمد ﷺ کا دودھ شریک بھائی بھی تھا۔ ماں آمنہ اور ماں حلیمہ دونوں ماؤں کا خون محمد ﷺ کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ جو لوگ مذہب اسلام میں اونچ نیچ اور اعلیٰ و ادنیٰ کا بیج بوتے آرہے ہیں وہی لوگ حسب و نسب کے ذریعہ دودھ پلانے والی ماں حضرت حلیمہ کو کیا کہیں گے؟ اور محمد ﷺ جس نے ماں حضرت حلیمہؓ رازیل کا دودھ پیا اعلیٰ ادنیٰ کا بیج بولنے والے محمد ﷺ کو کیا کہیں گے؟ کیا نطفہ کے نظریہ سے اعلیٰ اور دودھ پینے کے نظریہ سے کوئی مسلمان دنیا میں محمد ﷺ کو ادنیٰ کہہ سکتا ہے؟ نوٹ کرنے والی بات ہے کہ قرآن میں بھی کہا گیا ہے کہ محمد ﷺ کل کائنات کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ محمد ﷺ اعلیٰ خاندان کی ماں حضرت آمنہ کی گود میں پیدا ہوکر ارازیل ماں حضرت حلیمہؓ کا دودھ پی کر اونچ نیچ کی کھائی کو پیدا ہوتے ہی پاٹ دیا تھا اور دونوں ماؤں نے اعلیٰ و ادنیٰ حسب و نسب کی دیوار کو مسلمانوں کی خاطر ہمیشہ کے لیے گرا دیا تھا۔ ایک واقعہ کو تاریخ داں اور علماء بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جب ماں حلیمہؓ، محمد ﷺ سے ملنے آئی تو اپنے سر کا رومال اُتار اور پہلے بچھا دیا اور پھر ماں حلیمہؓ کو اس پر بٹھایا۔ اپنے آخری خطبہ میں محمد ﷺ نے لوگوں کو مخاطب ہوکر لوگوں سے فرمایا کہ گورے کو نہ کالے پر اور نہ کالے پر گورے کو فوقیت حاصل ہے نہ ہی عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر فوقیت و فضیلت حاصل ہے۔ کسی بھی انسان کو کسی انسان پر فضیلت حاصل نہیں ہے بلکہ اللہ کے نزدیک سب سے اعلیٰ وہ ہے جو متقی و پرہیز گار ہوگا۔ اس طرح محمد ﷺ نے حسب نسب اور اعلیٰ و ادنیٰ کی تمام دیوار گرا کر اونچ نیچ کی کھائی کو پاٹ دیا تھا اور فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اس طرح مسلمانوں کی اجتماعی طاقت کو مفتیان دین مضبوط سے مضبوط کرنے کے بجائے مسلمانوں کے اتحاد کی اجتماعیت کو کیوں ختم کرنے پر تلے ہیں؟ کیا اب بھی اونچ نیچ اعلیٰ ادنیٰ کے برہمن ذہنیت کے لوگوں کو مذہب اسلام میں گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

Scanned with CamScanner

دوسرا واقعہ دودھ شریک ارازیل بہن کی گرفتاری کا:

ایک اور واقعہ پر نظر ڈالیں تو آپ کو کیسا محسوس ہوگا؟ آئینہ تاریخ میں صفحہ 174 پر مورخ مختار احمد اویسیہ نے لکھا ہے کہ جب جنگ حنین میں 6 ہزار عورتیں، 24 ہزار اونٹ، 40 ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی (ایک اوقیہ برابر 2½ تولے ہوتا ہے) اور سب سے اخیر میں ایک عورت گرفتار کرکے لائی گئی تھی جو حضرت حلیمہؓ ارازیل کی بیٹی ''شیما'' تھی جو محمد ﷺ کی دودھ شریک بہن ''شیما'' تھی۔ محمد ﷺ اپنے دودھ شریک بھائی اور رضائی بہن کو بڑے عزت و احترام کرتے تھے۔ اس کی مثال اوپر بھی تحریر ہے اور جب رضائی بہن ''شیما'' کو گرفتار کرکے محمد ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو دودھ شریک ''شیما'' رضائی بھائی محمد ﷺ سے کہا کہ بھائی میری گزارش ہے کہ ان تمام گرفتار عورتوں کو بلا شرط رہا کردیا جائے۔

محمد ﷺ نے اپنی دودھ شریک بہن کی گذارش کو سر آنکھوں سے لگایا۔ ان تمام گرفتار 6 ہزار قیدی عورتوں کو بلاشرط چھوڑ دیا جو جنگ حنین میں گرفتار ہوکر آئی تھیں۔ اگر محمد ﷺ اعلیٰ و ادنیٰ کا بیج بو دیا ہوتا تو دنیا میں مذہب اسلام کبھی نہیں پھیلتا بلکہ محمد ﷺ رحمت العالمین بن کر آئے تھے اور پیدا ہوتے ہی اونچ نیچ اعلیٰ و ادنیٰ کی دیوار دو ماؤں کے درمیان رہ کر گرا ہی نہیں دی بلکہ اونچ نیچ کی نفرت کی دیوار کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا تھا اور محمد ﷺ کے اسی کام کو اولیاء کرام نے انسانیت کے علمبردار بن کر پوری دنیا میں پھیلایا اور اس کام کو پھیلانے کے لیے جگہ جگہ تکیہ قائم کیے گئے تھے تاکہ دنیا والوں کو تعلیم دی جاسکے کہ مذہب اسلام ایک گھر ہے اور دنیا کے تمام مسلمان اسی مذہب اسلام کے ایک فرد ہیں۔ جس میں ادنیٰ و اعلیٰ ذات پات، چھوا چھوت یا کسی قسم کی بیماری کو کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ہر مسلمان ایک دوسرے کا بھائی ہے۔ اگر ایک مسلمان کو تکلیف ہے تو پوری دنیا کے مسلمانوں کو درد کا احساس ہونا چاہیے اور ہر مسلمان پر فرض واجب ہوجاتا ہے کہ اس درد کا فوراً علاج کیا جائے۔

خیر کی دعوت کیوں نہیں؟

ہندوستان میں رِگ وید، یجر وید، شیام وید اور تمام شاستروں میں دھارمک اور قانون کی کتاب منواسمرتی میں چار واران میں ہندوستانی عوام کو تقسیم کردیا گیا جس کا وجود آج تک موجود ہے۔ ان چاروں واران میں کون کس نسل سے اس کی اپنی پہچان کے لیے گوتر بنائے گئے تاکہ گوتر کی سیڑھیاں چڑھ کر اپنی

ذات پات کو پہچان لے۔ (۱) برہمن، (۲) چھتری وکھتری، (۳) ویس، اور (۴) شودر یہ چار وارن ہیں اور ان کے کام بھی الگ الگ ہیں۔ ہر ہندوستانی اپنی شخصیت کی اصلیت کا پتہ لگا سکتے ہیں کہ جناب کس خاندان کس ذات پات اور کس وارن سے ہیں؟ حسب ونسب کی اصلیت کیا ہے؟ لیکن منو اسمرتی کے ان چاروں وارن کے مقابلے مذہب اسلام خود ایک گھر ہے دنیا کے تمام مسلمان اس پریوار کا حصہ ہیں۔ جو لوگ غلط راستے پر چل رہے ہیں پریوار کے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کو غلط راستے پر چلنے سے روکیں اور جہنم میں جانے سے بچائے اور اسے صحیح راستے پر چلائیں تاکہ بچانے والے اور جس کو بچایا گیا ہے دونوں ثواب پائیں۔ نیک راستے پر چلنے کی اجرت اللہ تعالیٰ نے ہر لحمہ مقرر کررہی ہے کہ لوگ ثواب کمائیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے ہی گھر مذہب اسلام کو آگ لگانے سے بچائیں اور اپنے پریوار کے ہر ایک مسلمان کو توڑ کر الگ کرکے برباد نہ کریں۔ دنیا میں کوئی پاگل یا دیوانہ بھی اپنے مذہب اور اپنے پریوار کو آگ لگا کر برباد نہیں کرسکتا تو مسلمان کیسے اپنے مذہب میں اختلاف کی دراڑ پیدا کر اس کے در و دیوار کو کیسے گرائیں گے؟ اور کمال دیکھیے مسلمانوں کا اپنے پریوار کے نام پر ذات پات اونچ و نیچ دیوار کے ساتھ مسلکی بٹوارا کرکے آپس میں خود لڑائی کرکے خود مسلمان ہی مسلمان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کیسے کریں گے؟ جیسا کہ محمد ﷺ نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے خطبے میں فرمایا کہ مذہب اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ قرآنِ حکیم کو پکڑے رکھو میرے سیرت پر خود قائم رکھو۔ تو دنیا کی کوئی طاقت مذہب اسلام کے گھر کو اور اس کے پریوار کے مسلمانوں کو ختم یا برباد نہیں کرسکتی۔

شیطانی عمل کیوں کرتے ہو؟

لوگ شیطانی عمل کیوں کرتے ہیں؟ سیدنا آدم و حوا کی سبھی اولاد ہیں ان کی اولادوں کو انسانی تقسیم کرکے اعلیٰ و ادنیٰ، آقا و غلام، اونچ نیچ، حسب نسب میں لوگوں کو بانٹ کر الگ الگ کردیا گیا اور انسانی اجتماعیت کی قوت کو توڑ کر پارہ پارہ کرنے والے چند سکوں کے عوض اپنے ہی خونی رشتے و دودھ شریک بھائی کو مذہب اسلام کے گھر میں داخل مسلمان پریوار کو نیچ ذات ثابت کرنے میں پوری طاقت و قوت ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ وہ ابلیس کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بڑی تفصیل سے ابلیس اور آدم علیہ السلام کے اونچ نیچ افضل و رازائیل کا ذکر کیا ہے اور پورا قصہ بیان کیا ہے۔

Scanned with CamScanner

قرآن میں ابلیس اور آدم علیہ السلام کا واقعہ :

جب اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو آدم علیہ السلام کے آگے، آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سبھی نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں آدم علیہ السلام کے آگے سجدے میں گر پڑے سوائے ابلیس کے۔ اللہ تعالیٰ نے سجدہ میں نہ گرنے کا سبب پوچھا کہ آخر کیا وجہ تھی کہ تم نے آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ نہیں کیا؟ ابلیس نے جواب دیا کہ میں آدم علیہ السلام سے اعلیٰ و افضل ہوں کیونکہ اے اللہ تعالیٰ تونے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو سڑی ہوئی کھنکھے مٹی سے بنایا ہے اس لیے میں آدم علیہ السلام افضل ہوں۔ لفظ و جملہ پڑھیے کہ ''میں تم سے افضل ہوں، میں سب سے اعلیٰ ہوں۔'' اونچا، افضل و اعلیٰ خود کو بتانے والے مغرور کی وجہ سے جہنم کے وجود کا سبب بن گیا۔ اگر ابلیس مغرور افضل و اعلیٰ ہونے کا سبب نہ بنتا اور آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ کرلیتا تو اللہ تعالیٰ جہنم کے وجود کو شاید نہ لاتا کیوں کہ اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی نہ کوئی مغرور ہوتا نہ ہی کوئی نافرمان ہوتا۔

جب ابلیس مغرور بن گیا اس کے فالور ماننے والے پیدا ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی نافرمانی اور مغرور ہونے پر جہنم کو بنا دیا اور ابلیس سے کہا جو تیرا فالور ہوگا اور تیرے راستے پر چلے گا تیرے ساتھ ہی سب کو جہنم میں ڈال کر جہنم بھر دوں گا۔ اب اعلیٰ اور افضل و ادنیٰ حسب نسب کی تفریق پیدا کرنے والے خود اپنے بارے میں فیصلہ کریں کہ ان کا انجام کیا ہوگا؟ (قرآن حکیم کا حکم)

خود کو جہنم میں جانے سے روکیں۔ جب تک دنیا باقی رہے گی تب تک جن اور انس سے قرآن حکیم ہمیشہ سوال کرتا رہے گا۔ آگے قرآن فرماتا ہے کہ جن و انس میں سے ہی خبیث اور شیاطین رہتی دنیا تک موجود رہیں گے۔

اپنے وقت کے عالم دین :

جن کو اولیاء کرام وصوفیا کرام کہا گیا ہے وہی لوگ اپنے وقت کے جید عالم دین و مبلغ اسلام بھی تھے۔ ہندوستان میں کیا پوری دنیا میں مذہب اسلام کے وہی لوگ صحیح ترجمان تھے جن کی بدولت ہندوستان میں مذہب اسلام کی تبلیغ ہوتی رہی۔ یہی لوگ تکیہ دار خانقاہ والے ہی اپنے تکیہ وخانقاہوں میں تعلیم کے مرکز قائم کیے ہوئے تھے۔ اولیاء کرام وصوفیاء کرام محمد ﷺ کے نقش وقدم پر چل رہے تھے یہ تکیہ و خانقاہیں مدرسہ

اسلام تھیں و دین اسلام کے کام کے مرکز بنے ہوئے تھے۔ ان تکیہ پر اور خانقاہوں میں اعلیٰ و ادنیٰ کی تفریق کو مٹا دیا تھا۔ ان کے یہاں صبح و شام دعاؤں کا سلسلہ چلتا رہتا ہے جو بھی آتا ہے اس سے مستفید ہوتا ہے۔ کھانے کا نظام نہایت ہی عمدہ ہوتا ہے، دن رات لنگر چلتے، ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز۔ بلکہ ہر پریشان حال آنے والے شخص کو گلے سے لگایا جاتا اس کے زخموں پر مرہم لگایا جاتا۔ اس کی ذات پات حسب نسب نہیں پوچھا جاتا بلکہ لوگوں کی مصیبت اور پریشانیوں کو دور کیا تھا۔ تکیہ و خانقاہ والے ہر پریشانی کے لیے نجات دہندہ بن جاتے۔ لوگوں کو چاہیے کہ تکیہ و خانقاہ والے اولیاء کرام اور صوفیا کرام پر انگلی نہ اٹھائیں اور انگلی اٹھانا ہے تو اس کے پہلے اس وقت کے حالات کا جائزہ لیں کہ اس وقت انسانیت کے نام پر کیا حالات تھے۔ جبکہ انسانوں کی خرید اور فروخت کرنے کی منڈی لاگائی جاتی تھی۔ ڈکٹیٹر حکمراں ظالموں کی طرح لوگوں کے ساتھ سلوک کرتا۔ حکمراں اپنے تمام غلاموں سے جانوروں سے بد تر طریقے سے پیش آتا ''راجہ و رنک''، آقا و غلام، ادنیٰ و اعلیٰ کی دو کڑیاں ہوتی ہیں، ایک ظالم دوسرا مظلوم۔ ایسے پرآشوب تاریکی دور میں مصائب کی زنجیروں میں جکڑے مظلوموں کی مدد کون کرتا؟ یہ اپنی جگہ سو فیصد سچ ہے کہ ان مظلوموں کی مدد سوائے تکیہ و خانقاہ والے اولیاء کرام اللہ والوں کے علاوہ کوئی دوسرا ان کی مدد کرنے والا نہیں تھا۔

یہ اللہ والے اولیاء کرام صرف اللہ سے ڈرتے تھے اور اللہ ہی سے محبت کرتے تھے اور اللہ سے ہی مدد مانگتے تھے۔ اپنی حاجت بھی اللہ سے پوری کرواتے تھے۔ خدمت خلق ان کا محبوب مشغلہ تھا اور ہر شخص کو اپنے سینے سے لگاتے، ان کو اللہ کی وحدانیت کا سبق سکھاتے اللہ والے تکیہ و خانقاہ کے اولیاء کرام نے ہندوستان میں مذہب کی تبلیغ کی اور اپنی خدمت خلق سے پوری ہندوستان کا دل جیت لیا۔ جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے 1960ء میں ''تصوف - مولانا آزاد کی نظر میں'' کے عنوان سے رفیع اللہ عنایتی رامپور کے ایک مضمون پڑھنے کو ملا۔ جس کا ذکر سفینۂ اولیاء میں کیا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے خیالات کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی نظر میں :

''تکیہ و خانقاہ'' والے اولیاء اللہ والے کون؟

(ا) یہ اللہ کے متقی اور مومن بندے ہیں۔

(۲) قرآن میں اِن کو حزب اللہ کہا۔
(۳) یہ اولیاء اللہ والے اصحاب الجنۃ اور اصحاب المیمنۃ کہلاتے ہیں۔
(۴) یہ اولیاء اللہ والے صالح انسانوں کا گروہ ہے۔
(۵) یہ اولیاء اللہ والے اللہ کی راہ میں موت کی آرزو کرتے ہیں۔
(۶) یہ اولیاء اللہ والے کلمہ حق کی خاطر جان دے دیتے ہیں۔
(۷) یہ اللہ والے اولیاء کرام خون بہاتے ہیں اور طرح طرح کی جسمانی مشقتوں سے گریز نہیں کرتے۔
(۸) یہ اللہ والے اولیاء کرام وصوفیہ کرام اپنی تمام قوتوں کو اللہ کی پکار کے لیے بلند کرتے ہیں اور دنیا کے تمام انسانوں کو اللہ کی طرف بلانے میں پوری طاقت صرف کردیتے ہیں۔
(۹) اللہ والے اولیاء کرام وصوفیہ کرام اللہ کے پاک اور مقدس آوامر کے صحیح اور سچے ترجمان ہیں۔
(۱۰) اس طرح اولیاء کرام وصوفیہ کرام کی دعوت دنیا کی اصلاح و فلاح کل کائنات میں انسانیت کاملہ کا سرچشمہ بن جاتی ہے جہاں سے جہاں پر انسانیت کے لیے ہر عام و خاص کے لیے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔
(۱۱) ہر مومن ہر مسلمان جو بالکل سچا و صادق ہو۔ جس نے دنیاوی شیطانی قویٰ وقوت سے اپنے آپ کو الگ کرلیا ہے وہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں شامل ہوجاتا ہے۔

مولانا شبلی کی نظر میں:

"تکیہ و خانقا والے اولیاء کرام وصوفیہ کرام" (مولانا شبلی نے جو "سوانح مولانا روم" ص نمبر 166) پر تحریر کرتے ہیں کہ تصوف اور سلوک کے جو اہم مقامات ہیں مثلاً مشاہدہ، فکر، حیرت، بقا، فنا، جہد، توکل وغیرہ ان سب کو مولانا شبلی نے مثنوی میں نہایت عمدگی اور خوبی سے لکھا ہے۔ لیکن اگر ان سب کو لکھا جائے تو یہ حصہ تقریظ کے بجائے خود تصوف کی ایک مستقبل کتاب بن جائے گی اس لیے ہم نمونے کے طور پر صرف ایک مقام "فنا" کی حقیقت کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

مقامِ فنا کی نسبت لوگوں کو نہایت سخت غلطیاں واقع ہوئی ہیں یہی مقام ہے جس کی بنا پر منصور نے دار کے منبر پر انا الحق کا خطبہ پڑھا تھا۔ جو لوگ سرے سے تصوف کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ انسان اللہ کا

کیونکر ہوسکتا ہے۔ اگر ہوسکتا ہے تو فرعون نے کیا جرم کیا تھا کہ کافر اور مرتد ٹھہرایا گیا۔ صوفیہ میں سے اکثر اس لحاظ سے منصور کے دعوے کو غلط سمجھتے ہیں کہ ہستی مطلق اور ممکنات میں تعین اور تشخیص کا جو فرق ہے وہ کسی حالت میں مٹ نہیں سکتا چنانچہ شیخ محی الدین اکبر نے فتوحات تکیہ میں صاف تصریح کی ہے اور اس بنا پر کہا گیا ہے کہ ع "گر فرقِ مراتب نکنی زندیقی"

مولانا شبلی نعمانی نے اس نکتے کو نہایت خوبی سے حل کیا ہے۔ یعنی مولانا روم کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ لیکن تفصیل سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تصوف دراصل صحیح خیال نام ہے جو خیال قائم کیا جائے وہ اصل حالت بن جائے مثلاً اگر توکل کا مقام درپیش ہو تو یہ حالت طاری ہوجائے کہ انسانی تمام عالم سے قطعاً بے نیاز ہوجائے۔ اس کو صاف نظر آئے کہ جو کچھ ہوتا ہے، پردہ تقدیر سے ہوتا ہے جس طرح کٹ پتلیوں کے تماشے میں شخص کی نظر تاروں پر ہوتی ہے اس کو نظر آتا ہے کہ پتلیاں گو سیکڑوں طرح کی حرکت کررہی ہیں لیکن ان کو فی نفسہ حرکت میں مطلق دخل نہیں ہے بلکہ یہ تمام کرشمے اس کے ہیں جو تاروں کو حرکت دے رہا ہے۔ اسی طرح عالم میں جو کچھ ہورہا ہے ایک چھپے ہو بازیگر کے اشاروں پر ہوتا ہے۔

(۱) اس امر کو جانتے سب ہیں لیکن جس شخص پر یہ حالت طاری ہوتی ہے وہ درحقیقت تمام عالم سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔
(۲) بلکہ رفتہ رفتہ اس کی قوتِ ارادی سلب ہوتی جاتی ہے اور وہ بالکل اپنے آپ کو رضائے الٰہی پر چھوڑ دیتا ہے۔
(۳) جب مومن بند نماز میں رکوع اور سجدے میں ہوتا ہے تو تمام عالم سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔

اس بنا پر "فنا" کی حقیقت یہ ہے کہ سالک اپنی ہستی کو بالکل مٹا دے اور ذاتِ الٰہی میں فنا ہوجائے، اللہ کی یاد میں غرق ہوجائے یہی مقام ہے جس میں منصور نے انا الحق اور حضرت بایزید بسطامی نے سبحانی ما اعظم ثانی نے کہا تھا اور اس حالت میں ایسا کہنا محل الزام نہیں۔ محمد رشبستری نے اس نکتے کو ایک نہایت عمدہ تشبیہ سے سمجھایا ہے وہ کہتے ہیں:

روایا شد انا الحق از ورفتے   چرا نبود زوا از نیک بختے

یہ ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے درخت پر جو روشنی دیکھی تھی وہ اللہ نہ تھی لیکن اس سے آواز آئی انا ربوا یعنی موسیٰ علیہ السلام میں تیرا اللہ ہوں "میں تیرا رب ہوں" جب ایک درخت کو اللہ ہونے کا دعویٰ اس بنا پر جائز تھا کہ وہ اللہ کے نور سے منور ہوگیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قدرت الٰہی کا سب سے بڑا مظہر ہے، ایک خاص مقام پر پہنچ کر کیوں یہ دعویٰ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اپنا نائب بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور آدم علیہ السلام کے آگے تمام جنوں کو اور جو بھی مخلوق اس وقت رہی ہوگی، سبھی کو آدم علیہ السلام کے آگے سجدے اللہ تعالیٰ نے خود کروائے تھے۔ اس طرح انسان کو اللہ تعالیٰ نے سب سے اعلیٰ مقام پر فائض کیا۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے اعلیٰ مقام کو پہچانے اور نیک عمل کرے۔ یہ طویل اقتباس ہم نے محض یہ ثابت کرنے کے لیے پیش کیا ہے کہ خود مولانا شبلی نعمانی نے واضح اور قوی دلیل کے ساتھ وہی بات کہہ چکے ہیں جو شہزادہ داراشکوہ، قادریہ کے عقائد کی بنیاد رہی ہے۔ الفاظوں کی تبدیلی سے یا بیان بازی کے اختلافات سے حقائق نہیں بدلا کرتے ہیں۔

کل کائنات کا مالک صرف ایک اکیلا اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا ویسا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کن فیکن کہے گا وہ کام ہوجائے گا۔ پوری دنیا کن و فیکن کے گرد گھومتی ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کو اپنا دوست بناتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ پر اکتفا کرتے ہیں۔

" اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ " (القرآن)

ترجمہ: یاد رکھو اللہ کے سچے دوستوں پر نہ تو کبھی مخلوق کا خوف طاری ہوتا ہے اور نہ وہ کبھی رنجیدہ نہ غمزہ ہوتے ہیں۔

تکیہ خانقاہ کیا تھے؟

کتاب خانقاہی نظام صفحہ نمبر 148، ملک زادہ ڈاکٹر محمد طیب انصاری نے "شعلہ ستور از پرویز" صفحہ نمبر 148 کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ اصحابِ صفہ کا سارا قصہ قرآن حکیم میں درج ہے اس قصہ کی روشنی میں بھلا خانقاہی نظام سے ان کا تعلق کیا ہوسکتا ہے؟ جبکہ اصحابِ صفہ اور عیسائی راہب ظلم و ستم استبداد سے بچنے کے لیے غار میں چھپ گئے جبکہ تکیہ خانقاہ کا فقیر زادہ کھلے میدانوں میں ظالموں کا مقابلہ کرتے چلے جارہے یہ ظالم خود مسلمان میں سے کیوں نہ ہوں۔ اسلامی تکیہ خانقاہ والے جائے فرار نہیں ہے بلکہ تکیہ خانقاہ والے ظلم و ستم کے خلاف آوازِ حق اٹھانے کی تعلیم و ترغیبت دی جاتی تھی۔ یہ ایک ایسی خلوت ہے جس پر سے ہزاروں جلوتوں کے ہنگامہ آرائیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔ صفحہ نمبر 15 پر ملک زادہ ڈاکٹر محمد طیب انصاری، تکیہ خانقاہی نظام تعلیم کے تفصیل میں لکھتے ہیں کہ اس طرح سنت ابراہیمی کا احیاء عمل میں آیا اور اس کی ابتدا

آنحضرت محمد ﷺ کی پیروی میں غارِ حرا کے انداز کی زندگی سے کی گئی۔ مراقبہ اور اعتکاف کی جو اہمیت بزرگانِ دین کی زندگی میں ہے اس کا پس منظر یہ ہے۔

"تکیہ خانقاہ میں میں اولیاء اللہ عالم دین ہوا کرتے تھے۔ تکیہ خانقاہی نظام میں علم کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، علم ظاہر اور علم باطن۔

(۱) حضرت شیخ ہجویریؒ کے نزدیک ظاہر بغیر باطن کے منافقت ہے اور
(۲) باطن بغیر ظاہر کے زندیق۔
(۳) علم باطن حقیقت اور
(۴) علم ظاہر شریعت ہے۔

شریعت کے بغیر حقیقت کی منزل حاصل نہیں ہوتی۔ شریعت کی پابندی کو ہر مرید و ولی نے لازمی قرار دیا تھا۔ اور یہی شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کا زینہ اول بھی ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صوفیائے کرام شریعت کے پابند نہیں ہوتے وہ تہمت باندھتے ہیں اور اپنی جہالت اور عدم واقفیت کا ثبوت دیتے ہیں۔" (خانقاہی نظام، صفحہ 15)

خانقاہی نظام، صفحہ-16 پر لکھا ہوا ہے کہ "تکیہ خانقاہوں میں علوم ظاہری کی باضابطہ تعلیم ہوا کرتی تھی۔ صوفیائے کرام کی تعلیم کی طرف ابتداء ہی سے توجہ دی جاتی تھی۔ طالب علموں، طلباء کو قرآن حکیم حفظ کرایا جاتا، تفسیر، اصولِ تفسیر، حدیث، فقہ اور علم الکلام وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ علم ونحو، علم مناظہر اور علم طب میں یہ طولیٰ حاصل کی جاتی تھی اور روحانی تربیت کے لیے تکیہ خانقاہ جولان گاہ ہوتی۔ پیر کا ہر عمل مرید اور خلیفہ کے لیے باعث تقلید ہوتا اور درس و تدریس اور تربیت و تعلیم کا طریقہ گھنٹے، دو گھنٹے یا دن، دو دن یا ہفتہ بھر کے لیے نہیں ہوتا بلکہ برسہا برس ہوتا اور مستقلاً اور مسلسل ہوتا ہے۔ یہاں تعلیم و اصلاح اور دین کی باتیں سننے اور سنانے کے لیے تالیاں بجا بجا کر گھر گھر گھوم کر لوگوں کو جمع نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ جس کے دل میں شوق و جذبہ ہوتا اور جو روحانی تشنگی محسوس کرتا وہی پیر کی تلاش میں تکیہ کی خانقاہ میں چلا آتا۔ تکیہ خانقاہ کا یہی استقلال اس نظام کی کامیابی کا ایک اہم سبب بن گیا تھا۔"

خصوصاً برصغیر میں اس تکیہ خانقاہی نظام تبلیغ کی برکات بے شمار و بے حساب ہیں۔ تکیہ خانقاہ میں جو طریقۂ تعلیم مروج رہا ہے وہ صوفیہ کرام و اولیاء کرام کے علوم ظاہری و باطنی میں یکتا و بے مثال بنا دیا تھا ورنہ محض شریعت کی پابند پر جو زور دیا جارہا ہے اور روحانی و باطنی اصلاح کی اہمیت کو نظر انداز کردیا جارہا ہے اس

Scanned with CamScanner

کا نتیجہ یہ ہے کہ منافقت پھیلتی جارہی ہے اور اس سے اسلام کی روح مجروح ہورہی ہے۔ محض ظاہری طور پر شریعت کی پابندی کی جائے اور قلب سے حبِ رسول ﷺ غائب کردیا جائے تو اس سے بڑھ کر منافقت اور کیا ہوسکتی ہے؟ اصل میں یہ کام سازش کے تحت سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت کیا جارہا ہے۔ عہد نبوت اور دورِ خلافت میں جو سازشیں کامیاب نہیں ہوپائی تھیں، عہد اولیاء کرام کے دور میں نفاق پیدا کرنے کی کوشش شروع کی گئی۔ آگے مصنف نے خانقاہی نظام صفحہ 19 پر لکھا ہے'' تکیہ دار خانقاہ والے اولیاء کرام نے ابن تیمیہ کی طرح کے علماء کی طرف کفر شرک اور بدعت کے فتوے کبھی صادر نہیں کیے بلکہ اس کے برخلاف اپنے محبت آمیز سلوک کے ذریعے انسانوں کو اپنے قریب کیا، انھیں اپنے سینے سے لگایا اور اس طرح ان کے تاریک سینوں کو نورِ الٰہی سے منور کردیا۔ تکیہ دار خانقاہوں نے نہ صرف ظالم بادشاہوں کے خلاف آواز اٹھائی بلکہ مظلوموں کی مدد کرنا اپنا شیوہ بنایا۔ ان تکیہ دار خانقاہوں کے دروازے شاہوں کے لیے تو بند تھے لیکن مظلوم غریبوں کے لیے ہمیشہ کھلے رہتے تھے۔ ان کی سادگی، سادہ لوحی، ان کا اخلاص، مخلصانہ برتاؤ، ان کی شرافت، شریفانہ برتاؤ عوام کے لیے ہمیشہ ہی مقناطیس کی حیثیت رکھتا تھا۔''

تکیہ خانقاہ والے کیا تھے اوپر خانقاہی نظام کے حوالے سے لکھا جاچکا ہے۔ سچائی یہ ہے کہ اللہ والے دنیا سے بے نیاز ہوکر صرف ایک اللہ کی عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے اور اسی ایک اللہ کی تبلیغ کرتے۔ بلا اجرت بچوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ ان کا مقصد دولت، شہرت، نام ونمود کمانا نہیں تھا بلکہ بچوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم سے آراستہ کرنا تھا تاکہ وہ اپنی زندگی میں صحیح راستے پر چل کر صحیح زندگی کے مقصد کو پاسکیں۔ آج اور گذرے ہوئے ماضی کے زمانے کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ آج ہر شخص کے پاس روپیہ پیسہ ضرورت سے زیادہ، شہرت اور اس سے زیادہ آزادی ملی ہوئی ہے یہاں تک کہ وہ حد ادب کو اپنے پیروں تلے روندتے ہوئے چلتا ہے۔

تکیہ کی خانقاہ میں تعلیم کے ساتھ ساتھ ادب و احترام سکھایا جاتا تھا تاکہ لوگ ایک دوسرے کا احترام کرنا اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔ جو ان تکیہ کی خانقاہوں سے تعلیم حاصل کرکے نکلتا تھا وہ اپنے زمانے کا عالم فاضل، شیخ الحدیث، مفتی، مولانا، حافظ و قاری و مولوی بن کر نکلتا تھا اور بعد میں وہی مبلغ اسلام ہوتا۔ دین اسلام کی تبلیغ کرتا جن کو علم پر عبور حاصل نہیں تھا۔ جہلا، بھیک منگے، ان پڑھ دین اسلام کی تبلیغ کیسے کرتے؟ سچائی یہ ہے یہ لوگ دین اسلام کی تبلیغ کبھی نہیں کیے نہ ہی کرسکتے تھے نہ ہی کسی بادشاہ یا شہنشاہ نے مذہب اسلام کی تبلیغ کی ہے اور یہ سچائی اپنی جگہ اٹل ہے کہ ہمیشہ دین کا کام ہوتا اور دعوتِ اسلام جاری رہا۔ اس

Scanned with CamScanner

سے کسی کو انکار نہیں۔

تکیہ داروں کی خانقاہوں سے علم کی بارش ہوتی تھی اور لوگوں کو دینی تعلیم دی جاتی تھی اور تکیہ و خانقاہ سے دین اسلام کی تبلیغ دعوت دین کا کام جاری رہا۔ تاریخ کا مطالعہ نہایت ہی ضروری ہے کہ دیوبند، بریلی شریف سلفی جو اپنے کو اہلحدیث کہتے ہیں ان کی بنیادی بہت بعد میں رکھی گئی۔ اس طرح تعلیم حاصل کرنے کے مرکز پڑھنے و پڑھانے کے مدرسے اور علوم و علمی ادارے بہت بعد میں قائم کیے گئے جیسے کہ علی گڑھ، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدآباد، دیو بند، ندوۃ العلماء، سرائے میر اصلاح، اشرفیہ مبارکپور، شبلی کالج اعظم گڑھ۔ مورخوں کے ذہن میں یہ بات ہونی چاہیے کہ ان تعلیمی مرکزوں کے قیام سے پہلے لوگوں کو کہاں سے تعلیم ملتی تھی؟ ان کے تعلیمی خدمات کون انجام دے رہا تھا؟ آج کے لکھنے والے مورخ و مصف تکیہ داروں کی خانقاہوں کو برا کیوں کہتے ہیں اور لکھتے ہیں؟ کم سے کم اس سے تو اجتناب برتنا چاہیے۔ ہوسکتا کہ ان کے آباء واجداد تکیہ دار خانقاہوں میں تعلیم حاصل کیے ہوں یا کسی قسم سے مستفید ہوئے ہوں۔

1966ء کے بعد:

تکیہ داروں کی خانقاہ سے ترقی کرتے ہوئے اور تعلیم کے نظام کو مضبوط کرنے کی غرض سے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی زیرنگرانی اور سربراہی میں 1866ء کو دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی۔ سوال یہ ہے کہ کیا 1866ء سے پہلے ہندوستان میں تکیہ داروں کی خانقاہ ہی نظامِ تعلیم کے علاوہ کیا تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدرسے کالج اسکول موجود تھے؟ اگر جواب نہیں ملتا ہے تو ثابت ہے کہ صرف تکیہ داروں کی خانقاہوں میں تعلیم کا سلسلہ قائم تھا۔ جن میں اللہ والے اولیاء کرام وصوفیہ کرام ان ہی تکیوں میں بیٹھ کر تعلیم کے مرکز قائم کرکے درس و تدریس کے سلسلے کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ ان تکیہ داروں کی خانقاہوں سے علم کی روشنی دور دور تک جاتی تھی۔ ان کے تعلیمی مرکز کو ترقی دیتے ہوئے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے خانقاہی نظامِ تعلیم کی شکل کو مدرسہ میں تبدیل کردیا۔ 1866ء میں دیوبند مدرسہ کی بنیاد رکھنے کے بعد جہاں سے عالم، فاضل، فقہ، حافظ، قاری، مفتی، محدث اور مولانا و مولوی کی باقاعدہ سند تحریرہ ومحرہ (سرٹیفکیٹ) جاری کیا جانے لگا۔ تعلیمی نظام میں قیام و طعام کے انتظامات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی تکیہ دار خانقاہی نظام تعلیم کے دقیانوسی طریقہ پر رکھا جہاں پر 24 گھنٹہ لنگر کے انتظامات رہتے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ لنگر سے کوئی بھی کھانا کھاسکتا تھا لیکن مدرسہ کے قیام و طعام میں صرف تعلیم حاصل کرنے والے بچے (طلبا) ہی شریک ہوسکتے تھے عام آدمی

نہیں۔ اس طرح حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے خانقاہی نظام تعلیم کو آہستہ آہستہ ختم کردیا۔ تکیہ کے خانقاہی نظامِ تعلیم کی جگہ مدرسوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں نے لے لی۔ آج جدید تعلیمی نظام رائج الوقت نے لے لی۔ اس کے باوجود تکیہ داروں کے خانقاہی نظامِ تعلیم اپنے آپ میں ایک مثال تھی۔ اگر تکیہ کی خانقاہی نظامِ تعلیم نہ ہوتی تو آج جدید تعلیمی نظام بھی قائم نہ ہوتا۔ بنیادی طور پر تکیہ داروں کا خانقاہی نظامِ تعلیم ہی تعلیم کی بنیاد تھا جس کو مولانا قاسم نانوتویؒ نے 1866ء میں نئی شکل میں مدرسہ کے طور پر مسلمانوں کی خدمات میں پیش کیا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد خارجہ سند تحریرہ ومحرہ بچوں کو دیا جانے لگا جس سے بچوں کے لیے ترقی کرنے راستے ہموار ہوگئے۔

سچائی یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں ڈکٹیٹر حکمرانوں کے دور میں کس طرح ظالموں کی حکومت میں یہ تکیہ دار خانقاہی اولیاء اللہ والے تعلیمی نظام علم کے مرکز کو قائم کر کے چلاتے تھے، اس پر روشنی ڈالنا ضروری ہے، تحقیق کرنا تاریخی فریضہ بھی ہے۔

سوال یہ ہے کہ 1866ء سے پہلے مسلمان کو کون دینی تعلیم دیتا تھا؟ اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو کہاں سے تعلیم ملتی تھی؟ تکیہ دار خانقاہوں کو چھوڑ کر کہاں کہاں اور ہندوستان میں کس کس جگہ تعلیمی مرکز قائم تھے؟ تکیہ و خانقاہ کے تعلیم کے مرکز کو چھوڑ دیجیے اور پورے ہندوستان کا سروے کیجیے کہ اس وقت کتنے مدرسے و اسکول اور یونیورسٹیاں قائم تھیں؟ مذہب اسلام کی تبلیغ اور دین اسلام کی تعلیم تکیہ دار خانقاہوں کے علاوہ کون لوگ کرتے تھے؟ اور کہاں سے کتنے لوگ دعوتِ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے بھیجے جاتے تھے؟ ہندوستان میں تکیہ دار خانقاہوں کو اگر نکال دیں تو پھر کون بچتا ہے جس نے دین اسلام کی خدمت کی اور دین اسلام کی تبلیغ مبلغ بن کر کی ہو؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان تاجروں کی آمد سے یا مسلمان حکمرانوں نے جب ہندوستان میں قدم رکھا، دینی اور دنیاوی تعلیم کا سلسلہ کب کہاں اور کیسے شروع ہوا؟ کیا تعلیم کا سلسلہ مذہبی اعتبار سے مسلم حکمرانوں نے شروع کیا تھا؟ کیا مسلمان تاجروں نے نصابِ تعلیم کا سلسلہ شروع کیا ہوگا؟ تحریری شکل میں کہیں یہ ذکر نہیں ملتا۔ مورخوں نے تاریخی کتابوں میں کیوں نہیں تحریر کیا؟ دین اسلام کی تعلیم اور دعوتِ دین کی تبلیغ لوگوں کو پہنچانے کا کام بادشاہوں اور حکمرانوں نے نہیں کیا نہ ہی انھوں نے کہیں تعلیمی مرکز کو قائم کیا۔ نہ ہی کسی قسم کی خود دینی تعلیم دی یا دین کی تبلیغ کی۔ یا کسی وزیر کو دین کی تبلیغ کے لیے مبلغ بنا کر دعوت کے کام پر مامور کیا یا دعوتِ دین کے لیے کسی وزیر کو کہیں بھیجا گیا ہو ایسی کوئی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

ہندوستان میں دین اسلام کے خادم بن کر تعلیم کے مرکز کو تکیہ دار کی خانقاہوں نے قائم کیے تھے جس کو خانقاہی تعلیم نظام بھی کہا جاتا تھا۔ جہاں پر لوگوں کو تعلیم دی جاتی تھی اسی جگہ تکیہ سے دین اسلام کی تبلیغ شروع ہوتی تھی اور دین کی دعوت کے لیے تکیہ کی خانقہوں سے لوگوں کو عوام تک بھیجا جاتا تھا اور اس دعوتِ دین کے کام کے سلسلے کو قائم رکھنے کے لیے قادریہ، چشتیہ، مداریہ، نقشبندیہ سلسلہ والے پیش پیش تھے۔ جس طرح حکمرانوں کو حکومت کے تام جھام نے الجھا رکھا تھا اور تجار کو تجارت نے مشغول کردیا تھا۔ ان لوگوں کو تبلیغ کی فرصت نہیں تھی۔ ٹھیک اسی طرح یہ چاروں سلسلہ والے مذہب اسلام کی دینی تبلیغ اور دعوتِ دین کے کام میں اپنے اپنے طریقوں سے وسعت دینے اور دین کو پھیلانے میں تبلیغ کے ذریعہ مشغول تھے۔ ان سلسلہ والوں کے یہاں برہمنیت ذہنیت کے لوگ نہیں تھے نہ ہی ان کے یہاں اونچ نیچ، راجہ رنک، چھوا چھوت، اعلیٰ و ادنیٰ کی تمیز نہیں تھی نہ ہی برہمن و شودر قسم کا بھید بھاؤ تھا، اچھوتوں جیسی کوئی مہلک وبا نہیں تھی جو بھی آیا ان کے پاس تکیہ دار کے خانقاہوں کا ہو کر رہ گیا۔ اللہ والے اولیاء کرام سے ہاتھ ملانے کے بجائے تکیہ والے ان کو اپنے گلے سے لگایا۔ سچائی یہی ہے کہ تمام علمی ادارے تکیہ کی خانقاہی تعلیم کے بعد قائم کرکے شروع کیے گئے۔ مثلاً 1866 میں دیوبند کی بنیاد حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے ڈالی، 1875 میں سر سید احمد نے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی بنیاد رکھی جو بعد میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نام سے ساری دنیا میں مشہور ہوگیا۔ 1894 میں ندوۃ العلماء کو قائم کیا گیا تھا جس کو سرانٹونی میکڈنل نے 99 / 1898 میں تباہ و برباد کردیا تھا۔ اردو ٹائمز 21 جنوری 2011 کو بروز جمعہ لکھتا ہے حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے مسلمانوں کی خاطر نئے تعلیمی ادارے دارالعلوم بریلی شریف کی بنیاد 1904ء میں رکھی، حضرت مولانا احمد رضا خان سلسلہ قادریہ کی عظیم خانقاہ برکاتیہ ''مارہرہ'' کے بزرگ سید شاہ آلِ رسول مارہروی سے 1878 میں بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے۔ 1963 میں سلفیہ بنارس کی بنیاد رکھی گئی تھی اس طرح سلسلہ والے تکیہ خانقاہ کی تعلیمی مرکزی اہمیت کی جگہ آہستہ آہستہ مدرسوں نے لے لی۔

نوٹ:

اگر تکیہ داروں کے خانقاہی نظام تعلیم نہ ہوتے تو شاید آج ہندوستان میں دین اسلام کے لیے علماء کرام، مفتی، حافظ، قاری، مولوی، مبلغ اسلام، مفکر اسلام نہ پیدا ہوتے اور نہ مسلمانوں کے پاس دینی تعلیم ہوتی نہ دیوبند نہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نہ ندوۃ العلماء نہ بنارس میں سلفیہ نہ بریلی میں بریلوی مدرسے قائم

Scanned with CamScanner

ہوتے۔ ان سب مرکزوں کے تعلیم نظام حیات پر تکیہ داروں کے خانقاہی نظام تعلیم کو فوقیت دینا ہوگا کہ اُمِ تعلیمی نظام خانقاہی نظام تعلیم تھی جس کو 1866ء کے خانقاہی نظام تعلیم کو بدل کر اور بہتر طریقے نظام تعلیم کو تبدیل کر دیا گیا۔ خانقاہی نظامِ تعلیم کو برا کہنا غلط ہی نہیں تعلیم کے نظام کی شان میں گستاخی بھی ہے۔

سلطان ابراہم شرقی، سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کا مرید تھا:

پورے ہندوستان میں تعلیمی معاملات میں شیراز ہند کی سرزمین ہمیشہ ہی بڑی زرخیز رہی ہے۔ قدیم زمانہ سے لے کر آج تک یہ تجزیہ کی نظر اس پر ڈالی جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شیراز ہند ہندوستان کا دل ہے اور حکومت کرنے کی نظریہ سے دیکھا جائے تو دلی کی سرزمین ہندوستان کے دماغ کی حیثیت رکھتی ہے۔ دلی جو پہلے اتر پردیش کا حصہ ہوا کرتی تھی دونوں جگہوں کا پہلے بھی اور آج بھی اونچا مقام ہے۔ قدیم زمانہ میں بہت سے بادشاہوں کے معلم و استاد اور آج کے پورے بھارت میں پڑھنے و پڑھانے والے لوگ درس و تدریس کا کام انجام دینے والے لوگ بھی شیراز ہند کے ہی لوگ ہیں۔ قدیم زمانہ میں پورے ہندوستان کا علم و ادب کا تعلیمی مرکز کا گہوارہ شیراز ہند تھا۔

تاریخی کتاب شہر اولیاء میں لکھا کہ " اودھ کو ایودھیہ، فیض آباد اور لکھنو کو ملا کر اودھ کہا جاتا تھا جو کہ شام اودھ کے نام سے مشہور تھا۔ اس میں شیعہ لوگوں کی تعداد کے حساب سے کوئی حیثیت نہیں تھی جیسا کہ مورخوں نے لکھا ہے۔ اسی طرح شیراز ہند جونپور میں شیعہ گروہ کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ شیعہ حضرات حکمرانِ ہند کے یہاں درباری وزیر کی حیثیت رکھتے تھے جیسے جیسے بادشاہ، راجے مہاراجے، نواب اور جاگیردار کمزور ہوتے گئے یہ درباری وزیر غداری کرتے ہوئے خود حکمران بنتے گئے، یہ غدار، نواب، جاگیردار اور زمیندار اور بعد میں انگریزوں کی کٹھ پتلی حکومت کی شکل میں وجود میں آ گئے۔ ہندوستان میں جگہ بہ جگہ انگریزوں کی کٹھ پتلی حکومت کی تصدیقی مہر لگا دی اور یہ حکمران انگریزوں کے شہ پر پنشن خوار بن گئے اور انگریزی حکومت کے وفادار بن چکے تھے۔ پنشن خوار اپنے مالک انگریزوں کے وفادار کتے سے زیادہ یہ حکمران وفادار بن گئے تھے۔ انگریز ان کے گلے میں انگریزیت کا پٹہ ڈال چکے تھے یہ کتے ان انگریزوں کی ہی بولی بولنے لگے تھے۔ کمال دیکھیے کہ جو انگریزوں کے طرفدار و وفادار تھے وہ پنشن خوار حکمراں دلال تھے آج تک ان کے اہل و عیال عزت کے ساتھ زندہ ہوکر زندگی گزار رہے ہیں جو انگریزوں سے مادر وطن کی آزادی کے لیے لڑے ان کا، ان کے اہل وعیال کا نام ونشان مٹ گیا۔ آج ان کا کوئی نام لیوا نہیں رہا۔

شیراز ہند کا حکمران فیروز شاہ تغلق تھا۔ جس نے اپنے چچا زاد بھائی کے نام پر "جونا شاہ" (جونپور) شہر کو بسایا تھا جو آج بھی آباد ہے۔ فیروز شاہ تغلق اپنے چچا زاد بھائی جونا شاہ سے بہت محبت و عقیدت رکھتا تھا لہٰذا اسی کے نام پر جونا پور کے نام کو شہر بسایا۔ عوام کے کثرت استعمال کی وجہ سے عام فہم لوگوں کی زبان پر "جونا پور" کے بجائے "جونپور" خود بخود استعمال میں آیا اور لوگ جونا پور کی بجائے جونپور کہنے لگے۔

" جونا پور" (جونپور) شہر بادشاہ ابراہیم شرقی کا پائے تخت رہا ہے۔ تاریخ میں شاہانِ شرقیہ کے پائے تخت کے نام سے آج تک مشہور ہے جس کی سرحدیں بندھیا، بندھیہ چل سے لے کر بنگال تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہاں کی تاریخی عمارتیں بھی بہت مشہور و قابل دید ہیں۔ جامع شرق (جامع مسجد جونپور)، اٹالہ کی مسجد، مسجد بی بی راجے، مسجد خالص مخلص، ۴ انگل کی مسجد، مسجد جھنجھوری، فیروز شاہی قلع، اکبری پل وغیرہ کافی مشہور ہیں۔ تاریخی کتاب مراۃ مداری مولف شیخ عبدالرحمٰن چشتیؒ (متوفی 1094ء) نے فارسی میں یہ تاریخی کتاب لکھی تھی جس کا ترجمہ مولانا صفی اللہ شمیم القادری صاحب نے کیا ہے۔ مراۃ مداری کے صفحہ نمبر 164 پر مولف نے تحریر کیا ہے کہ سلطان ابراہیم شرقی "جوناپور" (جونپور)، سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کا مرید خاص تھا۔ سلطان ابراہیم شرقی جونپور ملاقات کی غرض سے کئی بار سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ سے ملنے مکن پور تشریف لے گیا اور سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ سے فیض یاب ہوا اور ان کی دعاؤں سے سرفراز ہوئے اور سلطان ابراہیم شرقی نے جونپور آنے کی دعوت دی۔ آپؒ جونپور تشریف لائے۔ جب سلطان ابراہیم شرقی کی دعوت پر سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ تشریف لائے تو خود سلطان ابراہیم شرقی جونپور اپنے تمام وزراء، امراء، اکابرین اور پورے شہر کے لوگوں کے ساتھ استقبال کرنے کے لیے کھڑے تھے۔ ہدایا و تحائف لے کر پورا شہر ملاقات کی شوق و دعاؤں کی خاطر اُمڈ پڑا تھا۔ ہر شخص اپنی خدمت کا موقع پانا چاہتا تھا۔

تجزیہ:

سلطان ابراہیم شرقی جونپور چونکہ سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کا مرید تھا۔ اس لیے اس کے تمام وزراء، امراء، اکابرین اور اس کی عوام سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کے مرید بن چکے تھے۔ مراۃ مداری صفحہ نمبر 156 پر مولف نے لکھا ہے کہ سلطان ابراہیم شرقی اور میر مفتی سید صدر جہان و ملک العلماء قاضی شہاب الدین اور تمام شہر والے کمالِ عقید کے ساتھ حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رکنے کی درخواست پیش کی۔ لیکن حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ نے فرمایا کہ آپ سب عزیزوں کی

Scanned with CamScanner

محبت سے امید کرتا ہوں کہ آپ سب مستحق ثواب ہوں گے فی الحال ہم کو معذور سمجھئے انشاء اللہ کچھ دنوں بعد دوستوں کی خیر و عافیت لینے کے لیے ایک سفر ضرور کروں گا۔

مولف مراۃ مداری صفحہ نمبر 148 پر تحریر کیا ہے کہ علماء جونپور پر سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کے علوم وکرامات و دعاؤں کا اتنا اثر اتھا کہ مرید بننے کے لیے لوگ بے تاب تھے کہ حضرت میر صدر جہاں جو سید عالی نسب اور جامع علوم مفتی عہد تھے اور سلطان ابراہیم شرقی حضرت شاہ مدارؒ کے صدق مقال وکمال حال پر آگاہ ہوکر سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مخلص و معتقد ہوگئے اور ان کے متبعین بھی۔ سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ سے بیعت کرلی، مرید بن گئے۔ ملک العلماء بارگاہ زندہ شاہ مدارؒ میں اس بنا پر ملک العلماء قاضی شہاب الدین نے اپنے بے قرار خواہش کی کہ کوئی کسی بہانے سے حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کی قدس کی خدمت کا موقع مل جائے کہ حاضر ہوکر ان کی دعاؤں و محبت کی سعادت حاصل کر مستفید ہو جائیں۔

واقعہ:

سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے، **علم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملئکۃ فقال انبونی باسماء ھولاء ان کنتم صادقین** (اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے پھر فرشتوں کو پیش فرمایا اور کہا کہ ان ناموں کو خبر دو اگر تم سچے ہو کہ مصداق یہی حضرات ہیں اور محمد ﷺ کے حضور درویشوں کی ایک جماعت تھی جب سلطان **لولاک لما خلقت الافلاک و لما اظھرت الربوبیۃ** نے اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ و مقام و منزل بلند دیکھا تو ان مسکینوں کی طرف متوجہ ہوکر اللہ عزوجل سے دعا کی "**اللھم احینی مسکینا و امتی مسکینا و احشرنی فی زمرہ المساکین فھم من فھم**" یعنی اے اللہ تعالیٰ ہمیں مسکین بنا کے رکھ اور مسکین بنا کے اٹھا اور مسکینوں میں مرا حشر فرما۔ سمجھا جو سمجھا والسلام۔ جب یہ خط قاضی جونپور شہاب الدین کو پہنچا تو اس کے مطالعہ سے بہت حیران و پریشان ہوگئے، سراسیمہ ہوئے اور بے قرار ہوکر میر سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ قدس سرہ کی خدمت میں گئے اور بحث و مباحثہ کی حقیقت بیان کی۔ میر سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے آنحضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کی ظاہری و باطنی علوم کی خوبیوں کی طفصیل و تحقیق اطنان کے ساتھ کی۔ قاضی شہاب الدین صاحب کو آگاہ فرمایا اور کہا کہ بڑے مہربانی تمہارے لیے بھلائی اسی

میں ہے کہ بغیر کسی تاخیر کے عقیدت و نیاز مندی کے ساتھ حضرت زندہ شاہ مدارؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی کوتاہیوں کی معافی کے ساتھ معذرت پیش کریں اور جب یگانہ آفاق کو معلوم ہوگا کہ تم درویش اشرف جہانگیر سمنانیؒ کی بارگاہ سے ہوکر آئے ہو تو بہت مہربانی سے توجہ فرمائیں گے۔

بس قاضی جونپور شہاب الدین اپنے ظاہری و باطن کو اشرفیؒ صابون سے دھل کر بے انتہا عقیدت و محبت کے ساتھ حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی پہلی کوتاہیوں کے لیے معذرت کی۔ حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ نے جو شفقت و مہربانی کے علاوہ بے حساب دلداری سے توجہ فرمایا کہ قاضی شہاب الدین جونپور "جوناپور" بہت مسرور و شاداں ہوئے۔ اسی روز موقع پر ہی قاضی شہاب الدین جونپور نے بیعت کرلی اور معتقدین و مریدین میں مخلص کے ساتھ جماعت میں داخل ہوکر مداریہ سلسلہ کی تبلیغ میں شامل ہوگئے۔

اخبار انقلاب، تاریخ 22 اگست 2011ء کو خاص رمضان کی ڈائری میں چند لائنیں شاہان شرقیہ جوناپور (جونپور) کے نام سے پڑھنے کو ملی کو شاہان شرقیہ کی شاندار ماضی کی تاریخی کو وضاحت کردیا کہ سلطان ابراہیم شرقی اور مفتی سید صدر جہاں اور ملک العلماء قاضی شہاب الدین اور تمام شہر جوناپور" جونپور" نے عقیدت کے ساتھ سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کے مریدین میں شامل ہوکر حاضر خدمت ہوئے اس کی موٹی مثال یہ ہے کہ شاہان شرقیہ کے دورِ حکومت میں ہر جمعہ کی نماز کے بعد 982 علماء کرام کا جلوس پالکیوں کی شکل میں نکالا جاتا تھا جس میں 982 علماء کرام شامل ہوتے تھے۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ سلطان ابراہیم شرقی اور اس کے وزراء، امراء، شرفا، قاضی و مفتی دین اور ساتھ ساتھ اس کی عوام و پورا شہر حکومت کے لوگ حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کے مرید تھے اور شاہ مدارؒ سے ان کو بڑی عقیدت تھی اور بڑا ہی لگاؤ تھا۔ یہ تمام علماء کرام بھی سلطان ابراہیم شرقی کے مرید ہونے کی وجہ سے زندہ شاہ مدارؒ سے بیعت تھے اور سلسلہ مداریہ میں داخل تھے۔ لہٰذا جب تک شاہان شرقیہ کی حکومت قائم رہی 982 علماء کرام مداریہ سلسلہ والوں کو پالکیوں کا جلوس ہر جمعہ کی نماز کے بعد علماء کرام مداریہ سلسلہ کا نکالا جاتا تھا۔ اس کی تصدیق کتاب کا نام "تذکرہ حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ"، مولانا مجیب اللہ ندوی ص نمبر 35 بھی لکھا ہے کہ نو سو پالکیاں نماز جمعہ کے لیے آیا کرتی تھی" اور علماء کرام کا جلوس نکلتا تھا۔ جس کی وجہ سے بزرگان دین کی تبلیغ و دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا، ہر کوئی مستفید ہوتا رہا، ادنیٰ و اعلیٰ کی تفریق کو مٹا دیا جاتا تھا۔

حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کی وفات وسال کے بعد ابراہیم شرقی ہی وہ بادشاہ تھا جس نے

Scanned with CamScanner

حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کا مزار مکن پور میں اپنی نگرانی میں بنوایا تھا۔ ابراہیم شرقی وہ تنہا بادشاہ تھا جو دلی حکومت سے خراج لیتا تھا۔ ابراہیم شرقی نہایت ہی متقی و پرہیز گار بادشاہ گذرا ہے۔ سلطان ابراہیم شرقی کی وجہ سے جونا پور ''جونپور'' کو مسجدوں کا شہر بھی کہا جاتا ہے کیونکہ شہر جونپور کے اندر تقریباً 750 مساجد کا مجموعہ موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ جونا پور ''جونپور'' کو علم و ادب کا تعلیمی شہر بھی کہا جاتا تھا۔ یہی شہر بزرگان دین اور صوفیوں کا مسکن بھی کہلاتا ہے جبکہ مداریہ سلسلہ والوں کا شہر جونپور میں بڑا زور تھا۔ شہر جونا پور ''جونپور'' کا کمال دیکھیے کہ اس شہر نے بڑے بڑے علماء کو جنم دیا جو ہندوستانی بادشاہوں کے استاد و معلم بھی رہے ہیں۔

(۱) اورنگ زیب عالمگیرؒ کے استاد ملا جیونی جونپور کے ہی تھے۔

(۲) داراشکوہ کے استاد ملاجیونی جونپور کے تھے۔

(۳) شاہجہاں کے فرزند شاہ شجاع کے استاد ملا محمود جونپور کے ہی تھے۔

ملا محمود کی لکھی ہوئی کتاب ''بازغہ'' آج بھی عالموں کو پڑھائی جاتی ہے۔

مورخ شیخ محمد اکرام نے تاریخی کتاب رود کوثر پر تحریر کرتے ہیں کہ سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کے زمانے میں لوگوں کو شریعت کی پابندی لازمی تھی اور یہی مداریہ سلسلہ والے پورے ہندوستان میں ہی نہیں پوری دنیا میں گھوم گھوم کر دروازے دروازے تک جا کر دین اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہ جہالت کی تاریکی میں دینی تبلیغ تکیہ دار خانقاہ والے کیسے کرتے رہے ہوں گے؟ ان کے پاس صرف دعا و صبر کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ جب یہ مداریہ سلسلہ والے لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلاتے تھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وکلمہ الٰہی سکھانے جاتے تھے تو لوگ ان کے ساتھ کیسے پیش آتے ہوں گے ہر شخص اس کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ کچھ لوگ موجودہ دور میں صوفیہ کرام اور اولیاء کرام کو برا کہنے لگے ہیں اور طرح طرح کے اعتراض اٹھاتے ہیں، کرامات کا نام دے کر شیطان سے تعبیر کرتے ہیں۔ صوفیہ کرام اور اولیاء کرام کو شیطان کا بھائی کہتے ہوئے نہیں شرماتے۔ لیکن سچائی یہ ہے کہ صوفیہ کرام و اولیاء کرام آج تک کوئی ایک بھی کرامات یا شعبدہ بازی نہیں دکھائی بلکہ ان صوفیہ کرام اور اولیاء کرام کی اللہ سے دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ انھوں جو کچھ اللہ تعالیٰ سے کار خیر کے لیے دعا کی اللہ تعالیٰ نے فوراً قبول کی۔

آج کے اعتراض کرنے والے، دوسروں کو برا کہنے والے، دوسروں کو شیطان کا بھائی قرار دینے والے لوگ خود اپنے گریبان میں کیوں نہیں جھانکتے کہ ان کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ کیوں قبول نہیں کرتا۔ نقش

نکالنے والے، اعتراض کرنے والے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر کوئی کام فوراً کیوں نہیں کرواتے۔ اعتراض کرنے والے مکار حضرات قرآن و حدیث کی باتیں تو ضروری کرتے ہیں نماز بھی ضرور پڑھتے نظر آئیں گے، اپنی زندگی کا خاتمہ کی دعا ایمان پر ختم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ ہمارا خاتمہ ایمان پر ہو۔ لیکن پریکٹیکل لائف میں دیکھنے کو ملتا ہے کہ یہی اعتراض کرنے والے لوگ، ایمان پر خاتمہ مانگنے والے جیسے ہی اللہ کے گھر مسجد کے دروازے سے پہلا قدم باہر نکالتے ہیں اور دروازے کے باہر پہلا قدم بے ایمان پر رکھتے ہیں ان کے دل و دماغ پر شیطانی عمل جاری رہتا ہے کہ کس کا کیا ملے کیا ہڑپ کر لیں۔ ہر شخص اپنے ایمان کو بے ایمان بنانے پر تلا ہوا ہے اور ان لوگوں کو شرم و حیاء نہیں آتی کہ ہمارے پیغمبر آنحضرت محمد ﷺ کو دنیا میں آپ کا جانی دشمن بھی بے ایمان نہیں کہتا! کیوں؟'' دنیا میں آپ ﷺ کا جانی دشمن اور ہر شخص آپ کو امین کہتا ہے۔'' اعتراض کرنے والے کو صبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رزّاق ہے۔ اگر اعتراض کرنے والوں کو اللہ پر بھروسہ ہوتا تو وہ غلط کام کیوں کرتے؟ دوسروں کو برا کہنے والے اعتراض کرنے والے کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنا محاسبہ کرے اور پھر دوسروں پر انگلی اٹھائے۔ اور ہاں بھی بھی صوفیاء کرام اور اولیاء کرام کی طرزِ زندگی کو اپنائے۔ صوفیہ کرام اور اولیاء کرام جب دین اسلام کی تبلیغ کے لیے نکلتے تھے تو مصیبتوں اور تکلیفوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کے زخموں پر محبت و شفقت کا مرہم رکھتے اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ ان کو مصیبتوں اور تکلیفوں سے نجات دلائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعا فوراً قبول کر لیتا اور لوگ مصیبتوں و تکلیفوں سے نجات پا جاتے۔ لوگوں کی خواہش ہوتی تھی کہ یہ اللہ والا مولوی کیا پڑھتا ہے کہ مصیبتوں سے نجات مل جاتی ہے اس کو سیکھنے کی لوگ خواہش ظاہر کرتے اور صوفیہ کرام، اولیاء کرام کو موقع ملتا اور دین اسلام کی باتیں لوگوں کو سکھاتے اور مذہب اسلام کو بتاتے کہ مذہب اسلام کیا ہے؟ اعتراض کرنے والے کسی دکھ درد کو کیا سمجھیں؟ جبکہ کسی کو مصیبتوں اور تکلیفوں میں دیکھ کر ان کو مزا آتا ہے، لطف اندوز ہوتے ہیں نہ ہی کسی کے زخم پر مرہم رکھنا سیکھا، نہ ہی کسی کے خدمت خلق پر عمل کیا پریکٹیکل لائف میں حقیقی زندگی میں دوسروں کی مصیبتوں اور تکالیف کا ازالہ کرنا جب سیکھ جاؤ گے، اسی دن صوفی و اولیاء کہلاؤ گے۔ مذہب اسلام کے صوفیاء کرام و اولیاء کرام دنیا کے تمام مذہبوں کے اعتراض نہیں گنواتے بلکہ اپنی خوبیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خدمت خلق پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کے زخموں پر مرہم لگاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ تب لوگ مذہب اسلام کی خوبیوں اور اخلاقِ حسنہ کی بدولت مذہب اسلام کو قبول کر اختیار کیا ہے۔ نقص نکالنے والے، دوسروں کو برا کہنے والے، دوسروں کو گری ہوئی نظر و حقارت سے دیکھنے والے ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس روش

Scanned with CamScanner

سے پرہیز کیا جائے اور اپنی دعاؤں کو بارگاہِ الٰہی میں قبول نہ ہونے کے اسباب تلاشے جائیں تا کہ زندگی کے باقی حیات کو صحیح راہ پر گامزن کرسکیں جو اللہ کی طرف جاتے ہیں۔ تکیہ و خانقاہ پر اللہ کی طرف جانے والے راستے بتائے جاتے ہیں اور دنیاوی و آخرت کی زندگی کیسی ہو؟ طرزِ محمد ﷺ کی زندگی کیسے جیئے تھے؟ وہی سلیقہ سکھایا جاتا ہے۔ اس لیے مورخ و مولف فاروق ارگلی نے فخرِ وطن میں لکھا ہے کہ تکیہ بہت ہی متبرک جگہ ہے جہاں سے دنیا و آخرت کی روشنی نکلتی ہے جس سے لوگ خوب مستفید ہوتے ہیں اور تکیہ پر بڑا سکون ملتا ہے۔

تاریخی واقعات ”شہر اولیاء“:

تاریخ کی کتاب شہر اولیاء میں کچھ اہم واقعات کا ذکر مولف نے کیا ہے۔ سب سے اہم موقع ہندوستان میں تعلیم دین اور دعوتِ دین تبلیغ کے مبلغین پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاریخ میں جو واقعات گذرے ہیں مولف نے اس کو بڑی خوبصورتی سے قلم بند کیا ہے۔ کتاب شہر اولیاء میں مولف و مصنف ڈاکٹر زبیر احمد صاحب نے لکھا ہے کہ آج کے اجودھیہ ضلع فیض آباد اتر پردیش کی حقیق تاریخ کی داستان بیان کرتے ہوئے لکھا ہے شیعہ حضرات کے مدرسے اور مسجد کب اہل سنت جماعت الگ بنائیگئے اور ہندوستان میں اہل تشیع کی کیا پوزیشن تھی، نہایت ہی اہم تاریخی واقعات کو قلم بند کیا ہے۔ تاریخی کتاب ”رودکوثر“ کے مولف شیخ محمد اکرام نے اس پر روشنی ڈالی ہے اور تاریخی کتاب ”سیرت سید احمد شہیدؒ“ کے مولف نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔ کتاب شہر اولیاء میں لکھا ہے کہ آج جن لوگ اجودھیہ کے نام سے جانتے ہیں اس کا قدیم زمانہ میں اس کا اصل نام ”بنگلہ“ تھا (دیکھئے صفحہ نمبر 26/31 شہر اولیاء) اور قدیم زمانے میں بنگلہ کے نام سے مشہور تھا۔ ایک خاص واقعہ کا ذکر مولف نے کرنا ضروری سمجھا کہ صوفیہ کرام و اولیاء کرام تکیہ داروں کی جائیداد کو کس طرح شیعہ حکمران برہان الملک نے ضبط کرلیا تھا۔ شہر اولیاء صفحہ نمبر 28 پر لکھا ہے کہ وقائع دل پذیر کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ شیعہ حکمران برہان الملک کو جب سلطنت کے کاموں سے فرصت ملتی تو اہل مذہب شیعہ و تشیع کی تبلیغ کرنے اور شیعہ مذہب کی اشاعت کی کوشش کرتے۔

پہلا واقعہ:

خواجہ موسیٰ خان جو کہ نقشبندی مشائخ کے خاندان سے تھے اور کٹر سنی عقیدہ رکھتے تھے لیکن شیعہ حکمران برہان الملک کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے شیعہ بن گئے تھے۔

نوٹ:

سچائی یہ تھی کہ شیعہ حکمران برہان الملک نے خواجہ موسیٰ خان نقشبندی کو عطیہ کے نام پر جاگیر دی گئی اس لالچ میں وہ شیعہ بن گیا تھا۔ حکمران برہان الملک مذہب وعقیدہ بدلنے والے سنیوں کو شیعہ بنانے کے لیے چھوٹی چھوٹی جاگیریں دیتا اور زمینداری بنا دیا تھا۔ اس کی پہلی مثال خواجہ موسیٰ خان نقشبندی پر کامیاب تجربہ کیا تھا۔ اور برہان الملک تمام سینوں کو شیعہ بنانے کے لیے اسی لالچ دینے کے حربے کا استعمال کیا۔ خواجہ موسیٰ خان نقشبندی کو سنی سے شیعہ بننے میں فائدہ ہی فائدہ نظر آیا۔ سید غلام حسین طباطبائی نے ” بکمال انفاء“ ص نمبر 6 پر لکھتے ہیں کہ جو سنی سے شیعہ بن گئے تھے ان کی اولادیں نسلاً درنسلاً شیعہ ہی بنی رہیں جنہیں لکھنوں میں جاگیریں ملی ہوئی تھی۔

دوسرا واقعہ:

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ صوفیاء کرام و الیاء کرام جن میں اس زمانے میں بڑا زور تھا جیسا کہ داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے اس زمانے میں مداریہ سلسلہ جس کے بانی سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ تھے ان کا بڑا زور تھا۔ جگہ جگہ تکیہ و خانقاہ قائم کیے گئے تھے تا کہ آسانی سے لوگوں تک دعوتِ دین کو پہنچا سکیں۔ گاؤں، قصبہ، بازار، شہر شہر یہاں تک کہ دروازہ دروازہ تک جا کر لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم سکھائیں۔ زمانے کی گردش، حوادث نے شہنشاہوں اور بادشاہوں کے عروج کے بعد 1756 میں بدنیت غداروں کی وجہ سے عروج زوال میں بدل گیا۔ لالچ نے غداری کرنے پر مجبور کردیا اور ویسے بھی تخت و تاج کے لیے قتل عام ہوتا آیا تھا، اقتدار کی کرسی نے تمام رشتے کو قتل کرنے کی اجازت دے دی تھی جو تخت و تاج پانے کے لیے جائز قرار دیا گیا۔ سنی حکمرانوں کے یہاں زیادہ تر شیعہ حضرات وزراء کی کرسیوں پر قابض تھے۔ انگریزوں سے مل کر یہ وزراء اپنے ہی بادشاہوں و حکمرانوں سے غداری کرتے ہوئے خود اقتدار میں آگئے جو کہ چھوٹے چھوٹے اپنے

Scanned with CamScanner

علاقوں کے نواب بنا دیئے گئے جو حکمران کی شکل میں بہت سارے نواب وجود میں آ گئے۔ یہی نواب حکمران شیعہ حضرات جاگیر اور زمینداری کا لالچ دے کر سنیوں کو شیعہ بناتے تھے جیسا کہ پہلا تجربہ خواجہ موسیٰ خان نقشبندی پر کیا گیا۔ جاگیر پانے کی لالچ میں شیعہ بن گیا۔ تاریخی کتاب ''شہر اولیاء'' صفحہ نمبر 28 پر لکھا ہے کہ جو سنی شیعہ نہیں بنتے ان کے ساتھ حکمران برہان الملک بڑا سخت اور ظالمانہ طریقے سے پیش آتا۔ سنیوں کے ساتھ حکمران برہان الملک بدتر طریقے وظلم وستم سے پیش آتا۔ (سلسلہ قلندریہ) صفحہ نمبر 207/208 پر مولانا عبداللہ کوٹی ندوی نے بھی یہ اس واقعہ کو تحریر کیا ہے۔

حکمران برہان الملک:

حکمران برہان الملک اپنی علمداری کے لیے سنی علما اور ان کے مدارس کی ''تکیہ و خانقاہ'' کی جاگیریں وظائف اور مغلوں کی دی ہوئی معافیاں، عطیہ سرکار سب برہان الملک نے یکلخت ضبط کر لی تھی۔ یہ تمام علماء جو اپنے وقت کے صوفیا کرام اولیاء کرام تکیہ در خانقاہ والے کہلاتے تھے شب و روز دین اسلام کا علمی درس دیتے تھے، ہمیشہ ہمیشہ سے ہر وقت تعلیم کا درس دینے میں مشغول رہتے، سبھی کچھ ضبط کر لیے تھے۔ حکمران برہان الملک نے ان تمام سنی علماء کرام صوفیا کرام اولیاء کرام کے وظائف بند کر دیئے۔ معافیاں چھین لیں۔ اولیاء کرام جو اس اپنے زمانے کے علماء ہوا کرتے تھے ان کے ذریعہ معاش معافیاں، وظائف ہوا کرتے تھے ان کے وظائف، جاگیریں، معافیاں، عطیہ سرکار ہی آمدنی کا ذریعہ ہوا کرتے تھے اولیاء کرام صوفیا کرام فکر معاش سے آزاد ہو کر زندگی بسر کرتے چلے آ رہے تھے۔ سب کچھ شیعہ حکمران برہان الملک نے ضبط کر کے چھین لینے کے بعد وہ اب پریشان حال ہو گئے۔ حکمران برہان الملک کے ضبطی کے بعد کیا ہوا آپ بھی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔

تکیہ و خانقاہ کے مدارس:

(۱) تکیہ و خانقاہ میں ہزاروں طالب علم تعلیم حاصل کرتے تھے وہ بند ہو گئے۔

(۲) تکیہ و خانقاہوں سے خورد و نوش اور پوشش (پوشاک) و رہائش طالب علموں کے انتظام مکمل برباد ہو گئے۔

(۳) جاگیری، وظائف، مفاتیاں وعطیہ سرکار تکیہ خانقاہی نظامِ تعلیم کی کفالت کے لیے کافی ہوتی تھی وہ بند ہو گئی۔ ضبطی کے بعد تکیہ کی خانقاہی تعلیمی مرکز برباد ہو گئے۔ ہزاروں بچے تعلیم پانے سے محروم رہ گئے اور وہ جاہل بن گئے۔ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب ''سبحۃ المرجان'' میں اس طرح لکھا ہے۔

نوٹ:

وظائف قدیم و جدید یک قلم شدہ۔ مرد مان انجارا از کسب علم باز داشتہ در پیشہ سپاہ گیری انداخت و رواج تدریس و تحصیل برآں درجہ نہ ماند ومقرر سے از عہد قدم وفضل بود یک قلم خراب اقتداد

حکمران برہان الملک کی خواہش تھی کہ اولیاء کرام تکیہ دار جو اپنے وقت کے پائے کے عالم تھے جو سنی عقیدے کے ترجمان بن کر معلم کا کام انجام دے رہے تھے، علم دین، درس و تدریس کی تعلیم کے سلسلے کو تکیہ داروں کی خانقاہوں میں جاری رکھے ہوئے تھے۔ وہ کسی بھی صورت میں شیعہ عقیدے کی ترجمانی کریں یا شیعہ مذہب اختیار کر کے شیعہ مذہب کی اشاعت کے لیے تبلیغ کریں۔ جب ان تکیہ کے علماء کرام نے حکمران برہان الملک کی باتوں کو ماننے سے انکار کر دیا تو انتقام لیتے ہوئے برہان الملک نے خانقاہی مدرسوں کو بند کرنے کے بجائے سارے املاکِ اولیاء کرام تکیہ داروں کی ضبط کر لی جس نتیجہ یہ ہوا کہ تکیہ کے خانقاہی نظام تعلیم طالب علموں کے لیے خود بخود بند ہو گئے۔

تکیہ داروں کو مغل بادشاہون نے معافیاں کیوں دی؟

سرکاری وظائف، معافیاں وعطیہ سرکار تکیہ داروں کو زمینوں کو کیوں دیا؟ مغل بادشاہوں نے وہ بلاضرورت نہیں بے مقصد استعمال کے لیے زمین معافیاں عطیہ سرکار نہیں دیے تھے جو کہ جو بھی آئے ایرا غیرا نتھو خیرا کو زمینوں کے معافیاں اور وظائف لے جائے بلکہ اپنے زمانے کے بڑے بڑے پائے کے عالموں و علماء کو دیے تھے جو کہ اپنے وقت کہ تکیہ دار خانقاہ والے اولیاء کرام اللہ والے ہوتے تھے۔ وہ لوگ نہایت مہذب، متقی، پرہیزگار، عالم فاضل ہوتے تھے ان تکیہ دار کے خانقاہی لوگوں کا قدیم پیشہ پڑھنا و پڑھانا ہوتا تھا۔ خانقاہوں میں علم کی بارش کرنا صرف ان تکیہ دار کا مقصد ہوتا، درس تدریس دینا، لوگوں میں علم دین

Scanned with CamScanner

پھیلانا، لوگوں کو دین کی باتیں اور بچوں کو سکھانا، دین اسلام کی تعلیم پھیلانا، جگہ جگہ پر تکیہ قائم کیے گئے تھے۔ ان تکیہ داروں کی بہت بڑی ذمہ داری تھی کہ لوگوں کو ہندوستان میں پڑھنا لکھنا سکھائیں، پرآشوب دور میں لوگوں کو تعلیم یافتہ بنائیں۔ یہاں خاص نوٹ کرنے والی بات یہ ہے کہ ظالم ڈکٹیٹروں کے وحشی دور میں جاہل بھیک منگے تعلیم نہیں دے سکتے، جاہلوں کو جاہل کیسے تعلیم دے سکتے تھا۔ ایک بھیک منگا در- در ہاتھ پسارنے والا لوگوں کے ٹکڑوں پر پلنے والوں جاہلوں کو کیسے تعلیم دے کر علم والا بناتے؟ تعلیم تو وہی دے سکتا ہے جو خود پڑھا لکھا ہو اور علم پر عبور حاصل ہو۔

ہندوستان میں شیعہ کا مقام:

مولف و مصنف نے کتاب شہر الاولیاء صفحہ نمبر 32 پر تحریر کرتے ہیں کہ نواب شیعہ حکمران براہان الملک کے ابتدائی دورِ حکومت میں فیض آباد میں شیعوں کی کوئی خاص آبادی نہ تھی اور نہ ہی ان کی کوئی نمایاں اہمیت تھی۔ نہ ہی ان شیعوں کے پاس علیحدگی پسند کا جذبہ تھا۔ جو خاص اہم بات تھی کہ نہ ہی شیعوں کا کوئی علیحدہ مدرسہ تھا۔ بلکہ شیعہ بھی سنیوں کے ہی تکیہ دار خانقاہی مدارس میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے فرنگی محل کا دروازہ ان شیعہ حضرات کے لیے کھلا رہتا تھا۔ جب جاگیریں اور معافیاں وظائف عطیہ سرکار ضبط کرلیے گئے تو ان کی ضرب براہِ راست خانقاہی مدارس تکیہ داروں پر پڑی (تاریخ اودھ، ص نمبر 9)

آگے مورخ نے لکھا ہے کہ تاریخ اودھ کا ایک معمولی طالب علم بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ جس وقت شعیہ نواب برہان الملک نے بنگلہ (اودھ آج کا اجودھیہ) کو اپنا مستقل دارالخلافہ بنایا تھا اس وقت یہ تمام علاقہ غیر آباد جنگل تھا۔ "بنگلہ - اودھ - اجودھیہ" ایک جگہ کا نام ہے یہی بستی شیعوں کی بستی نہ تھی۔ شیعہ کی تعداد کے چند افراد جو میر آئین نیشا پوری، سعادت خان، برہان الملک کے فوجی تھے اور کچھ معتبر امراء جو ایرانی تھے وہی شیعہ مذہب کے پیروکار تھے۔ البتہ لکھنو میں مغلیہ زمانے سے کچھ شیعہ خاندان آباد تھے جن کی علیحدہ فرقہ کی حیثیت سے کوئی سماجی و سیاسی پوزیشن نہیں تھی۔ Shiya have a not any position in Lucknow.

شیعہ کو مضبوط کیا سنی سلسلہ خانقاہوں نے:

کتاب شہر الاولیاء صفحہ نمبر 91/93 پر مولف نے لکھا ہے کہ سلسلہ چشتیہ کے سید شاہ علی اکبر چشتی مودودی اور ملا علی فیض آبادی کی تحریک سے نواب حسن رضا خان کے فرزند سرفراز الدولہ نے فیض آباد میں عالیشان مسجد 13 رجب 1260 ہجری کو بنوائی۔

نواب حسن رضا خان جمعہ کی جماز با جماعت قائم کرنے کے لیے سب سے پہلے مولوی سید دلدار علی نصیر آبادی کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ یہ پہلا دن تھا جب وسطی ہند میں شیعوں نے اپنا پہلا جمعہ بجماعت علیحدہ ادا کرلیا تھا۔" حوالہ گل رعنا صفحہ نمبر 153/154

13 رجب 1260 ہجری سے پہلے شعیہ سنیوں کے مدرسہ "خانقاہی کے تکیہ داروں" میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ان سنیوں کی مسجد میں ساتھ کھڑے ہوکر نماز بھی ادا کرتے تھے۔ ان شیعوں کے پاس نہ علیحدہ کوئی خانقاہی مدرسہ تھا نہ ہی کوئی علیحدہ مسجد تھی بلکہ سلسلہ والے سنیوں کی محنت وتحریک سے نواب حسن کے فرزند سرفراز الدولہ نے فیض آباد میں شیعوں کے لیے الگ سے پہلی مسجد بنوائی۔ اس مسجد سے پہلے ان شیعہ حضرات کے پاس کوئی علیحدہ مسجد نہ تھی بلکہ سلسلہ والے سنیوں کے ساتھ شیعہ حضرات بھی مشترکہ عبادت و ریاضت میں شریک ہوتے تھے۔

خانقاہی سلسلہ والے سنی عقیدہ:

شیعہ مذہب کے پہلے امام مسجد مولوی سید دلدار علی نصیر آبادی کا آبائی مذہب سنت الجماعت تھا (دیکھیے مقدمہ وقائع دلپذیر ص 102) مولوی سید دلدار علی نے ابتداً کتب درسہ فرنگی محل میں پڑھا تھا۔ پھر عراق جاکر علمائے کربلا و نجف کے سامنے زانوے شاگردی تہہ کیا تھا اور واپس آکر خود فرنگی محل والوں کی تصدیق و تقریب سے مجتہد اور شیعہ فرمانروایانِ وقت کے مقتدا قرار پائے (دیکھیے حوالہ گذشتہ لکھنو صفحہ نمبر 120)

اہم واقعہ:

مولف نے آگے شہر الاولیاء کرام صفحہ نمبر 95 پر تحریر صاف کیا ہے کہ 13 رجب 1260 ہجری سے پہلے شیعہ مذہب کے یہاں نمازِ جمعہ نہیں ہوتی تھی لہٰذا "نمازِ جمعہ" نئی بات کو لے کر شیعہ حضرات میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ استعجاب و استغراب اور آپس میں بعض مخالف ومخالفین بدکرداروں کی جانب سے "نمازِ

Scanned with CamScanner

جمعہ'' کو خلل اندازی کا احتمال پیدا ہوگیا اس وجہ سے جھگڑے کی فضا قائم ہوگئی۔ مگر یہ جان کر کہ رئیس الملک آصف الدولہ چونکہ ترویج دین مبیں میں نیت صادق رکھتے ہیں اور مذہب ائمہ معصومین کی برتری اور فوقیت دیتے ہیں اور ہمیشہ مصروف رہتے ہیں لہٰذا مولوی سید دلدار علی نصیر آبادی کی اقتدا میں پہلی بار بجماعت جمعہ شروع ادا کیا گیا اور اس طرح ہندوستان میں شیعوں کی پہلی علیحدہ مسجد پہلا علیحدہ نمازِ جمعہ پڑھا گیا۔ یہ شیعہ حضرات پہلا نمازِ جمعہ کا واقعہ ہے۔

نوٹ و تجزیہ:

نئی بات نمازِ جمعہ کو لے کر شیعہ حضرات میں استعجاب و استغراب تھا بعض شیعہ مخالفین اور بدکردار شیعہ کی طرف سے نماز جمعہ کو فساد کا اندیشہ تھا لیکن رئیس الملک آصف الدولہ کی وجہ سے دنگے فساد، خون خرابے نہ ہونے پایا۔ اس تحریر سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ پوری دنیا میں شیعہ مذہب کے یہاں ''نمازِ جمعہ'' ادا نہیں کی جاتی تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ فیض آبادی میں 13 رجب 1260 ہجری کو سنی امام کے پیچھے شیعہ حکمرانوں نے ''نمازِ جمعہ'' قائم کرکے ادا کی۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ پوری دنیا میں شیعہ حکمران زیادہ سے زیادہ ہندوستان میں پہلے سے حکمرانوں کے یہاں وزیروں کی شکل میں سرکار چلانے پر فائض تھے اور بعد میں یہی وزراء حکمران بن کر نواب کی شکل میں اقتدار پر قابض ہوگئے۔ شیعہ مذہب کو مضبوط کرنے کے لیے ستون ثابت ہوئے اور پوری دنیا کے شیعوں کے لیے احکامات و فرمان جاری کرنے لگے اور مذہب شیعہ کے دین میں نئے نئے طریقے کی ایجادات کے موجب بن گئے۔

واقعہ بنگلہ ''اودھ'':

آگے مورخ نے شہر اولیاء میں صفحہ نمبر 240 پر تحریر کیا ہے کہ مقبرہ شاہ ابراہیم قادری صاحب کے پچھم جانب محلّہ شاہ مدار ہے جو کہ مرکزی شاہراہ کہلاتا ہے اور زمانہ ماضی میں اسی شاہراہ مدار محلّہ میں علی اکبر چشتی مودودی صاحب کا دولت کدہ تکیہ میں خانقاہ اور مسجد تھی۔ بیسویں صدی کی ابتدائی دو دہائیوں کے بعد سالوں میں ان کے وارثان جو لکھنو میں رہتے تھے بنگلہ ''اجودھیہ'' آکر مکان وغیرہ کھود کر فروخت کردیا اور اب سید شاہ صاحب کے دولت کدہ اور خانقاہ و مسجد کی جگہ پر کھیت کی شکل میں تبدیل ہو چکے ہیں۔

تاریخی تجزیہ:

جب تاریخی واقعات کا تجزیہ کیا جائے گا تو نقاد محلّہ شاہ مدار جو مرکزی شاہراہ ہے اس پر آکر رک جائے گا۔ محلّہ شاہ مدار مرکزی شاہراہ کیا ہے؟ اس سے کیا مراد ہے؟ سلسلہ مداریہ کے بانی کے نام پر محلّہ شاہ مدار مرکزی شاہراہ کیوں آباد تھا؟ جو اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ مداریہ سلسلہ والے اپنی تبلیغ سے محلّہ شاہ مدار آباد کر چکے تھے اور پائے کہ اولیاء کرام کے نام پر نوابی دور کا مرکزی شاہراہ انھیں کے نام پر رکھا گیا تھا۔ مبلغین مداریہ سلسلہ والے بہت پہلے دین اسلام کی تبلیغ کی غرض سے بنگلہ ''ایودھیا'' میں آئے اور دین اسلام کی تبلیغ کی وجہ سے مقامی لوگوں نے شاہ مدار کے نام کا محلّہ آباد کیا اور شاہراہ کا نام رکھ لیا ہو۔ اصل سبب یہی ہے کہ جہاں جہاں یہ لوگ دین اسلام کی تبلیغ کی غرض سے جاتے تھے لوگ ان کے نام پر محلے آباد کر لیتے تھے یا آباد محلے کا نام انھیں کا رکھ لیتے تھے۔ جیسا کہ شیخ محمد اکرام نے اپنی تاریخی کتاب رود کوثر میں لکھا ہے کہ پورے بنگال میں مداریہ سلسلہ کی تبلیغ و دعوت دین کی وجہ سے لوگ مسلمان ہوئے اور نام رکھ لیا محلّہ شاہ مدار۔ مدار کی جھنڈا گلی، مدار کی بستی، مدار کی واڑی، مدار پور، مدار شاہراہ، مدار محلّہ کے نام رکھنے کی ضرورت کیوں تھی؟ آج بھی کسی نہ کسی وجہ سے لوگوں کے نام پر جگہوں کی تختیاں پر نام رکھے جاتے ہیں اور باقاعدہ رسم ادا نام رکھنے کی جاتی ہے کیوں؟ اس کے بھی تو اسباب ہوں گے؟ پورے بنگلہ دیش سلسلہ مداریہ کی دین اسلام کی تبلیغ کی وجہ سے مسلمان ہوگئے تھے اور ہندوستان کا بنگالی جو مسلمان ہیں وہ بھی سلسلہ مداریہ کی دینی تبلیغ کی دین تھی کہ لوگ مذہب اسلام قبول کر مسلمان ہوئے۔ بنگلہ دیش اور پاکستان میں مداریہ شاہؒ کے نام پر شہر آباد ہیں اور ان جگہوں کے نام مدار شاہؒ پر آبادی قائم ہیں۔ اس طرح پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان میں سلسلہ مداریہ کا دین دین اسلام کی تبلیغ و دعوت دین کا کام پر بڑا زور تھا یہی وجہ تھی کہ لوگ کثرت سے مذہب اسلام میں داخل ہوئے اور مسلمان کہلائے۔ جبکہ شہر الاولیاء میں محلّہ شاہ مدار صفحہ نمبر 240 لے کر 246 تک ذکر ہے کہ یہی محلّہ شاہ مدار شہر کا مرکزی شاہراہ بھی ہے اور شہر کا مرکزی بازار بھی۔ محلّہ شاہ مدار کے اطراف کا مولف نے ذکر کیوں کیا ہے؟ قادری سلسلہ اور چشتیہ سلسلہ سے بہت پہلے محلّہ شاہ مدار کیسے اور کیوں مرکزی شکل میں آباد تھا؟ پورے ہندوستان میں سید بدیع الدین شاہ مدارؒ کے سلسلہ والے کسی کی پرواہ کیے بغیر دعوتِ دین کے کام میں ہمیشہ مصروف رہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ مکن پور میں فیضان العلوم ہندوستان کا سب سے بڑا خانقاہی مدرسہ تھا جہاں سے دین کی تبلیغ کے لیے مبلغین بھیجے جاتے تھے۔ مداریہ سلسلہ وفد کی شکل میں ہندوستان میں کہیں نہ کہیں خدمت دین میں ہمیشہ مصروف رہے۔ جیسا کہ آج کی تبلیغی جماعت مسلمانوں میں مسلمانوں کو

Scanned with CamScanner

سدھارنے کا کام کرتی ہے، مسلمانوں کو مسجد تک لاتی ہے، کچھ دین کی باتیں سکھاتی ہے، یہ مدار یہ سلسلہ کی نقل ہے۔ لیکن مورخ و مولف نے علی اکبر چشتی مودودی پر سولیہ نشان لگاتے ہوئے لوگوں سے سوال کیا ہے شاہ علی اکبر چشتی مودودی کا تعلق اس دور کے علمائے حق سے تھا یا کہ علمائے سوٗ کی جماعت کے فرد کی حیثیت رکھتے تھے۔ آج بھی یہ تحریر لوگوں سے اور آج کے علماء سے سوال کرتی ہے؟ شہر الاولیا کے مولف نے صفحہ نمبر 241 پر تحریر کیا ہے کہ دنیا کی طلب علماء اہل سوٗ کرتے ہیں اور آخرت کی طلب علماء اہل جنۃ ہیں۔

فائدہ کی نظر میں دنیا:

(۱) مولوی فدا حسین مرحوم کے بموجب شاہ علی اکبر چشتی مودودی کی دینوی جاہ و جلال سے آراستہ و پیراستہ، پروقار اور پرمعزز شخصیت تھی جن کا شمار اپنے وقت کے تمام بڑے علماء میں ہوتا تھا۔ دھوپ کی شدت اور سایہ کی فرحت بخشی طبعی خاصیت کے اثرات اور منفعت سے آشنا ہونے کی وجہ سے آرام طلب و اوباش آرام پرست ہوگئے تھے۔ دنیا کی لالچ طلبی ان پر قادر آگئی تھی۔ شاہ علی اکبر چشتی مودودی کو دنیائی لالچ نے دنیا میں ہی ''علماء سوٗ'' بنا دیا تھا۔ لالچ میں رہ کر وہ ہمیشہ نواب آصف الدولہ اور ان کے نائب و معتمد سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خان کی چمچہ گیری کرتے ہوئے انھیں خوش رکھتے کہ نواب صاحب سے کچھ نہ کچھ مل جائے، اس لالچ میں دن رات رہتے اور ان کے مزید قریب و اعتماد کے حصول کے لیے ہمیشہ کوشاں و سرگرداں رہتے۔

(۲) نواب آصف الدولہ صاحب کی قربت اور دنیاوی لالچ میں شاہ علی اکبر چشتی مودودی مذہب شیعہ کی اشاعت میں انھوں نے دل و جان سے کوشش کرتے اور نواب صاحب کے نائب سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خان بھی شیعہ مذہب کے پیرو کار تھے وہ بھی شیعہ مذہب کی اشاعت کے لیے دن رات کوشش میں لگے رہتے تھے چنانچہ 1780ء کے مطابق 1194 ہجری میں شاہ علی اکبر چشتی مودودی کے مشورے پر اور ملا محمد علی فیض آبادی کی تحریک سے اودھ کے سنی خاندان کو مذہب تشیع اختیار کرنے کی زبردست مہم چلائی گئی۔ مجبوراً ہزاروں سنی خاندان شیعہ بن گئے اور ان کو ان کی حیثیت کے مطابق جاگیریں دی گئیں اور زمیندار بنائے گئے تا کہ وہ خوش رہیں۔

(۳) مظالم کرنے والے کا کمال دیکھیے کہ شیعہ نوابوں کی دخل اندازی کا جو جاگیریں، معافیاں، وظائف، عطیہ سرکار شاہان مغلیہ نے دیے تھے وہ مکمل طور پر تکیہ دار خانقاہوں کے سنیوں کے قبضے میں تھیں اور

وہ آبا و اجداد سے وراثت میں چلی آرہی تھیں۔ شیعہ مذہب نہ قبول کرنے پر شیعہ حکمران نوابوں نے اچانک ضبط کرلی تھی ''شہر الاولیاء صفحہ نمبر 242'' پر مولف نے حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت مولانا سید ابو الحسن ندوی کے والد محترم ''نزہتہ الخواطر و گل رعنا'' کے مولف تھے اور سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنو مولانا حکیم عبدالحئ صاحب کے بیان کے مطابق شاہ علی اکبر چشتی مودودی اور ملا محمد علی فیض آبادی کے مشورہ اور شیعہ مذہب کے لیے تحریک سے سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خان نے لکھنو میں جمعہ و جماعت قائم کرکے سب سے پہلے مولوی سید دلدار علی نصیر آبادی کی اقتدا میں 13 رجب 1260 ہجری کو شیعوں کی علیحدہ نماز و جماعت کا قیام کا پہلا دن دنیا میں تھا۔ جبکہ وسطی ہند میں شیعوں نے جمعہ جماعت کو ہندوستان میں سنیوں سے علیحدہ کرلیے تھے اور پوری دنیا میں شیعوں کو مضبوط کرنے کے لیے لکھنو مرکز بن گیا تھا۔

لالچ نے علماء آخرت کو علماء سوٗ بنا دیا:

(۱) نوٹ کرلیں کہ یہ تینوں حضرات سلسلہ والے سنی عقیدہ رکھنے والے تھے۔ دنیا کی لالچ میں علماء سوٗ بن گئے تھے۔ سنی عقیدہ چھوڑ کر جاگیر اور زمینداری کی لالچ میں شیعہ بن گئے تھے۔

(۲) شیعوں کی پہلی علیحدہ مسجد کے پہلے امام پر فائض مولوی سید دلدار علی نصیر آبادی سنی تھے جو کہ جاگیر کی لالچ میں شیعہ بن گئے تھے۔ تاریخی کتاب موج کوثر پر شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے کہ چاروں محلے سنی تھے لیکن مولوی دلدار علی کی وجہ سے صرف ایک محلّہ سنیوں کا رہ گیا تھا، بقیہ شیعہ بن گئے تھے۔ نصیر آباد میں سید احمد شہیدؒ کی سسرال تھی جو سنیوں کا ایک محلّہ بچ گیا تھا۔

(۳) شاہ اکبر علی چشتی مودودی سنی خاندان میں پیدا ہوئے اور اپنے وقت کے بڑے سنی علماء سلسلہ چشتیہ میں شمار ہوتا تھا۔ چشتیہ سلسلہ سے تعلق تھا۔ لیکن جاگیر بچانے کی لالچ اور جاگیر پانے کی لالچ میں اپنا سنی ایمان کو چھوڑ کر شعیہ بن کر شیعوں کی مدد کرنے پر کمر کس لی۔ ان شیعوں کی جن کی ہندوستان میں کوئی حیثیت نہ تھی ان سلسلے والوں نے ان شیعوں کو باحیثیت و اثر رسوخ والا بنا کر مضبوط سے مضبوط تر کردیا اور صاحب حیثیت ہندوستان میں ہی نہیں پوری دنیا میں صاحب حیثیت بنا دیا۔

(۴) ملا محمد علی فیض آبادی جو اپنے وقت کے قاضی القضاء تھے جن کو اترپردیش میں ملا کہا جاتا تھا ان کے حالات خراب ہوئے تو نکاح پڑھانے تک سمٹ گئے۔ جب مغلوں کے دورِ اقتدار قاضی القضاء کی

Scanned with CamScanner

کرسیوں پر قابض ہوئے تھے یہی ملا خاندان اورنگ زیب اور داراشکوہ کے استاد و معلم بھی تھے اور سلسلہ والے تھے اور سنی مسلک بھی تھے۔ لیکن دنیا کی لالچ نے انھیں اندھا کردیا تھا۔ سنیوں کی مدد کرنے کے بجائے سنی مسلک ترک کردیا اور شیعوں کی مدد کرتے ہوئے اہل تشیع کی اشاعت میں دل و جان سے کوشش کرنے لگے۔ جاگیر کی لالچ میں سنیوں کو شیعہ بنانے میں لگے رہے جیسا کہ اوپر مولف نے لکھا ہے۔ لکھنو، فیض آباد، ایودھیہ یعنی بنگلہ میں شیعہ کی کوئی حیثیت نہیں تھی چند لوگ اور چند گھر شیعہ آباد تھے۔ پھر اچانک پورے کا پورا شہر شیعہ آبادیوں میں کیسے تبدیل ہوگیا؟ سنیوں کو کیسے شیعہ بنایا گیا اوپر لکھا جاچکا ہے۔ جب کہ یہ تینوں حضرات سنی عقائد ہونے کے باوجود شعیوں کی تعلیمی، مذہبی، روا پوشی، اخلاقی، ثقافتی اور پوری طاقت کے ساتھ مکمل شیعہ عقائد کی تبلیغ شب و روز سنیوں کے درمیان آخر شیعہ مذہب کی تبلیغ کرتے تھے۔ ان تینوں علماء سوٗ کی خودغرضی، نفس پرستی، روا پوشی، اخلاقی طور پر مردہ ہوچکے تھے۔ ایمان ان تینوں علماء کا اتنا کمزور ہوگیا کہ اللہ پر رزق کا بھروسہ ذرہ برابر نہ تھا اور تینو علماء نے دنیا میں جاگیر کی خاطر ایمان فروخت کردیا۔ ان تینوں نا اہل علماء کی وجہ سے پورے اودھ کے تمام سنیوں کے گھروں کو داؤ پر لگا دیا۔ ان کی دنیاوی لالچ کی حرکتوں کی وجہ سے پورے اودھ کے سنی خاندانوں نے لالچ کی راہ کو اپنا لیا اور سنی عقیدے کو خیر آباد کہہ کر مذہب تشیع کو اختیار کرلیا جن کو ان کی حیثیت کے مطابق چھوٹی بڑی جاگیریں اور زمینداری دیتے ہوئے وظائف بھی مقرر کیے گئے۔

مداریہ سلسلہ والے نہ جانے کیوں کسی سے سمجھوتہ نہیں کیا اور نہ ہی اپنے ایمان کا کسی سے سودا کیا۔ اگر انگریزوں سے جنگ لڑتے حالات سے سمجھوتہ کر پنشن خوار نہ بن گئے ہوتے تو آج ہندوستان میں مداریہ سلسلہ والوں کا ہی ڈنکا بجتا کیونکہ زمانۂ قدیم میں مداریہ سلسلہ کا مکن پور میں عرس میں پانچ چھ لاکھ لوگ شامل ہوتے تھے تو آج یہ تعداد دس بیس لاکھ لوگوں کا ہجوم میں ہوتا لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا بلکہ مداریہ سلسلہ والے اپنے مذہب دین اسلام کی دفع کے لیے اور مادر وطن کی آزادی کے لیے 1659ء سے انگریزی حکومت سے کشمکش شروع ہوچکی تھی اور اب جنگ کے حالات پیدا ہوگئے تھے۔ حالات اتنے خراب ہوچکے تھے کہ سوائے مقابلہ کا کوئی راستہ نہیں بچا تھا یہی وجہ تھی کہ مداریہ سلسلہ والوں کا یہی اصول زوال کا سبب بن گیا۔ اب ہر طرح سے مداریہ سلسلہ والے ہندوستان میں تنہا تھے۔ چاروں طرف سازشیں مداریہ سلسلے کے خلاف شروع ہوگئی تھیں۔ انگریز و انگریز عیسائی مشنریز اور نواب راجے مہاراج اور تاجر بنئے بھی اور سازش کرنے والے

ایک طرف ہوگئے اور چاروں طرف سے دشمنوں کے درمیان مداریہ سلسلہ والے گھر گئے تھے اور دشمن مداریہ سلسلہ والوں کو مٹانے کے لیے اور پوری طاقت جھونک دی تھی تاکہ مداریہ سلسلے والے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں اور آہستہ آہستہ سازش کار اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے حالانکہ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ پورے ہندوستان میں دینی خدمات کو لے کر دعوت دین کو گھوم گھوم دین کی اشاعت کرتے تھے اور دین اسلام کو پھیلانے کا ڈنکہ مداریہ سلسلہ والوں کا ہی بجتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شہنشاہ وقت شاہجہاں نے سلسلہ مداریہ والوں کو دینی خدمات کے عوض معافیاں، وظائف، عطیہ سرکار دیگر جگہ بجگہ دین اسلام پھیلانے کے لیے تکیہ قائم کردیے تھے۔ دراشکوہ نے اپنی تحریر میں تجزیہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندوستان میں سب سے بڑا عرس سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کا مکن پور میں لگتا تھا جس میں چھ لاکھ تک لوگ شامل ہوکر فیضیاب ہوتے تھے۔

شاہ شجاع نے مداریہ سلسلہ والوں کو ایک پروانہ لکھ دیا تھا کہ تم لوگ جب ہدایت اور دین اسلام کی تبلیغ کے لیے جاؤ اپنے ساتھ جلوس کا ساز و سامان لے جاؤ اور جہاں جاؤ گے تو اخراجات کے انتظامات وہاں کے مکین لوگ کریں گے۔ اس فرمان سے ثابت ہے کہ مداریہ سلسلہ والے گھوم کر دین اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ سلطان ابراہیم شرقی بادشاہ جونا پور "جونپور" نے حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کا مرصع مزار کو تعمیر کی تھی و آسائش زیبائش سے آراستہ کروایا۔ بادشاہ اورنگ زیبؒ نے سنگ مرمر کی جالیوں کا کام کروایا تھا کہ کیونکہ یہی سید صاحب ہمارے پیر تھے جو دین اسلام کی اشاعت کے لیے کوشاں رہتے تھے اور پورے ہندوستان کا اس وقت دین اسلام کا مرکز مکن پور کانپور تھا جہاں سے لوگوں کو تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا جاتا تھا۔ 1763ء میں سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار خانقاہی سے انگریزی حکومت کے پہلے لارڈ گورنر جنرل کلائیو سے مادر ہند کی آزادی کے لیے جنگ شروع ہوچکی تھی۔ انگریز سازش کے تحت پورے ہندوستان پر اپنا قبضہ کرلیں گے۔ سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار خانقاہی نے انگریز کی سازش کو بھانپ لیا تھا اور جنگ چھیڑ دی کہ انگریز کسی قیمت پر ہندوستان کی حکومت پر قبضہ نہ کرپائیں۔ سید مسکن شاہ مداریہ نے تی تو میر کے ساتھ مل کر کسان ودروہ کی قیادت کی تھی اور انگریزوں کے خلاف جنگ لڑی تھی۔ مداریہ سلسلہ کے علماء کرام انگریزوں سے میدانِ جنگ میں انگریزوں سے لڑتے تھے۔ انگریزی حکومت مداریہ سلسلہ کو اپنا دشمن نمبر ایک مانتی تھی۔ ہر جگہ سے تلاش کرکے ان کو پھانسی پر لٹکا دیتی کہ لوگ عبرت و نصیحت لیں کہ انگریزوں سے مخالفت کرنے کا کیا انجام یہ ہی ہے؟ اور عوام ڈر کر بغاوت کا خیال دل و دماغ سے نکال دے نہیں تو موت کے

Scanned with CamScanner

انجام کے لیے تیار رہے۔ مادر وطن کی خاطر مداریہ سلسلہ تکیہ داروں کی قربانی اپنے آپ میں ایک مثال ہے۔ ان کی قربانیوں کو لوگ اپنا اپنا بتا کر خوب تقریر اور تحریر کرتے ہیں جبکہ ان لوگوں کا وجود ہی 1857ء کی دوسری جنگ آزادی کے بعد ہوا ہے۔ اور سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار خانقاہ والے نے 1757ء کی پہلی جنگ آزادی شروع کردی تھی جسے بہت لمبے عرصہ تک جنگوں کا سلسلہ قائم رہا۔

اگر ہندوستان کے چار وارِان کا تذکرہ ہوگا تو دیکھا جائے اسی چاروں واران نے مذہب اسلام کی دعوت دین کی تبلیغ کے کام کو آسان بنا دیا تھا۔ ان چاروں واران سے کافی مدد مذہب اسلام کو ملی اور ان کی وجہ سے بہت سی آسانیاں ملیں۔ چاروں واران کا بٹوارہ برہما نے کیوں اور کس لیے کیا تھا؟ اور چاروں واران کے کام کو بانٹ دیا تھا جو الگ الگ تھے اور برہما ہی ان چاروں کے ماں باپ تھے اور برہما نے ان چاروں کو اپنے لنگ سے نہیں پیدا کیا بلکہ چاروں کو اپنے جسم کے چار حصوں سے پیدا کیا کہ

(۱) برہمن کو اپنے منہ سے پیدا کیا اور عوام الناس میں سب سے اونچے مقام پر فائض کیا۔

(۲) چھتریوں کو اپنی بانہوں سے پیدا کر کے دوسرے مقام پر رکھا۔

(۳) ویس کو برہما نے اپنی جانگھوں سے پیدا کر کے تیسرا مقام دیا اور

(۴) شودروں کو اپنے پیروں سے پیدا کر کے چوتھا مقام دیا۔

اس طرح شودروں کو سب سے نچلے پر رکھا۔ برہما نے اپنے جسم سے چار واران کو پیدا کردیا ان چاروں واران میں بعد میں بہت سی ذاتیں پیدا ہوئیں اور دنیاوی زندگی میں جینے کے لیے لوگوں نے بہت سے پیشے کو اپنایا کون شخص کس واران کا ہے اپنی اصلیت پہچان کے لیے گوتر بنا دیئے کہ لوگ اسی گوتر کی سیڑھیوں پر چڑھ کر اپنے اصل مقام واران تک پہنچ جائیں اور اپنے خاندان کی و اپنی اصلیت کی شناخت کرسکیں۔ (منواسمرتی، رودکوثر میں تمام واقعات کا ذکر ہے۔)

عیسائی پادریوں کو آزادی:

رودکوثر صفحہ نمبر 137 پر شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے کہ عیسائی، اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اپنے مذہب عیسائیت کے پرچار کے لیے پوری طاقت لگا دی تھی کبھی کبھار اپنی سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مذہب اسلام کے بانی محمد ﷺ کو برا بھلا کہتے تھے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ رودکوثر صفحہ نمبر 138 پر درج ہے کہ بادشاہ اکبر نے ان عیسائی پادریوں کو تحریر اور تقریر کی کھلی ہوئی بڑی آزادی دے رکھی تھی اور عیسائی پادریوں نے اس کا

خوب فائدہ اٹھاتے تھے۔ وقت، تہذیب اور خوش اخلاقی کے تمام اصول نظر انداز کردیئے تھے اور بدزبانی کا استعمال روزمرہ کی زندگی کا معمول بن گیا تھا۔ عام مسلمان و امراء شرفا کا دل ان کی بدزبانی سے جس طرح کڑھتا تھا اس کا اندازہ ایک مسلمان امیر کے اظہار خیال سے ہوتا ہے جو اس نے ''پادری زیویر'' کی تقریر کے بعد کیا (مسٹر پین معاصرانہ بیان کا خلاصہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں) بہت سے مسلمان درباری جو اس وقت بادشاہ کے ساتھ موجود تھے پادری زیویر کی تقریر پر بہت بگڑے اور ان میں سے ایک نے جو پادری کا دوست تھا اس پادری کو سمجھایا کہ جب وہ شرع اسلامی کا ذکر کرے تو اس کو زیادہ احتیاط اور ادب سے گفتگو کرنی چاہیے۔

اس درباری مسلمان نے کہا یہاں مسلمانوں کے سوا کوئی نہیں اور جب تم شرع اسلامی کی مذمت کرتے ہو تو وہ تمہارے خون کے پیاسے ہوجاتے ہیں اور اگرچہ میں تمہارا ولی اور محکم دوست ہوں، جب تم ہمارے نبی محمد ﷺ کی بے ادبی و گستاخی کرتے ہو تو میرا بھی جی چاہتا ہے کہ تمہارے جسم میں خنجر بھونک دوں۔

تجزیہ:

عیسائی پادری بھرے دربار میں بادشاہ اکبر کے سامنے نبی محمد ﷺ کی شان میں گستاخی بے ادبی کرتا ہو اور مذہب اسلام اور اس کی شرح کو برا بھلا کہتا ہو اور بادشاہ اکبر سے لے کر پورا دربار خاموش کیوں رہتا ہے؟ آخر مسلمان کو کون سی اور کیا مجبوری تھی کہ بادشاہ اکبر، اس کے تمام وزراء و امراء، دربار میں سننے والے تمام مسلمان اعتراض کیوں نہیں کرپائے؟ ان عیسائی پادریوں سے بادشاہ وقت کیا کچھ فائدہ اٹھانا چاہتا تھا؟ آگے مورخ شیخ محمد اکرام نے رودکوثر صفحہ نمبر 155 پر منتخب التواریخ جلد دوم صفحہ نمبر 401/402 پر بدایونی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ خان اعظم کے حجاز سے واپس آنے کے بعد بیشتر مسلمان عہدیداروں کا جو طریق کار تھا اس پر ایک دلچسپ واقعہ سے روشنی پڑتی ہے جو پرتگیز پادریوں کو پیش آیا اور جس کی تفصیلات C.H. Payne کی کتاب Akbar and The Jesuites کے سولھویں باب میں ہے بہ عنوان ایک شاہی فرمان درج ہے۔

Scanned with CamScanner

خلاصہ :

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ پرتگیز مشنریوں نے جنھیں اکبر بادشاہ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں گوا سے پھر بلایا تھا، کچھ لوگوں کو پیشتر اس کے کہ اچھوت شودروں کو لاہور میں مذہب تبدیل کرنے پر آمادہ کیا۔ 1601ء میں قلیچ خان پنجاب کا حاکم ہوا کرتا تھا، عیسائی پادریوں کے کاموں میں روڑے اٹکانا شروع کیا اس پر جو پادری عیسائی دارالحکومت دلی میں تھے بادشاہ اکبر کے پاس پہنچ گئے حالانکہ گوا کی چند تصویریں بادشاہ کو نذر کیں اور بادشاہ نے انھیں خندہ پیشانی سے قبول کیا تو عیسائی پادریوں نے عرض کیا کہ ایک فرمان جاری کیا جائے کہ اگر کوئی شخص عیسائی مذہب قبول کر عیسائی ہونا چاہے تو اس کی مزاحمت نہ کی جائے اس کو عیسائی بننے سے نہ روکا جائے۔

اکبر بادشاہ نے یہ استدعا قبول کرلی اور ایک اہل کار سے کہا کہ پادریوں کے لیے فرمان تیار کیا جائے۔ اہل کار جب یہ فرمان تیار کرنے بیٹھا اور پادریوں نے کہا کہ اس کی ایک شق یہ ہونی چاہیے کہ جو کوئی عیسائی مذہب اختیار کر عیسائی ہونا چاہے تو وہ اس معاملے میں آزاد ہوگا یعنی کہ وہ شخص تو وہ ہر معاملے سے آزاد ہوگا اس پر کوئی گرفت نہ ہوگی۔ اہل کار جو فرمان لکھنے بیٹھا تھا وہ رک گیا اور کہنے لگا کہ جب تک بادشاہ سے اس بارے میں پوچھ نہ لے گا اسے درج نہیں کیا جاسکتا۔ جب چند روز بعد اس نے بادشاہ سے پوچھا تو بادشاہ نے کہا کہ جو وعدہ میں نے پادریوں سے کیا ہے میں اس کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا اور یہ شق فرمان میں درج کردی جائے۔

چنانچہ اہل کار نے حسب الامر فرمان تیار کیا اور ایک اعلیٰ عہدیدار کے پاس لے گیا جو مجوزہ فرامین دیکھا کرتا تھا جب اس نے یہ شق دیکھی تو وہ بھی معترض ہوا اور معاملے کو لٹکاتا رہا۔ جب پرتگیز عیسائی پادری اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ اس شق میں بڑی دشواریاں ہیں اس سے شرع اسلامی Mohammaden Low کا ضعف پہنچتا ہے اور حاکم لاہور قلیچ خان بھی اس کے خلاف ہوگا اس لیے جب تک اس کے متعلق بادشاہ سے میں خود نہ پوچھ لوں، اسے درج نہیں کیا جاسکتا۔ اگلے روز جب وہ عہدیدار بادشاہ کے سامنے پیش ہوا اور پادریوں نے کہا کہ وہ بادشاہ سے استفسار کرے تو عہدیدار نے جواب دیا کہ یہ وقت اس کے لیے موزوں نہیں، میں بادشاہ سے علیحدگی میں استفسار کروں گا۔ پادری کہتے ہیں کہ یہ وعدہ بالکل جھوٹا تھا اور عہدیدار کی مرضی تھی کہ معاملے کو لٹکا کر اس قصے کو ختم کردے۔

بالآخر عیسائی پادری بادشاہ کے وعدے کے مطابق فرمان لینے میں کامیاب ہوگئے۔

تجزیہ:

عیسائی پادری اپنے مشن میں کامیاب تھے کہ بادشاہ سے شق لکھوا لیا۔ شق کا مطلب ہوتا ہے کہ پھاڑ دینا یعنی اس کا لب ولباب معنی یہ ہوا کہ ہندوستان میں رہ کر وہ کچھ بھی کرسکتے ہیں اور بادشاہ وقت بھی اس کو نہ روک پائے کیوں اس کو بادشاہ ہی نے لکھ کر دیا تھ کہ تم کچھ بھی کرو یہ فرمان شق لکھ کر دے دیا تھا۔ مطلب صاف تھا کہ عیسائی پادری کھلے عام اپنے مذہب عیسائیت کی تبلیغ کریں لوگوں کو عیسائی بنائیں اور کوئی روک نہ پائے اس لیے عیسائی پادری نے فرمان شق حاصل کیا تھا۔

مذہب اسلام پر عیسائی پادری غلبہ چاہتے تھے

مورخ فاروق ارگلی کتاب فخر وطن میں صفحہ نمبر 219-218 پر لکھا ہے کہ عیسائی پادری مذہب اسلام پر غلبہ چاہتے تھے۔ جس کی وجوہات انھوں نے اس طرح لکھے ہیں :

(۱) اصل حقیقت کفر و شرک کی سب سے بڑی علامت صلیب اور توحید کی حقانیت کے نشان ہلال کی کشمکش تاریخ اسلام کا اہم حصہ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کو مسلمان نہ بھولے تو یہ ہی اس کے حق میں بہتر ہے۔

(۲) طلوع اسلام کے بعد سے ہی ہر دور میں صلیبی طاقتیں مذہب اسلام کے خلاف برسر پیکار رہی ہیں۔

(۳) جب تک مسلمان دین اسلام کی سربلندی کا جذبہ کے خواہاں رہے فرزندانِ توحید جب تک اسلامی اصولوں پر کاربند رہے ذلت و رسوائی عیسائی صلیبوں کا مقدر بنی رہی۔

(۴) لیکن پھر مسلمان میں مذہب اسلام سے دوری، ایمان، اخلاق اور اجتماعیت کی کمزوروں سے باعث صلیبی عیسائی کی طاقت نے اسپین کی اسلامی حکومت پر غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔

(۵) اس طرح ایک پوری اسلامی سلطنت سے مذہب اسلام کے مسلمانوں کا نام ونشان مٹا کر مغرب کے گوروں نے گویا صدیوں کی ذلت کا انتقام لے لیا۔

(۶) اس طرح اسپین میں لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کر خون بہانے والوں نے مساجد کو گرجاؤں میں تبدیل کرکے لاکھوں مسلمانوں کو بالجبر عیسائی بنانے والے پادری و صلیبی ہندوستان مسلمان کا اسلامک ملک سمجھ کر ہی تاجروں کے بھیس میں ہندوستان آئے اور اپنی شیطان چال میں کامیاب ہوگئے۔

(۷) اخیر میں مغلیہ حکمرانوں کی نااہلی اور آپسی دشمنی میں اقتدار کے لیے اپنوں کے قتل عام میں کمزور نااہل لوگوں کی وجہ سے، طوائف الملکو کی، مذہبی، سماجی اور تہذیبی اجتماعی تفریق کی عصبیت کا فائدہ اٹھا

Scanned with CamScanner

ہوئے مشین، آلات، دوائیں اور کپڑا فروخت کرنے والے انگریز مکار تاجروں نے ہندوستانیوں کے ضمیر اور غیرت کی خریداری کرنے لگے اور غدار مسلمانوں نے اپنا سب کچھ فروخت کردیا۔

(۸) انگریزوں نے بہترین اسکیم تیار کی کہ اپنوں کو اپنوں سے لڑا کر انھیں ختم کرانے کی شاطرانہ چال چل کر 18 ویں صدی کے وسط تک عیسائی صلیبیوں کو ملک کے سیاہ سفید کے مالک بن گئے۔

(۹) انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے گروہ والے برطانیہ کے جرائم پیشہ گروہ تھا جو خود کو فاتح ہندوستان اور تمام ہندوستانیوں کو اپنا غلام سمجھنے لگے۔

(۱۰) ہندوستان پر ہمیشہ کے لیے انگریز اپنا مضبوط اقتدار قائم کرنے کے لیے اسپین کا آزمودہ طریقہ کار صلیبیوں کے ذہن میں شروع سے ہی موجود تھا۔ برصغیر کے تمام انسانوں کو عیسائی بنانے کی قواعد شروع کی گئی۔

(۱۱) عیسائی مشنریاں ہندوستان میں انگریزوں، پرتگالیوں اور فرانسیسیوں کے داخلے کے ساتھ اپنے دین عیسائی پرچار کے لیے مشترکہ طور پر عیسائی مذہب کے پھیلانے میں لگ گئیں۔

(۱۲) گوا اس کی پہلی مثال ہے کہ بہت پہلے گوا کے تمام قبائل کو عیسائی بنا لیا گیا تھا۔

(۱۳) جب شمالی ہندوستان پر انگریزوں کی گرفت مضبوط ہوگئی تو اس ملک کو عیسائی بنانے کا ناپاک ارادہ زور مارنے لگا اور ٹکراؤ کی صورت پیدا ہوگئی۔

(۱۴) انگریزوں نے اندرون ملک ہندوستان میں عیسائی مذہب کی مشنریوں کا جال بچھا دیا اور برطانیہ سے ہزاروں مذہبی مبلغین ہندوستان آگئے۔ عیسائیت کے فروغ کے لیے بڑے بڑے مذہبی مراکز قائم کر دیئے گئے۔

(۱۵) انگریزوں کی حکومت نے ہر ہندوستانی عوام کو لوٹ کھسوٹ کر اور اپنے بے ایمان اور بے انصافی اور ظلم وستم کی طاقت سے ہر طرح سے ہندوستان کو کمزور اور شکستہ بنا دیا تھا۔

نوٹ:

(۱۶) نوٹ کرلیں کہ تھانے، تحصیل، کچہریاں، اسپتال، پولس، فوج یعنی حکومت کے ہر شعبے میں عیسائیت کی تبلیغ زوروں پر تھی۔ عیسائی مذہب کے سب سے بڑے مرکز کلکتہ کے سربراہ لاٹ پادری ایڈمنڈ نے اپنے گشتی مراسلے میں یہ اعلان کردیا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ جب پورے ہندوستان کے باشندوں کو عیسائی بنا لیا جانا چاہیے۔

(۱۷) انگریزوں نے اعلان کردیا اور مراسلے میں لکھ دیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو دھمکی دیتے ہوئے حکم نافذ کردیا کہ اگر وہ اپنا بھلا چاہتے ہیں تو "دین عیسائی عیسوی" اختیار کرلیں ورنہ نتائج کے خود وہ ذمہ دار ہوں گے۔ انگریزوں نے دھمکیاں دینا شروع کردیا۔

(۱۸) انگریزوں کی حکومت نے سرکاری دفتروں میں کام کرنے والے تمام ہندو اور مسلمان سرکاری ملازمین کو حکم نامہ ارسال کیا گیا تاکہ سرکاری طور پر اس پر عمل درآمد ہو یعنی کہ عیسائی مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا جانے لگا۔

(۱۹) انگریزی حکومت نے خود ہی عیسائیت کے مذہب کی دہشت کو سرکاری طور پر سرکار میں کام کرنے والے عوام میں دہشت کے ماحول کو پھیلایا تاکہ بہت سے کمزور دل و دماغ والے اپنا موروثی مذہب چھوڑنے پر تیار ہوگئے اور اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور ہوگئے۔

(۲۰) انگریز کی انگریزی حکومت میں انگریزوں کی ایک پالیسی ساز "ریورنڈ کینڈی" کی تحریر کو نامور مورخ پنڈت سندرلعل میں اپنی کتاب "بھارت میں انگریزی راج" جلد دوم میں سے نقل کیا۔

انگریزی حکومت کا حکم نامہ:

انگریزی حکومت نے اپنے حکم نامہ میں لکھا کہ ہم پر کتنے بھی اعتراضات کیوں نہ ہوں" ہر ہندوستانی جان لیں کہ ہندوستان میں ہر طرح سے ہمارا اقتدار قائم ہوچکا ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہماری بنیادی مقصد پورے ہندوستان میں عیسائی مذہب پھیلانا ہے۔ جب تک کنیا کماری سے لے کر ہمالیہ تک سارا ہندوستان عیسائی مذہب اختیار نہ کرلے یہاں تک کہ لوگ ہندو دھرم اور مذہب اسلام کو برا نہ کہنے لگیں تب تک ہمیں مسلسل کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ اس کام میں ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے، ہمارے ہاتھوں میں جتنے اختیارات اور جتنی بھی قوت ہے اسے اس مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔"

زبردستی عیسائیت کا پیالہ پلایا جائے:

سرسید احمد خان بانی علیگڈھ نے اپنے رسالے "اسبابِ بغاوت ہند" میں لکھا ہے کہ اور اس عہد کے مصدقہ ومستند تحریریں شاہد ہیں کہ انگریزوں کی حکومت میں عیسائی مشنریاں شدت کے ساتھ میدانِ عمل میں

Scanned with CamScanner

آگئیں تھیں۔

(۱) عیسائی پادری پولس کی حفاظت میں مسلمانوں اور ہندوؤں کی عبادت گاہوں اور مذہبی اجتماعات میں گھس جاتے اور کھلے عام ہندوستانی لوگوں کو برا کہتے اور اپنے دین عیسائی کی تعریف کرتے ہوئے عیسائیت کی دعوت دیتے۔

(۲) انگریزی سرکار نے عیسائیوں کے خلاف ایک لفظ بھی منہ سے نکالنے کی سزا موت مقرر کی تھی۔ انگریزی حکومت کا کمال دیکھیے کہ پوری کمپنی اور انگریز سرکار اپنے مذہبی مبلغوں کے ساتھ کھڑی تھی۔

(۳) پورے ہندوستان کو عیسائی مملکت میں بدلنے کے کارِ عظیم کو تکمیل تک پہنچانے کا کام برطانیہ حکومت کی انگریز سرکار نے اسقف اعظم پادری سی. جی. فنڈر کو ہندوستان میں بلایا۔ اسقف اعظم پادری سی. جی. فنڈر انگریزی، جرمن، فرانسیسی، عبرانی کے علاوہ ترکی، تاتاری، آرمینائی اور فارسی زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا وہ فراٹے سے ان تمام زبانوں کا استعمال کرتا تھا۔

اسقف اعظم پادری سی .جی فنڈر نے مذہب اسلام کے خلاف اپنی مشہور کتاب میزان الحق 1829ء میں لکھی تھی۔ جس کو فارسی، انگریزی، اردو، مراٹھی، ترکی اور عربی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا اس نے بہت سے ملکوں میں عیسائی مذہب کا پرچار کیا تھا۔

1837ء میں اسقف اعظمپادری سی. جی. فنڈر کو برٹش گورنمنٹ نے ہندوستان بھیجا اور وہ آگرہ کے مسیحی مرکز کا سربراہ بنایا گیا۔ فنڈر نے آگرہ ہی میں رہ کر اردو زبان سیکھی اور "میزانِ الحق" کتاب لکھ کر مکمل کی۔ اسقف اعظم پادری سی. جی. فنڈر کو اپنے علم اور اسلامی معلومات پر اتنا بھروسہ تھا کہ یہ دعویٰ کرنے لگا تھا کہ کوئی مسلمان عالم ہندوستان میں اس کا سامنا نہیں کرسکتا۔ سی. جی. فنڈر اکثر دہلی آتا اور جامع مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر مسلمانوں کو للکارتا تھا اور مذہب اسلام کی تکذیب کرتا تھا۔ موت کے خوف سے لوگ توہین کا یہ زہر پی کر خاموش رہ جاتے۔

(۴) ہندوستان میں یہ مسلمانوں کے لیے اسلامی تاریخ کا سب سے شرمناک زمانہ تھا۔ جب بادشاہ، نواب، جاگیردار انگریزوں کے پنشن خوار بن چکے تھے۔ مسلمان علماء وفقیہ اپنے دین اسلام پر کیے جارہے رکیق حملوں سے تڑپ رہے تھے۔ مشہور "متشرق گارماں وتاسی" کے خطبات سے پتہ چلتا ہے کہ انگریز جامع شاہجہانی کو عظیم الشان کیتھڈرل میں تبدیل کرنے کے ارادے باندھ رہے تھے ایسے میں ایک مرد مجاہد نے پادری فنڈر کی بدتمیزیوں کا منہ توڑ جواب دینے کا اعلان کردیا۔ وہ تھے

مولانا رحمت اللہ کیرانوی۔

1854ء میں پادری فنڈر اور مولانا کے درمیان آگرہ کے مسیحی مرکز میں تاریخی مناظرہ ہوا اس کے نتائج بہت دور رس تھے۔ مولانا نے جس غیر معمولی علمیت اور ایمانی طاقت کے ساتھ اسلام کی حقانیت ثابت کی اور مسیحی دعووں کو باطل ثابت کرکے سب سے بڑے مسیحی عالم کو ذلیل وخوار کردیا۔ اس نے مسلمانوں کو نیا حوصلہ بخشا اور صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ پورے "بلاد" اسلامیہ اور یورپ میں ان کے نام کا ڈنکا بجنے لگا۔

تجزیہ:

انگریزی حکومت اور فرانسیسی اور پرتگالی ڈچ مذہب عیسائیت کے پرچار کے لیے مشترکہ اس کی تبلیغ پر یکساں مفاہمت تھی۔ عیسائی مذہب کے لیے تینوں متفق تھے لہٰذا مسلمان بادشاہوں سے ہر طرح کے فرمان کا پروانہ حاصل کرتے تھے جس سے عیسائی مبلغین کو پرچار و پرسار میں آسانیاں پیدا ہوں اور کسی قسم کی رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ لہٰذا بادشاہ جہانگیر، شہنشاہ اکبر اور بادشاہ شجاع سے ہر طرح کے مراعات کو عیسائی پادریوں کے مبلغین نے حاصل کرلیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ برطانیہ حکومت اپنے دھرم عیسائیت کے سب سے بڑے پادر اسقف اعظم سی. جی. فنڈر کو ہندوستان کیوں بھیجا تھا؟ تاکہ یکساں طور پر ہندو مذہب اور مذہب اسلام کو ایک ساتھ کھلا ہوا چیلنج کرسکے اور زیر کر پورے ہندوستان کے ہندوستانیوں کو عیسائی مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا جاسکے۔ جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے کہ کمزور دل و دماغ والے ہندو اور مسلمانوں نے دھمکی کے ڈر سے عیسائیت کو قبول کرنا شروع کردیا تھا۔ انگریزی حکومت کے ظلم وستم کی داستان 1757ء میں شروع ہوچکی تھی جب انگریزوں نے سراج الدولہ کی حکومت کا خاتمہ کر پہلی انگریزی صوبائی حکومت کا آغاز کردیا تھا۔ 1857ء کی دوسری بڑی جنگ آزادی میں بیک وقت آخری مغل بادشاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں لاکھوں ہندوستانی مادر وطن کی آزادی کی خاطر قربان ہوگئے جن میں خون بہانے والوں کی اکثرت مسلمانوں کی تھی جو کہ چھوٹے بڑے صاحب حکمران جیسے نواب، جاگیردار، زمیندار اور بے شمار علماء و مشائخ نے اپنی قربانیاں دے دی۔ لیکن آزادی کی دوسری جنگ غداری کی وجہ سے ہندوستانی ہار گئے۔ آخری مغل بادشاہ جن کی قیادت میں جنگ آزادی 1857ء میں لڑی گئی تھی سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر کو بغاوت کے نام پر سزا ہوگئی اور انگریزوں نے اس جنگ آزادی کا نام "غدر" سے منسوب کردیا لیکن علماء کی سرفروشی نے شکست کو

Scanned with CamScanner

تسلیم نہیں کیا۔ ٹھیک اسی طرح 1757ء میں بنگال کے حکمران سراج الدولہ کی حکومت کے خاتمہ کے بعد پہلی جنگ آزادی کی لڑائی انگریز گورنر جنرل لارڈ کلائیو سے زندہ شاہ مدارؒ کے سلسلہ والے سید مجنوں شاہ مداریہؒ میواتی تکیہ دار نے شروع کردی تھی۔ 1763ء کی پہلی جنگ آزادی میں سید مجنوں شاہ مداریہؒ میواتی تکیہ دار نے انگریزوں کو شکست دے دی لیکن یہ کامیابی زیادہ دیر پا نہیں ثابت ہوئی کیونکہ انگریز ایک منظم حکمران بن گئے تھے اور ہندوستانی غداروں کی منظم ٹیم انگریزوں کے شانہ بشانہ خود ہندوستانیوں سے لڑ رہے تھے اور مخبروں کا جال انگریزوں کا حمایتی بن چکا تھا۔ انگریزی حکومت مسلسل سید مجنوں شاہ مدارؒ تکیہ دار کو شکست دینے اور صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی اور سید مجنوں شاہ مداریہؒ تکیہ دار بھی انگریزوں سے جنگ جاری رکھے ہوئے تھے جب کہ انھوں نے اپنی حیات میں کبھی جنگ کو بند نہیں کیا۔ نہ ہی ان کے وارثوں نے کبھی جنگ بند کی سید مجنوں شاہ مداریہ تکیہ دار جس طرح بے سروسامانی کے ساتھ برطانیہ کے انگریزی حکومت کے گورنر جنرل لارڈ کلائیو سے جنگ آزماں تھے اس سلسلے کو لے کر سید مجنوں شاہ مداریہ تکیہ دار نے عرض گذار ناٹور کی رانی بھوانی کو دی کہ انگریز ہمارے مذہب دین اسلام کی تبلیغ کو روک رہے ہیں ہمارے کام میں مخل ہورہے ہیں جو کہ دین اسلام کی تبلیغ ہمارا فریضہ ہے لہٰذا انگریزوں کو روکا جائے جوکہ سند تحریر محررہ کی شکل میں آج بھی موجود ہے۔ (رود کوثر - شیخ محمد اکرام)

سید مجنوں شاہ مداریہ تکیہ دار نے پہلی جنگ آزادی کی شمع کو روشن کیا تھا۔ 1757ء کی جنگ ٹھیک چھ سال بعد سے سید مجنوں شاہ مداریہؒ کے سلسلہ کے لوگوں نے جنگ آزادی شروع کی جوکہ دراز ہوتی گئی۔ انگریز حکومت کی فوجی چھاونیوں پر مداریہ سلسلے والے مسلسل حملے کرتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ حکومت برطانیہ کے انگریزوں کی نظر میں مداریہ سلسلہ کے لوگ باغی کہلائے اور تمام ہندوستانیوں کی نظر میں سپوت ہند کہلائے۔

خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار کے بعد بھی جنگ آزادی کے سلسلے کو بند نہیں کیا گیا بلکہ جنگی سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں چلتا رہا۔ اور خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہؒ کے بعد خانقاہی سید چراغ شاہ مداریہ تکیہ دار، سید موسیٰ شاہ تکیہ دار، سید محبوب شاہ مداریہ تکیہ دار، سید گل محمد شاہ تکیہ دار، سید مسکین شاہ مداریہ تکیہ دار اور خانقاہی سید احمد شہیدؒ تکیہ داروں نے جنگ آزادی کو جاری رکھا جو تقریباً 1947ء میں آزادی ملنے کے بعد ہی جنگ ختم ہوگئی۔ یہی خاص وجہ تھی کہ انگریزوں نے سلسلہ مداریہ کے ایک ایک علمائے دین کو چن چن کر پیڑوں پر لٹکا کر پھانسی دیتے رہے۔ یہاں تک مرکز مکن پور کو آباد ہونے نہیں دیا گیا۔ مدریہ سلسلہ والوں کو

اپنی شناخت بھی چھپانا مشکل گھڑی تھی۔ مداریہ سلسلہ والوں نے بڑی کسمپرسی میں زندگی جینے پر مجبور ہوگئے جو کچھ بھی تھا تباہ و برباد ہوجانے کے بعد بھی انگریزوں سے کبھی صلح نہیں کی بلکہ انگریزوں کی لادی گئی مذہب عیسائیت کے عذاب سے مسلمانوں کو بچانے میں پوری دفاعی طاقت لگا دی۔ عیسائی مذہب کو مذہب اسلام پر کبھی غالب نہیں ہونے دیا نہ ہی انگریزوں کی سرکار کو کبھی تسلیم کیا۔

نواب سراج الدولہ کے حالات :

مولف و مصنف فاروق ارگلی فخر وطن صفحہ نمبر 33 پر آزادی ہند کی پہلی آواز اٹھانے والے سراج الدولہ کی تاریخ جو تحریر کی ہے میں نے ہو بہو نقل کردیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کا انتقال 1707ء میں ہوا۔ اس کے بعد ہی مغلیہ حکومت کے زوال کا دور شروع ہوگیا۔ ”مرکزی حکومت دہلی“ میں مغل حکومت کمزور ہوئی تو بہت سے اہم صوبے خوب مختار ہوگئے۔ بنگال صوبیدار علی وردی خان نے خود مختاری کا اعلان کردیا۔ لیکن اس حد تک کہ اس نے دہلی دربار سے اپنی نسبت ختم نہیں کی اور خود کو مغل دربار کا ماتحت ہی کہتا رہا۔ اگر دہلی کے بادشاہ سے اسے تعاون اور سرپرستی حاصل رہتی تو یقیناً وہ خودمختاری کا اعلان نہ کرتا۔ اس دور میں مرہٹوں کی طاقت بڑھ رہی تھی اور وہ مغل ریاستوں پر متواتر حملے کررہے تھے۔

علی وردی خان کی صوبیداری میں بنگال، بہار اور اڑیسہ کے صوبے شامل تھے۔ مرہٹوں سے اپنی حفاظت کے لیے علی وردی خان نے مغل دربار سے مدد چاہی۔ روبہ زوال مغلیہ سرکار نے اسے کوئی مدد نہیں دی تو اس نے پوری طرح خود مختار ہونا ہی بہتر سمجھا۔ علی وردی خان ایک بہادر اور دانشمند انسان تھا اس نے بنگال کو ایک بہتر حکومت دینے کی کوشش کی لیکن یہ وہی دور تھا جب شہنشاہ جہانگیر کی اجازت سے ملک میں تجارت کرنے آئے انگریز ”بنیاء“ اس ملک کے اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوشش کررہے تھے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی تب ایک تجارتی کمپنی نہ رہ کر ایک طاقت ور سیاسی جماعت بن چکی تھی جس کا مقصد تھا ہر ممکن چالبازی، عیاری اور بداخلاقی سے ہندوستان پر قبضہ کرکے تمام ہندوستانیوں کو غلام بنانا تھا۔ دوسری طرف انگریزوں کے حریف سمجھے جانے والے فرانسیسی اور پرتگالی بھی ایسی ہی کوششوں میں مصروف تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی تجارت کی آڑ میں بنگال میں اپنی طاقت بڑھا رہی تھی لیکن علی وردی خان کے جیتے جی بنیاء انگریز کچھ حاصل نہ کرسکے۔

نواب بنا علی وردی خان نے اپنی موت سے قبل سراج الدولہ کو وصیت کی تھی کہ ملک کے اندر

Scanned with CamScanner

2

یوروپین قوموں کی طاقت پر کڑی نظر رکھنا۔ اگر خدا میری عمر بڑھا دیتا تو میں تمہیں اس ڈر سے آزاد کر دیتا اب میرے بیٹے یہ کام تمہیں ہی کرنا ہوگا۔ تمہیں ان کی لڑائیوں اور سیاسی چالوں سے ہوشیار رہنا ہوگا۔

نوٹ :

پرتگالیوں اور فرانسیسیوں نے یہاں حکمرانوں کے آپسی جھگڑوں کے بہانے شہنشاہ "مغل بادشاہوں" کا ملک اور عوام کی دولت چھین کر آپس میں بانٹ لی ہے۔ ان تینوں یوروپین قوموں سے ہوشیار رہنا مگر ان تینوں قوموں کو ایک ساتھ کمزور کرنے کی کوشش مت کرنا۔ انگریزوں کی طاقت بڑھ گئی ہے تمہیں سب سے پہلے انھیں ہی زیر کرنا ہے اگر انگریز "بنیوں" کو زیر کر لیے تو باقی ماندہ دونوں غیر ملکی طاقتوں کو ختم کرنا زیادہ مشکل نہ ہوگا۔

10 اپریل 1756ء کو سراج الدولہ تخت نشین ہوا یہ وہ وقت تھا جب مغل سلطنت بے جان ہو چکی تھی اور بنیاء انگریزوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ بنگال کی حکومت سراج الدولہ کے لیے آسان نہیں تھی۔ انگریز اس کے خلاف مسلسل سازشیں کر رہے تھے۔ "انگریزی بنیاء" تجار بن کر پہلے اپنے آپ کو وفادار رعایا کہا کرتے تھے اور ہر طرح کی رعایتوں کے لیے دربار میں درخواستیں پیش کیا کرتے تھے۔ اب انھوں نے اندر ہی اندر اتنی طاقت بڑھا لی تھی کہ سراج الدولہ کی کھلم کھلا اہانت پر اتر آئے۔

اس وقت کے دستور کے مطابق جب سراج الدولہ گدی نشین ہوا تو تمام زیر نگیں علاقوں کے عاملوں نے دربار میں حاضر ہو کر نذریں پیش کیں جس کا مطلب نئے نواب سراج الدولہ سے وفاداری کا اظہار تھا لیکن "انگریز بنیاء" تاجروں نے نذر پیش نہیں کی۔ یہ بات ریاستی دربار کی توہین کے مترادف تھی۔ انگریزوں نے مختلف طریقوں سے نواب کی توہین کی تھی۔ یہ دراصل عمداً بغاوت اور دشمنی کا اشارہ تھا۔ اپنی حکمت عملی کے تحت انھوں نے نواب کے وفادار، درباریوں اور امراء کو طرح طرح سے ورغلا کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور پھر ایک دن یہی "بنیاء انگریزوں" نے نواب سراج الدولہ کے خلاف فورٹ ولیم میں مورچہ بند ہو کر باقاعدہ بغاوت کا اعلان کر دیا۔

24 مئی 1756ء کو سراج الدولہ کی فوجوں نے قاسم بازار میں واقع "بنیاء انگریزوں" کی کوٹھی کے محاصرے کا حکم دیا۔ "بنیاء انگریزوں" نے پوری طاقت سے نواب کی فوج کا مقابلہ کیا لیکن انھیں جلد ہی شکست قبول کرنی پڑی کوٹھی کا "انگریز بنیاء" سربراہ واٹسن اور دوسرے اہم افراد نواب کے قبضے میں آگئے،

اگر سراج الدولہ چاہتا تو ان سب کو موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا۔ لیکن بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ رحمدل بھی تھا۔ اس نے ان شیطانی صفت انگریزوں کی جان بخش دی۔ اس شرط پر کہ وہ اپنی کوٹھی سے اسلحہ و بارود ہٹا دیں گے۔ نواب سراج الدولہ نے "بنیاء انگریزوں" کی جان بخش دی اور ان کے تجارتی مال کو ہاتھ نہیں لگایا۔

5 جون 1756 کو سراج الدولہ "بنیاء انگریزوں" کو گرفتار شدہ لوگوں کو ساتھ لے کر کلکتہ کی طرف بڑھا۔ یہ رمضان شریف کے دن تھے، موسم گرما کی سختی فوج کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھی۔ مسلمان سپاہی پابندی سے روزے رکھتے تھے۔ ایسی حالت میں انھیں گولہ بارود، توپیں اور باربرداری کا سامان ڈھونا پڑتا تھا۔ خود نواب اپنے ساتھیوں کے ساتھ برابر مشقت کرتا ہوا 11 دن کے صبر آزما سفر کے بعد کلکتہ کے قریب جا پہنچا۔ اس دوران فوجیوں اور گولہ بارود سے لدے ہوئے کئی جہاز کلکتہ کی بندرگاہ تک پہنچ چکے تھے۔

"انگریز بنیاء" اب پوری طرح بغاوت پر آمادہ ہو چکے تھے۔ انھوں نے ہگلی کے شاہ قلعہ میں موجود تھوڑے سے ہندوستانیوں پر حملہ کر کے قلعہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ سراج الدولہ نے فوراً قلعہ کا محاصرہ کیا، دونوں جانب سے توپیں چلیں۔ انگریزوں نے زیادہ دیر تک مورچہ کو قائم نہیں رکھ سکے اور پسپا ہو کر سمندر میں موجود اپنے جہازوں کی طرف بھاگ نکلے۔ اس جگہ ایک بار پھر اس بہادر حکمران نے رحمدلی اور جنگی اخلاق کی شاندار مثال قائم کی کہ بھاگنے والوں کو قتل نہ کیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو انسانی خون بہانے سے گریز کیا جائے۔ اس مسلمان فاتح کی یہ وسیع القلبی مغربی تاریخ دانوں کو ہمیشہ شرمندہ کرتی رہے گی کہ انگریز کمپنی کے سازشی کارندوں کی اس صریح بغاوت آزمائی کے باوجود شریف النفس نواب نے گرفتار انگریز سربراہ واٹسن کو کہلوایا کہ انگریز اس بغاوت کے لیے معافی طلب کریں اور جرمانے کے طور پر تھوڑی سی رقم ادا کرنے کو تیار ہوں تو جنگ سے بچ سکتے ہیں۔

کلکتہ میں مقیم دیوان امی چند کی وساطت سے انگریز افسروں کو بھی اطلاع دے دی گئی لیکن اب انگریز نواب سراج الدولہ کا خاتمہ کر کے بنگال پر قبضہ کر لینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ نامور مورخ پنڈت سندر لعل نے اپنی کتاب "بھارت میں انگریزی راج" میں مستند حوالوں کے ساتھ لکھا ہے کہ ایمانداری کی جنگ میں انگریز نواب سراج الدولہ کا مقابلہ انگریز نہیں کر سکتے تھے۔ فوجیوں کی تعداد اور جنگی وسائل انگریزوں کے پاس ناکافی تھے۔ ان کا طاقتور ہتھیار تھا "رشوت" اور "لالچ" دے کر نواب کے آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لینا۔ واٹسن انگریز اور اس کے ساتھی انگریز جو نواب کی فوج میں قیدیوں کی صورت میں تھے لیکن وہ اپنی ایسی ہی کوششوں

Scanned with CamScanner

میں مصروف تھے۔ انھیں اس بات کا قطعی لحاظ نہ تھا کہ نواب نے ان کی جان بخشی کے ساتھ ان سے اچھا برتاؤ کیے جانے کا حکم اپنے فوجیوں کو دیا تھا۔

فوجی نقش :

سازشی ''بنیاء انگریز'' نواب سراج الدولہ کے آدمیوں کو ورغلا کر اس سے برگشتہ کر رہے تھے۔

(۱) نواب سراج الدولہ کی فوج میں خاص طور پر توپ خانے میں کئی یوروپین اور عیسائی ملازم تھے۔

(۲) عیسائی پادریوں نے آپسی اتحادی عیسائی مذہب کے لیے خفیہ فتویٰ جاری کیے تھے جس کے تحت سراج الدولہ سے غداری کرنا ثواب کا کام تھا۔

(۳) عیسائی مشنریوں کے پادریوں کا مشترکہ فتوے میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو بھی فوجی نواب سراج الدولہ کی فوجی ملازمت چھوڑ دے گا اسے انگریز فوج میں زیادہ تنخواہ پر شامل کرلیا جائے گا۔

اس طرح کی انگریز سازشوں نے نواب سراج الدولہ کی فوج میں بہت سے نمک حرام پوشیدہ طور پر پیدا کردیئے تھے۔

دیوان امی چند غدار :

کلکتہ کے انگریزوں نے سراج الدولہ کی فوج سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں شروع کردیں۔ اس دوران انھوں نے اپنے ہندوستانی ملازمین اور بیوپاریوں وغیرہ کی حفاظت سے انکار کردیا۔ دراصل انھیں ہندوستانیوں پر بھروسہ نہیں رہتا تھا۔ انگریزوں نے تمام انگریزوں اور ان کے کنبوں کو محفوظ جگہوں پر جمع کردیا۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے مکانوں کو آگ لگا دی۔ کلکتہ کی نہایت بااثر شخصیت '' دیوان امی چند'' کو گرفتار کرلیا گیا۔ یہ وہ شخص تھا جس کی مدد سے بغیر انگریز سراج الدولہ پر کبھی بالا دستی حاصل نہیں کرسکتے تھے۔

16 جون 1756ء کو سراج الدولہ کلکتہ پہنچا اس کی فوج میں بہت سے غدار اور نمک حرام موجود تھے جو در پردہ انگریزوں کا ساتھ دے رہے تھے۔ کلکتہ میں زبردست جنگ ہوئی، انگریزوں نے پوری شدت کے ساتھ مقابلہ کیا لیکن بالآخر انگریزوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ 30 جون 1756 کو نواب سراج الدولہ فاتح

نوج کلکتہ کوٹھی میں داخل ہوئی عام خیال تھا کہ نواب ان تمام انگریزوں کے قتل عام کا حکم دے گا۔ یہ عمل اس کے لیے آسان تھا اور حق بجانب بھی لیکن نواب سراج الدولہ نے ایک بار پھر اپنے بے پناہ انسانی جذبے کا مظاہرہ کیا۔ اس نے کوٹھی کے انگریز قیدیوں کی جان بخشی کا اعلان کردیا۔ ایک انگریز مورخ ''جیمس مل'' نے اپنی تاریخی کتاب'' دی ہسٹری آف انڈیا The History of India '' میں لکھا ہے۔ جب کلکتہ کی کوٹھی کا سربراہ مسٹر ہال ویل ہتھکڑی پہنے ہوئے نواب کے سامنے لایا گیا تو اس نے فوراً ہتھکڑی کھول دینے کا حکم دیا اور اسے یقین دلایا کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

اس کے علاوہ تمام یوروپین مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ نواب نے اس بار بھی فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے کمپنی کی کوٹھیوں سے سوائے فوجی ساز وسامان ہٹا دینے کے وہاں کے مال و اسباب کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور نہ جنگ میں کامیابی کے بعد کسی مفتوح کو قتل کیا۔ جو انگریز سراج الدولہ کی فوجوں کے شہر میں داخل ہونے پر شہر سے فرار ہوگئے تھے، نواب سراج الدولہ کی رحمدلی کی خبر پاکر اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ان کی جاں بخشی کی جائے اور انھیں بنگال سے باہر اپنے ہم قوموں کے پاس چلے جانے کی اجازت دی جائے۔ تمام مورخین اس پر بھی متفق ہیں کہ نواب نے انگریزوں کی گذارشیں قبول کرلیں اور تمام باغی انگریزوں کو عام معافی دے کر ریاست بنگال کی حدود سے باہر چلے جانے کا حکم دیا۔ اس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی پہلی بار بنگال جیسے زرخیز خطے پر قبضہ کرنے سے محروم ہوگئی۔

بلیک ہول کا الزام :

نواب سراج الدولہ کی اس رحمدلی اور انسانی جذبے کا بدلہ دغاباز انگریزوں نے'' بلیک ہول'' کی کہانی تراش لیا اور نواب سراج الدولہ کی انسانی و اسلامی کردار کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔ بلیک ہول کی کہانی من گھڑت تراش لیا اور نواب اس طرح سے ہے کہ نواب کی فوج نے جب کلکتہ کی کوٹھی پر قبضہ کیا اور وہاں موجود انگریزوں کو گرفتار کرلیا اور نواب کے حکم سے کوٹھی میں بنی ہوئی ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں تقریباً 146 عدد انگریزوں کو قید کردیا جہاں گرمی کی شدت اور دم گھٹنے جانے سے سوا سو (125) کے قریب انگریزوں کی موت ہوگئی۔ یہ فرضی کہانی انگریزوں نے بنائی اور اس کا نام دیا بلیک ہول۔

انگریز مکار و جھوٹے مورخین نے اس جھوٹے واقعہ کو خوب نمک مرچ لگا کر بیان کرتے ہوئے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نواب سراج الدولہ کس قدر غیر انسانی فطرت کا مالک تھا لیکن زیادہ تر ہندوستانی

Scanned with CamScanner

مولفین و محققین اور تاریخ نویسوں نے اسے محض الزام تراشی ہی مانتے ہیں۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ یہ فرضی داستان انگریز کمپنی کے اہم کارکن اور نواب کے ہاتھوں جان بخشی پانے والے انگریز ''ہال ویل'' نے ہندوستان سے جاتے وقت اپنے جہاز میں گھڑی تھی اور وہاں جا کر اپنی کتاب کے ذریعہ پوری دنیا میں پھیلانے کی کوشش کی تھی۔

نوٹ:

زمانہ قدیم میں بھی انگریز فرضی داستان اس طرح بناتے تحریر کرکے اور جو بھی میڈیا اس دور میں رہا ہوگا اس کے ذریعہ بالکل اسی طرح بیان دلواتے کہ دنیا والے ہمیشہ اس کو سچ مانتے ہیں بالکل اسی طرح آج بھی یورپ کا معاملہ دروغ گوئی پر منحصر ہے اور جھوٹ کا آقا امریکہ، برطانیہ، فرانس اور کناڈا جیسے ملک کے بنیادی طور پر سپورٹر و ہاتھ پیر ہیں۔ اقوام متحدہ کے نام پر امریکہ پوری دنیا پر اپنی حکمرانی قائم کیے ہوئے ہے۔ ہر ملک کے حکمران اس کی کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ امریکی صدر جارج بش اپنے دورِ حکومت میں افغانستان اور عراق پر حملہ کرتے ہوئے کہا تھا یہ مذہب اسلام کے مسلمانوں کے ساتھ ''صلیبی جنگ'' ہے مطلب صاف تھا کہ اس کے کہنے کا مقصد تھا کہ مذہب اسلام پر مذہب عیسائیت کا حملہ و جنگ قرار دیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح انگریز ہال ویل بھی اپنے مشن کو کامیاب کرنے کے لیے ہمیشہ شیطانیت کے مکر و فریب کے ساتھ جھوٹ کا سہارا لیتے آئے ہیں۔

مصنف نے آگے لکھا ہے کہ انگریزوں کو کلکتہ سے نکال باہر کرنے کے بعد نواب سراج الدولہ نے کلکتہ کا نام بدل کر علی پور رکھا اور اپنے ایک ہندو معتمد راجہ مانک چند کو وہاں عامل نائب گورنر مقرر کرنے کے بعد اپنے دارالحکومت مرشد آباد کی جانب کوچ کیا۔ روانگی سے قبل ہگلی کے کنارے نواب نے دربار کیا جہاں فرانسیسی کوٹھی اور پرتگالی ڈچ کوٹھی کے سربراہوں نے خاصی بڑی رقمیں نذر کیں۔ نواب نے ان کی گذارش پر انہیں پرامن طریقے پر تجارت کی اجازت دے دی۔

کلکتہ میں نواب سراج الدولہ کی کامیابی سے بہت سے انگریز شہر سے دور ایک غیر آباد مقام پر جا کر چھپ گئے تھے۔ نواب کو اس کی خبر لگ چکی تھی لیکن اس نے بے گھر بار انگریزوں کو مظلوم اور بے سہارا سمجھ کر کوئی اہمیت نہ دی۔ اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس وقت نوجوان نواب سراج الدولہ انگریز قوم کی لومڑی فطرت چال و چالاکی اور شیطانی حربے سے ناواقف تھا۔ یہ مٹھی بھر انگریز مدراس اور دوسرے دیگر مقامات پر

موجود انگریزی طاقتوں سے رابطے اور اندر ہی اندر نواب سراج الدولہ کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور دھوکہ دینے کے لیے نواب سراج الدولہ کی خدمت میں بڑی عاجزی اور وفاداریوں کا علان اور اظہار کرکے بنگال میں تجارت کرنے والے ''بنیاء گیری'' کرنے کی اجازت حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔

غدار دیوان مانک چند:

نواب سراج الدولہ نے ان انگریزوں کو غریب اور حقیر سمجھ کر ان پر رحم کیا جبکہ یہ انگریز وہاں رہ کر اس گورنر عامل مانک چند اور دوسرے اہم لوگوں کو نواب کے خلاف برگشتہ ورغلانے کا کام انجام دے رہے تھے۔ نواب سراج الدولہ کے بارے میں ایک مورخ کا خیال ہے کہ اس کی قسمت کچھ اور ہوتی اگر اس نے غیر ملکی سازشوں کو جڑ سے ختم کردیا ہوتا۔ اگر اس نے اس وقت وہاں کے تمام انگریزوں کو قتل کردیا ہوتا تو دنیا کا مورخ اس پر ناانصافی اور ظلم ستم کا الزام عائد نہیں کرسکتے تھے۔

تجزیہ:

نواب سراج الدولہ نے اقتدار پانے کے بعد یہ بھول گیا کہ آگ پانی ایک دوسرے کی ضد ہیں آگ پر پانی کتنا ہی گرم کیا جائے اگر پانی آگ پر پلٹ گیا تو آگ کو بجھا دے گا۔ نواب سراج الدولہ انگریزوں پر حملہ کرنے کے بعد ان انگریزوں کو بے دخل کرنے کے بعد بھی ان کو زخمی انگریزوں کو اپنا دشمن نہ جان کر ان پر مہربانی کرکے تجارت کی اجازت دے دینا خود نواب سراج الدولہ نے انگریزوں کو نہیں اپنے آپ کو شکست کے لیے لکیر کھینچ دی تھی اور آخر کار انجام وہی ہوا کہ انگریزوں نے دھوکہ دے کر نواب سراج الدولہ کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ آگے مولف نے لکھا ہے کہ کلکتہ میں انگریزوں کی شکست کے بعد مدراس میں 800 انگریزوں اور 1300 ہندوستانیوں کی فوج تیار کی گئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے بدنام زمانہ کرنل کلائیو کی سربراہی میں لشکر کو ترتیب دے کر فوج تیار کی گئی۔ جس نے بعد میں اپنی کامیاب شیطانی فطرت کے لیے مشہور تھا کہ تمام ہندوستانیوں کو برطانیہ کا غلام بنانے میں بنیادی کردار ادا کیا اور تاریخ میں لارڈ کلائیو کے نام سے مشہور ہوا۔

کلکتہ میں شکست خوردہ موجودہ انگریز بظاہر قابل رحم اور حقیر فقیر بنے ہوئے تھے۔ ان بہروپ انگریزوں نے وہاں کے عامل دیوان مانک چند کو گمراہ کرنے میں کامیابی حاصل کرلی تھی۔ یہ کام اتنی چالاکی سے کیا گیا تھا کہ نواب سراج الدولہ کے جاسوں تک کو خبر نہ لگ سکی تھی۔

Scanned with CamScanner

شیطان مکار کلائیو کا بحری بیڑہ جس وقت کلکتہ کے ساحل پر پہنچا تو مانک دیوان چند کی فوجیوں نے فرضی مقابلہ کرنے کا ناٹک کرنے کے بعد انگریزی فوج کے لیے راستہ صاف ہموار کردیا۔ غدار مانک چند نے نواب سراج الدولہ کو پیغام بھیجا کہ اس کی فوج انگریزوں سے زبردست مقابلہ کرنے سے قاصر ہے۔ انگریزوں نے بڑی آسانی سے تھانہ اور ہگلی کے قلعوں پر قبضہ کرلیا اور ہگلی شہر کو بری طرح لوٹ کر تباہ و برباد کردیا، سینکڑوں ہندوستانیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس صورت میں نواب سراج الدولہ نے سمجھ لیا تھا کہ اب ان بے ایمان انگریزوں سے اپنی سرزمین کو پاک کرنا ہی ہوگا۔ لیکن نواب سراج الدولہ کو شیطانی فطرت کلائیو اور اس کے ساتھی واٹسن کی چالوں کا شکار ہونا پڑا۔ شیطان کلائیو نے صلح کی دعوت اس انداز میں دی کہ سادہ لوح نواب سراج الدولہ کو لگا کہ مکار انگریز واقعی صلح کے طلبگار ہیں۔

غداروں کی فوج:

نواب سراج الدولہ کے ساتھ غداروں کی فوج تھی۔ نواب سراج الدولہ کے کئی قریبی لوگ رشتے دار جو اب در پردہ انگریزوں کے وفادار بن چکے تھے، انھوں نے نواب کو صلح پسندی کو مہمیز کیا۔ کلائیو مکار نے صلح اور دوستی کے نام پر مذاکرات کے بہانے نواب سراج الدولہ کو دھوکے سے کلکتہ بلا کر قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ نواب سراج الدولہ کو صلح صفائی کے لیے کلکتہ کے قریب آکر خیمہ زن ہوا تو رات کے اندھیرے میں خیمے پر حملہ کردیا گیا۔ شیطان انگریز بنیاء قوم کی تاریخ میں دغا بازی اور فریب کاری کی یہ بدترین مثال ہے۔ لیکن جس وقت انگریزوں نے دھوکہ سے رات میں حملہ کیااس وقت نواب سراج الدولہ خیمے میں موجودنہیں تھا، اسے شیطان انگریزوں کی سازش کا پتہ پہلے ہی چل گیا تھا۔

تجزیہ:

انگریز اپنے مقاصد کو پانے کے لیے کس حد تک نیچے گر سکتے ہیں اوپر مورخوں کی لکھی ہوئی عبارت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ صلح و صفائی کے وقت قتل کے پروگرام پر عمل کرنا دنیا کے نیچ سے نیچ ذات بھی ایسا نہیں کرے گی جیسا کہ ہندوستان پر قبضہ پانے کے لیے انگریزوں نے نیچ سے نیچ حربہ کو استعمال کیا۔

شیطان کلائیو اور مکار واٹسن نے سراج الدولہ کے گرد اس قدر سازشوں کو جال بچھایا تھا کہ تاریخی کتابوں میں اس کی تفصیل بے حد طویل ہے۔ انگریزوں نے نواب سراج الدلہ کے دربار میں اور فوج میں غداروں کی بھاری بھرکم تعداد کھڑی کرلی تھی۔ ان لوگوں کی ''غداروں'' کی وجہ سے نواب قدم قدم پر دھوکے کھاتا رہا اور جس وقت نواب سراج الدولہ کو انگریزوں کی ازلی شیطانیت کا پورا احساس ہوا اور اس نے پوری شدت کے ساتھ فیصلہ کیا کہ وہ اپنی سرزمین کو ان بدنیت شیطانوں و مکاروں سے غیر ملکوں سے پاک کردے گا۔ لیکن تب تک بہت دیر ہوچکی تھی۔

شیطان کلائیو:

شیطان کلائیو نے سراج الدولہ کے نہایت قابل اعتماد وزیر نمک خوار حرام خورر میر جعفر کو اس وعدے کے ساتھ اپنی طرف ملا لیا تھا کہ نواب سراج الدولہ کے بعد اسے ہی بنگال کا حکمران بنادیا جائے گا۔ ایک اور غدار کلکتہ کا دولت مند سیٹھ ''امی چند'' بھی اس سازش میں انگریزوں کا کرتا دھرتا بن کر انگریزوں کا حلیف بن گیا تھا اور نواب سراج الدولہ ان دونوں پر پورا اعتماد کیے ہوئے تھا کہ یہ دونوں اس کے خاص الخاص داہنا اور باہنا کندھا ثابت ہوں گے۔

(ا) 4 جون 1757ء کو شیطان کلائیو اور مکار واٹسن اور میر جعفر کے درمیان ایک خفیہ سمجھوتہ ہوا جس کے تحت جس قدر اختیارات نواب سراج الدولہ نے انگریزوں کو دیے تھے، غدار میر جعفر انھیں کو قائم رکھے گا۔

(۲) انگریزوں اور میر جعفر میں معاہدہ ہوا تھا کہ کسی تیسری طاقت کے ساتھ جنگ ہوگی تو ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

(۳) تمام فرانسیسیوں کی کوٹھیاں انگریزوں کے حوالے کی جائیں گی اور فرانسیسیوں کو بنگال میں نہیں رہنے دیا جائے۔

(۴) جنگ میں نقصانات کی تلافی کے لیے میر جعفر ہی انگریز کمپنی کو ایک کروڑ روپے دے گا۔

(۵) اس طرح میر جعفر الگ الگ نقصانات کے لیے کلکتہ کے انگریز باشندگان کو 50 لاکھ، ہندوؤں کو 20 لاکھ اور آرمینی باشندگان کو 7 لاکھ روپے بطور ہرجانہ ادا کرے گا۔

(۶) کلکتہ کی خندق کے اندر اور باہر چاروں طرف 600 گز تک زمین انگریزوں کو دے دی جائے گی۔

Scanned with CamScanner

(۷) اس طرح پابندیوں کی شرائط کے ساتھ ہگلی ندی اور نمک کی جھیلوں کے درمیان کا تمام علاقہ انگریزوں کو دے دیا جائے گا۔

(۸) جب کبھی میر جعفر کو انگریز فوج کی ضرورت پڑے تو وہ اس کے سارے مصارف میر جعفر برداشت کرے گا۔

(۹) میر جعفر ہگلی کے نیچے اور دریا کے اوپر کوئی بھی کسی طرح کا سرکاری قلعہ بندی نہیں کرے گا۔

(۱۰) میر جعفر اقتدار سنبھالتے ہی 30 دن کے اندر ان تمام شرطوں کو پورا کردے گا تو یہ معاہدہ پوری طرح قائم رہ سکے گا ورنہ ختم سمجھا جائے گا۔

شیطان کلائیو اور واٹسن اور غدار میر جعفر کے درمیان ان تمام شرائط پر معاہدہ طے ہوگیا۔

غداری کا پہلا قدم:

12 جون 1757ء کو غدار میر جعفر نے کلکتہ میں موجود بڑا شیطان انگریز کلائیو کو خفیہ پیغام بھیجا کہ یہی مناسب وقت ہے جب مرشد آباد پر حملہ کیا جاسکتا ہے۔ شیطان کلائیو کو میر جعفر کا پیغام پاتے ہیں برطانوی انگریز فوج مرشد آباد کی طرف چل پڑی۔ نواب سراج الدولہ کو جب انگریزی فوج کی مرشد آباد کی جانب پیش قدمی کی اطلاع ملی تو میر جعفر سے مشورہ کیا۔ میر جعفر قرآن ہاتھ میں لے کر وفاداری کی قسم کھائی اور نواب کی فوج کے سپہ سالار کی حیثیت سے آخری دم تک انگریزوں سے لڑنے کا عہد کیا۔

نواب سراج الدولہ کے سامنے میر جعفر پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ نواب سراج الدولہ اب پوری تیاری کے اپنے فوج لے کر مرشد آباد سے روانہ ہوا۔ اور شہر سے تقریباً 30 میل کے فاصلے پر پلاسی کے میدان میں پڑاؤ ڈالا اس جگہ پلاش کے درختوں کے گھنا جنگل تھا اس لیے اس مقام کا نام پلاشی یا پلاسی پڑ گیا تھا۔

23 جون 1757ء کو انگریزوں اور سراج الدولہ کی افواج آمنے سامنے تھی۔ سپہ سالار میر جعفر کے علاوہ نواب سراج الدولہ کی فوج میں تین سردار تھے (۱) یار لطیف خان (۲) راجہ درلبھ رائے اور (۳) میر مدن، نواب سراج الدولہ کی اس عظیم الشان فوج کی کل تعداد 45 ہزار سپاہیوں کے سپہ سالار میر جعفر کی کمان میں تھے جب کہ 12000 سپاہیوں کے سردار میر مدن اور راجہ درلبھ رائے کے ماتحت تھے۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ نواب سراج الدلہ پلاسی کے میں بڑی بہادری سے لڑا۔ مورخین کا یہ بھی

خیال ہے کہ اس دن نواب کی فوج انگریزوں کو نیست و نابود کردیتی لیکن عین وقت پر غدار سپہ سالار میر جعفر، غدار یار لطیف خان اور غدار راجہ درلبھ رائے اپنے غدار ضمیر کو فروخت کا صلہ وصول کرچکے تھے۔ جب شیطان کلائیو کی فوج کے قدم اکھڑنے ہی والے تھے کہ غدار سپہ سالار میر جعفر نے فوجیوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دے رہا تھا۔ البتہ وفادار میر مدن بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے آخری سانس تک اپنے بہادر سپاہیوں کو آگے بڑھ کر حملہ کرنے کا حکم دے رہا تھا اور یہاں تک کہ مکار انگریز فوجیوں نے میر مدن کو گھیر کر مار ڈالا۔ غدار میر جعفر اور دونوں نمک حرامیوں، غدار یار لطیف خان اور راجہ درلبھ رائے کی وجہ سے نواب سراج الدولہ کو شکست ہوئی۔ نواب سراج الدولہ میدانِ جنگ سے فرار ہوکر مرشد آباد میں واپس لوٹا۔ لیکن غدار میر جعفر کے فوجیوں نے چند دنوں میں نواب سراج الدولہ کو تلاش کرکے قتل کردیا۔

شیطان کلائیو نے میر جعفر کو غداری کے عوض میں انعام کے طور پر مرشد آباد کی کٹھ پتلی صوبے دار بنادیا لیکن میر جعفر کا نام غداری میں اور نمک حرامیوں کی تاریخ میں ہمیشہ کے لیے درج ہوچکا تھا جو رہتی دنیا تک اس کا نام غداروں میں موٹے حرفوں میں لکھا جائے گا۔ جب کہ نواب سراج الدولہ جیسے شریف صاحب کردار اور نیک خصلت اور بہادر نوجوان کو ہندوستان میں برطانوی استعمارے کے خلاف تلوار اٹھانے والے اولین مجاہدین اور مادر وطن کی آزادی کے لیے اپنی جان کے ساتھ ساتھ اپنی حکومت کا نذرانہ پیش کرنے والے شہیدان وطن کی صف میں اول دائمی اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوگیا۔

تجزیہ:

نواب سراج الدولہ کو ایک مستحکم حکومت بنگال کے صوبہ دار علی وردی خان نے خود مختار حکومت کے طور پر اپنے داماد کو دی تھی جو اس وقت حکومت کے لائق تھا۔ لیکن انگریز بنیاؤں نے اپنے شیطانی چال میں پھنسا کر خود نواب سراج الدولہ کے سپہ سالار میر جعفر کے ہاتھوں قتل کروادیا۔ یہ غدار ہی سپہ سالار ہے جو قرآن حکیم کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر قسم کھائی تھی کہ اپنی وفاداری میں حکومت وقت نواب سراج الدولہ کے لیے اپنا سر کٹادے گا اور بعد میں دیکھا گیا کہ قرآن کو ہاتھ میں لے کر قسم کھانے والا اپنے نواب سے غداری کرتے ہوئے اپنے نواب سراج الدولہ کا سر خود کاٹ لیا اور انگریزوں کی خدمت میں پیش کیا۔ میر جعفر نے صوبیدار بننے کی لالچ میں کیا تھا۔

انگریز شیطان کلائیو اور مکار واٹسن سے جب ایک جابر حکمران نواب سراج الدولہ مقابلہ نہیں کرسکتا تھا

Scanned with CamScanner

تو بغیر ہتھیار کے اور بغیر فوج کے سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار خانقاہی نے کلائیو کے لارڈ گورنر جنرل بن جانے کے بعد اس پر حملہ کیوں کیا؟ کیا سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار کو اپنے جان مال کے ساتھ ساتھ مداریہ سلسلہ والوں کے لیے خطرہ کو محسوس نہیں کیا کہ حکمران وقت انگریزوں پر حملہ کرنے کا انجام کیا ہوگا؟ ظاہر ہے کہ کچھ اسباب ایسے رہے ہوں جو اس وقت مسلمانوں کے برداشت و صبر کے قابل نہ رہے ہوں گے۔ باعث مجبوری سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار خانقاہ والے نے گورنر لارڈ کلائیو پر حملہ کرنا پڑا انجام کی پرواہ کیے بنا انگریزوں پر مسلسل حملے کرتے گئے۔ اس جنگ کے اسباب کی تحقیق کرنا ضروری ہے۔

جھوٹے الزامات :

آگے مورخ نے لکھا ہے کہ شیطان کلائیو کی بداعمالیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے انگریز مورخین نے جھوٹے اور بے بنیاد الزامات کے ذریعہ نواب سراج الدولہ کی شخصیت کو داغدار کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ بالکل نواب سراج الدولہ کی شخصیت کی طرح سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار خانقاہی اور مداریہ سلسلہ پر بے بنیاد طرح طرح کے الزامات انگریزوں کے پہلے گورنر جنرل لارڈ کلائیو نے لگائے ہیں۔ جو من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ لیکن سراج الدولہ کی صداقت، شجاعت، ایمانداری اور دیانت داری کو ایسے ناپاک انگریزوں کی کوششوں کے ذریعہ جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ ایک انگریز کرنل مالیسن نے اپنی تاریخی کتاب Decisive Battles of India میں لکھا ہے کہ نواب سراج الدولہ کے کردار میں کوئی اور خامی کیوں نہ ہو اس نے اپنے ملک کے ساتھ غداری نہیں کی اور نہ ہی ملک کا سودا کیا۔ کوئی بھی ایماندار اور غیر جانبدار انگریز 9 فروری اور 23 جون 1757ء کے دوران کے واقعات پر اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ شرافت کے معیار پر سراج الدولہ کا نام انگریز شیطان وقت کلائیو سے نام سے بدرجہا بلند نظر آتا ہے۔ اس المیہ کے ڈرامے کا اہم کرداروں میں صرف نواب سراج الدولہ ایک ایسا شخص تھا جس نے کبھی کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔ مسلمہ تاریخی واقعات کی حیثیت یہ ہے کہ نواب سراج الدولہ کی لیاقت اور اس کی شاندار شخصیت کی وجہ سے ہی برطانوی انگریز شیطان بے ایمان بنیاؤں نے عیسائی اور مذہب عیسائیت کے پرچار کے لیے اپنی قوم کے مفاد کے لیے نواب سراج الدولہ کی حکومت اور نواب سراج الدولہ کا خاتمہ کرنا ضروری سمجھا۔

بنیاء انگریز شیطان ڈکیت تھے :

(۱) نواب سراج الدولہ کا خزانہ ہیرے، زر و جواہرات سے لبریز تھا۔
(۲) یوروپین بنیوں کی نگاہیں نواب سراج الدولہ کی بے پناہ دولت پر جمی ہوئی تھی۔
(۳) نواب سراج الدولہ کی سب سے بڑی خامی اور کمزوری یہ تھی کہ اپنے غداروں اور شیطان سازشی انگریزوں کی چالوں کو نہیں سمجھ سکا۔
(۴) نواب سراج الدولہ انگریزوں سے بار بار دھوکہ کھا کر بھی ان پر رحم اور دوستی کا برتاؤ کرتا تھا۔
(۵) نواب سراج الدولہ کی غلطی یہ تھی کہ شیطان بنیاء انگریزوں کے ساتھ امن و امان سے رہنے کی توقع کرتا تھا۔
(۶) نواب سراج الدولہ کی انہی غلطیوں کی وجہ سے ہندوستان میں انگریزوں نے اپنی بنیادی جڑیں کو مضبوط کرنے کا موقع مل گیا۔
(۷) انگریزوں نے پلاسی کی جنگ جیتنے کے بعد ہندوستان میں ایک مستحکم و مضبوط برطانوی حکومت کی بنیاد رکھی۔

پلاسی کے درخت تبرک :

انگریز بنیاء شیطان کلائیو نے پلاسی کے میدان میں کھڑے پلاس کے تمام درختوں کو جڑوں سے کھودوا کر لکڑیاں انگلستان روانہ کردیا تا کہ وہ پورے انگلستان کے تمام انگریزوں میں تبرک کے طور تقسیم کی جائیں۔ اس طرح اس دن کو یادگار دن بطور جشن ہمیشہ حکومت برطانیہ میں قائم رکھا گیا۔ وہ دن ہندوستان میں حکومت برطانیہ کے سامراج کو قائم کرنے میں اہم کامیابی حاصل ہونے والا دن قرار پایا۔

نواب سراج الدولہ کا شاندار ماضی :

(۱) نواب سراج الدولہ نے اپنے مختصر دورِ حکومت میں اپنے نانا کی روایات کو قائم رکھا۔
(۲) بنگال کی تاریخ شاہد ہے کہ علی وردی خان اور نواسہ نواب سراج الدولہ نے اپنے دورِ حکومت میں ہندو سماج میں کوئی فرق نہیں سمجھا۔

Scanned with CamScanner

(۳) نواب سراج الدولہ کے بعد غدار میر جعفر بنگال کی کٹھ پتلی حکومت کا اہل کار بنا جو خود نواب ہوتے ہوئے بھی بغیر کلائیو کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

(۴) مرشد آباد کے شوق طبع درباری نے خود میر جعفر کے دربار میں میر جعفر کو کلائیو کا گدھا کے خطاب سے نوازا جاتا۔

انگریزوں کی حکمت عملی :

انگریزوں کی حکومت کی حکمت عملی یہ تھی کہ میر جعفر کی ریاست کے تمام ہندو وزیروں اور عمال کارکن کو ان کے عہدوں سے ہٹا کر بے دخل کردیا۔ ان کی جگہ پر مسلمانوں کو مقرر کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میر جعفر کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئے۔لیکن انگریزوں کی اپنی حکمت عملی کامیاب ثابت ہوئی کیونکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان دوریاں بڑھیں اور پھر فرقہ ورانہ اتحاد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ یہی میر جعفر کے زوال کا باعث بن گیا۔ شیطان صفت بنیاء انگریز ہندو مسلمان کے اتحاد کے بندھن کو توڑنا چاہتے تھے جس میں انگریز سو فیصد کامیاب ہوگئے تھے۔

نوٹ :

بحرحال ان میروں نے غداری کی ہندوستان میں بنیاد ڈالی اور نمک حرام غداروں کی پیدائش میں اضافہ کردیا۔ آج یہ نمک حرام کثرت سے پائے جاتے ہیں جو کہ اپنی ہی قوم سے نمک حرامی کرتے ہیں۔ خوفِ اللہ سے بھی نہیں ڈرتے۔ جیسے ان نمک حرامیوں کی باڑھ سی آگئی ہو۔ ٹیپو سلطان سے غداری کرنے والا میر صادق تھا اور نواب سراج الدولہ سے نمک حرامی و غداری کرنے والا میر جعفر تھا۔ رہتی دنیا تک تمام ہندوستانیوں کی نظر میں ان نمک حراموں کو ذلیل و خوار کی حیثیت سے یاد کیا جائے گا۔ ان کی اولادوں کو لوگ کیا کہیں گے؟

جعفر از بنگال صادق از دکن
ننگ ملت ننگ دین ننگ وطن

تکیہ متبرک مقام ہے :

مورخ فاروق ارگلی نے اپنی تاریخی کتاب فخر وطن میں صفحہ نمبر 72/73 پر تحریر کرتے ہیں کہ تکیہ وہ متبرک مقام ہے جہاں سے پورے بلاد ہند'' پورے ہندوستان'' میں علمی روشنی، دینی روشنی اور اخلاقی تعلیمات اور روحانی کمالات کی گواہ بنی ہوئی تھی۔ جہاں سے پورے ہندوستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی پھیلائی جاتی تھی اور تکیہ سے روحانی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ پاکیزہ سرزمین تکیہ ہی اولیاء کرام، صلحاء، علماء، مبلغین اور مجاہدین وطن کے لازوال علمی، دینی اور روحانی کمالات کی گواہ بنی ہوئی تھی۔

مولانا عبید اللہ کوثی ندوی کتاب سلسلہ قلندریہ صفحہ نمبر 39 پر تکیہ کا ذکر کیا اور ان کی خانقاہوں کے بزرگوں کے واقعات قلم بند کیے ہیں اور بڑی وضاحت کے ساتھ پورے اتر پردیش کے تمام ضلعوں کا ذکر ہے لیکن یہاں پر اعظم گڈھ اور جونپور کے کچھ تکیہ داروں خانقاہوں کا ذکر کررہا ہوں۔ صفحہ نمبر 31 پر عمل اعظم گڈھ- نظام آباد اعظم گڈھ اور صفحہ نمبر 93 پر حضرت میر عاشقانؒ کی نسبت'' سرائے میر'' کا نام آج تک آباد ہے جو کہ نسبت سرائے میران کے نام پر آباد ہوا اور ان کا مزار اب تک یادگار بنا ہے۔ اس طرح اعظم گڈھ میں قلندر پور اور جونپور میں قلندر پور، الہ آباد، کانپور، ضلع سیتا پور اور اتر پردیش کے مختلف ضلعوں میں تکیہ کے اور تکیہ داروں کی خانقاہیں قائم کی گئی تھیں۔ سرائے میر میر عاشقانؒ حضرت شاہ عبدالقدس عرف شاہ قدن کے خلیفہ تھے شاہ قدن کا مزار سرائے میر سے بجانب مشرق دس میل کی دوری قصبہ نام نظام آباد ضلع اعظم گڈھ میں آباد ہے۔ مولف رشیدیہ دیوان عبدالرشید قلندر جونپوری کا مزار بھی یہیں ہے۔ تحریر یہ ہے کہ تکیہ داروں و خانقاہوں پر تھی۔ یہ الگ موضوع ہے کہ کس تکیہ پر کتنے تعلیمی مرکز قائم کیے گئے تھے۔ لیکن اعظم گڈھ، جونپور، الہ آباد، سیتا پور و پورے اتر دیش میں کثرت سے تکیہ و خانقاہیں پائی جاتی ہیں۔ کچھ آباد ہیں اور کچھ غیر آباد اور کھنڈر بن چکے ہیں۔

اپنے وقت کے اکابرین، علما و صوفیہ کرام کا مقام یہی تکیہ خاص اہمیت کے حامل تھے کہ مریدین قطار در قطار کھڑے رہتے تھے اور اسلامی تعلیمات اور روحانی تعلیمات و تکیہ داروں کی دعاؤں سے پورے ہندوستان کے پورے لوگ فیضیاب ہوتے تھے۔ مولف فاروق ارگلی نے فخر وطن صفحہ نمبر 77 پر لکھا ہے کہ خود تکیہ شریف سے خاص رفقاء و علما کو ہندوستان کے مختلف مقامات کے لیے تبلیغی اور اصلاحی دوروں پر ہر وقت روانہ کیا جاتا اور خود تکیہ شریف میں عبادت و ریاضت اور مکاشفہ مراقبہ میں لوگ مشغول رہتے تھے۔ اس مدت میں عبادت و ازکار کا سلسلہ چلتا تھا۔

Scanned with CamScanner

ملک میں شیطاطین انگریزوں کا دبدبہ اور قتدار دن بدن مضبوط ہورہا تھا یہ دیکھ کر سلسلہ مداریہ کے خانقاہی تکیہ داروں کے سیدوں کے دل میں جہاد کی چنگاری شعلہ بن کر بھڑک رہی تھی۔ عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ اسلحہ کے استعمال کی، نشانہ بازی، شہسواری کی مشق بھی کرائی جانے لگی۔ انگریزوں کے آنے سے پہلے صرف اسلامی دین تعلیمات کی اسلام کی روشنی پھیلانا اور روحانیت سے پورے ہندوستان کو پاک صاف رکھنا یہی طریقہ سکھایا جاتا تھا۔

25 ستمبر 2011ء، اردو ٹائمز ممبئی بروز اتوار صفحہ نمبر 13 پر رفیع الدین رقیق لکھتے ہیں کہ ''ہمارا شہر ہمارے محلے'' کے عنوان میں تحریر کرتے ہیں کہ اورنگ آباد کی وقف کی زمینات اور عمارتوں پر سرکاری قبضہ جات کا تفصیلی جائزہ پیش کرنے سے قبل اس بات پر روشنی ڈالیں گے کہ کون کون سے ادارہ جات وقف کے تحت آتے ہیں۔ مرکزی وقف ایکٹ کے تحت 1995ء کے مطابق (۱) مسجد (۲) درگاہ (۳) خانقاہ (۴) قبرستان (۵) عیدگاہ (۶) عاشورہ کا خانہ (۷) امام باڑہ (۸) تکیہ (۹) سرائے خانہ وسرائے (۱۰) مسافر خانہ (۱۱) چلہ خانہ (۱۲) یتیم خانہ اور زمانہ قدیم کے مدارس اور ان کی جائیداد۔ ان مسلم جائیداروں پر سرکار نے آثارِ قدیم کہہ کر طرح طرح کی اڑچنیں پیدا کر خود کانگریس سرکار نے اس مسلمان کی پوری جائیداد پر ناجائز طریقے سے اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔ اور زبردستی ناجائز قبضہ جمائے بیٹھی ہے۔ اس سرکاری اوپر چارٹ میں تکیہ و خانقاہ اور چلہ کا ذکر ہے جو بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ تکیہ شریف انگریزوں کی آنکھوں میں ایسے گڑے کہ ہمیشہ انگریزی حکومت کی آنکھوں میں دردسر بن کر رہ گئے۔ انگریز جیسے ہی اقتدار میں آئے سب سے پہلے ان ہی تکیہ داروں کو اجاڑنے میں پوری طاقت جھونک دی۔ دراصل یہی تکیہ دار تکیہ میں اسلامی تعلیمات کے مرکز قائم کیے تھے جیسا کہ مولف ومورخ فاروق ارگلی نے فخر وطن میں لکھا ہے کہ تکیہ وہ متبرک مقام ہے جہاں سے پورے ہندوستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس طرح کی تحریر تاریخی کتاب رود کوثر صفحہ نمبر 176/177 پر مورخ شیخ محمد اکرام نے لکھا مجدود بلکہ ظاہری ترقی کا یہی عمل صوفیہ کرام کے باب میں کارفرما تھا۔ عہد اکبری کے آخری وقت 1605/06ء کے قریب سلسلہ نقشبندیہ کا آغاز ہوا جو شرع سے قریب تھا۔ جس کی تعلیم زیادہ مدون اس سے متعدد اہم فوائد رونما ہوئے لیکن سوال تو معاصرانہ مغربی ترقیوں سے موازنہ کا ہے۔ یورپ میں اس وقت اللہ سے لو لگانے اور دنیا پر آخرت کی ترجیح دینے والوں کے طریق کار میں ایک بنیادی انقلاب رونما تھا۔ رضائے الٰہی کے لیے اب عبادتوں، ریاضوں اور شغال روحانی طاقتوں میں غلو کے بجائے خدمت خلق کو راہ نجات سمجھاتے تھے۔ متعدد ایسے سلسلے قائم ہوئے جو تکیہ اور تکیہ

دار کی شکل میں محدود مسیحی عبادتوں اور روزوں اور اس طرح کے احکام مذہبی کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرتے۔ لیکن تکیہ دار اور تکیہ سے جن کا اصل زور خدمت خلق یعنی تبلیغ مذہب، توسیع تعلیم، غریبوں، بیماروں اور دوسرے حاجت مندوں کی خدمت اور اصلاح معاشرہ پر تھا۔

افسوس کہ آج کا ہمارا معاشرہ اور ہمارے اپنے لوگ اس جذبے کی نشوونما سے اکثر خالی ہیں۔ اللہ سے محبت کرنے والوں نے خلق اللہ سے محبت اور مخلوق اللہ کی خدمت عملی کا راستہ اختیار نہ کرسکے بلکہ زیادہ تر ریاضتوں اور مجاہدوں میں مستغرق رہے۔ اور آج بھی خدمت خلق کے معاملے میں اہل مغرب سے ہی نہیں بلکہ ہندوؤں اور بدھسٹوں سے بھی ہم پیچھے ہیں۔ جب تک خانقاہی نظام تھا تب تک تکیہ اور تکیہ داروں کی خانقاہوں سے خدمت خلق جاری وساری تھا۔ جیسے ہی تکیہ کی خانقاہی نظام ختم ہوئے مسلمانوں کے یہاں سے خدمت خلق کی بو باس بھی ختم ہوگئی اور ہائے روپیہ پائے روپیہ کی مہاماری مسلمانوں کے یہاں شروع ہوگئی صبر کا دامن بھی مسلمانوں سے چھوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ صبر کا دامن ہاتھوں سے نہ چھوٹنے پائے۔ ''خدمت خلق بڑا ہی صبر آزما کام ہے۔'' تکیہ کے خانقاہی لوگ صرف خدمت خلق پر یقین رکھتے تھے۔ دین اسلام کی تبلیغ بڑے وسیع طریقے سے کرتے تھے۔ غریبوں و بیماروں اور حاجتمندوں کی خدمت خلق سے اصلاحِ معاشرہ بھی کرتے تھے۔ دن رات لنگر چلتے تھے، کھانو والوں سے ان کے نام، ذات پات، مسلک اور مذہب نہیں پوچھے جاتے تھے۔ سلسلہ والوں کے بعد آج کا مسلکی معاشرہ افسوسناک دور سے گذر رہا ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں دیکھنے کو ملتا ہے کہ اللہ سے محبت کرنے والے خدمت خلق نہیں کرتے۔ آج ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ کسی بھی مسلک کے کیوں نہ ہوں اپنے گریبان میں اچھی طرح جھانک کر دیکھے اور صوفیاء کرام کی زندگی پر نظر ڈالے، صوفیاء کرام ہم سے بہتر زندگی جینے کے معاملے میں نظر آتے ہیں کہ خدمت خلق نے ان کو اوپر اٹھا رکھا ہے۔ تکیہ و خانقاہی زندگی میں لنگر کا نظام تھا جو 24 گھنٹہ جاری رہتا۔ ہر بیماری و پریشانی کا مفت علاج کرتے تھے، دوا اور دعا دونوں طریقوں پر انھیں عبور حاصل تھا۔ بلا اجرت خدمت خلق میں پریشان حال لوگوں کی زندگیاں بچاتے تھے اور محبت کے ساتھ بلا اجرت علاج بھی کرتے تھے۔ شخصی اور معاشرتی، تبلیغی روحانی بھی اصلاح بھی تکیہ پر سکھائے جاتے تاکہ ہر شخص مستفید ہوسکے۔

صفحہ نمبر 177 پر شیخ محمد اکرام نے رود کوثر پر لکھا ہے کہ مولانا مودودی نے مغرب کے مقابلے میں اسلامی ممالک کی فقط عقلی اور علمی پسماندگی کا ذکر کیا ہے لیکن فی الحقیقت اس پسماندگی کا دائرہ بڑا وسیع تھا اور اس کا آغاز اٹھارہویں صدی سے بہت پہلے عہد اکبری میں بلکہ اس سے بھی پہلے ہوچکا تھا۔ رود کوثر صفحہ نمبر

Scanned with CamScanner

175 پر لکھا ہے کہ پرتگیز عیسائی بحر ہند کے ساحل تک اپنے قبضے میں لے چکے تھے یہاں تک کہ شاہی جہاز مغلوں کو بھی عیسائیوں سے اجازت نامے لینے پڑتے تھے۔ تب کہیں جا کر بحری سمندر سے گذرتے تھے۔

اکبر بادشاہ نے عیسائیوں کو دی آزادی:

"رودِ کوثر" مولف شیخ محمد اکرام نے صفحہ نمبر 157 پر لکھا ہے کہ اکبر بادشاہ نے عیسائیوں کو کھلی چھوٹ دے رکھی تھی کہ عیسائی پادری جس کو چاہیں اور جیسے بھی چاہیں عیسائی مذہب میں تبدیل کروا دیں اس وجہ سے شرع اور اسلامی فقیہ کو ضرب پہنچ رہی تھی اور مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ مولف نے صفحہ نمبر 155 پر لکھا ہے کہ اکبر بادشاہ خود شودروں کو لاہور بلا کر عیسائی پادریوں کے ذریعہ مذہب تبدیل کروا کر عیسائی بنوا دیتا تھا۔ کمال دیکھیے، عیسائی پادری "زیویر مسٹر پین" خود اکبر کے دربار میں مذہب اسلام کے خلاف بدزبانی کرتا تھا۔ اکبر بادشاہ کے ہی کھلے دربار میں مذہب اسلام کے بانی نبی محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا اور لوگ خاموش سنتے۔ جن امراء کو عیسائیوں سے فائدہ تھا وہ ہمیشہ فائدہ اٹھاتے۔ تہذیب خوش اخلاقی کے تمام اصولوں کو نظر انداز کیا جاتا۔ لیکن عام مسلمان و امراء کا دل و دماغ اس کی بدزبانی سے بری طرح مجروح ہوتا۔

واقعہ:

مولف شیخ محمد اکرام نے رود کوثر صفحہ نمبر 138 پر واقعہ قلمبند کیا ہے کہ جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مسلمان امیر کے اظہار خیال سے ہوتا ہے جو اس نے اکبر بادشاہ کے دربار میں پادری کی تقریر سننے کے بعد کیا۔ پادر زیویر کی تقریر کے بعد کیا مسٹر پین کے معاصرانہ یہاں کا خلاصہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بہت سے مسلمان درباری جو اس وقت بادشاہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے پادری زیویر کی تقریر پر بہت ناراض ہوکر بگڑ گئے۔ ان میں ایک جو پادری زیویر کا دوست مسلمان تھا اس نے عیسائی پادری زیویر کو سمجھایا کہ وہ شرع اسلامی کا ذکر کرے تو بہت ادب اور احتیاط سے گفتگو کرنی چاہیے۔ اس درباری مسلمان نے کہا یہاں مسلمانوں کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے اور جب تم شرع اسلامی کی مذمت کرتے ہو تو وہ تمہارے خون کے پیاسے ہوجاتے ہیں اور اگرچہ میں تمہارا ولی اور گہرا دوست ہوں جب ہمارے نبی محمد ﷺ کی بے ادبی کرتے ہو تو میرا جی چاہتا ہے کہ تمہارے جسم میں خنجر بھونک دوں۔

واقعہ:

تاریخی کتاب فخر وطن میں مولف فاروق ارگلی نے صفحہ نمبر 224 پر لکھا ہے کہ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے گاؤں کیرانہ کو انگریزوں نے زبردست فوجی محاذ میں تبدیل کردیا تھا۔ جب انگریز ٹڈی دل فوج نے کیرانا پر حملہ کیا تو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے ایک بہادر جنرل کی طرح دشمن کا مقابلہ کیا۔ برٹش فوج کی زبردست گولہ باری سے اس جنگ کا وہی انجام ہوا جو 1757ء سے مجاہدین وطن کا ہوتا آیا تھا۔ یہ جنگ آزادی کے جذبات تھے جو بغیر ساز و سامان و جنگی سامان اسلحہ جات کے بغیر لڑی گئی تھی جس میں لڑنے والے جنگ یقیناً ہار جائیں گے اور جنگ آزادی کے نام پر فنا ہوکر دنیا کی صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں لیکن عقیدے و جذبات پہلے کی نسبت زیادہ طاقتور اور مضبوط ہوجاتے ہیں۔

اس جنگ میں انگریز فتحیاب ہوئے۔ کیرانہ شہر پوری طرح راکھ کی ڈھیر بن کر خاک میں مل گیا۔ آگے مولف فاروق ارگلی نے فخر وطن میں لکھا ہے کہ برطانوی درندوں نے وہاں ہندوستانیوں کا خون کا دریا بہا دیا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے خاندانی محلات صفحہ ہستی سے مٹا دیے گئے۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کو برطانوی فوج تلاش کرتی پھر رہی تھی مگر مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ بچ کر بنجھ پہنچ گئے تھے۔ حضرت موالان رحمت اللہ کیرانویؒ دشواریوں اور مصائب کا سامنا کرتے ہوئے مولاناؒ پا پیادہ سورت بندرگاہ پہنچے، نام بدل کر بحری جہاز پر سوار ہوئے اور مکہ معظمہ پہنچ گئے۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کا سب کچھ لٹ چکا تھا۔ وطن ہندوستان ہمیشہ کے لیے چھوٹ چکا تھا۔ عزیز اور اقارب سب سے جدا ہوگئے تھے۔ ان کی لاکھوں کی جائیداد تھی جس کو انگریزوں نے کوڑیوں میں نیلام کردیا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے دل میں جذبہ ایمانی سلامت و جواں تھا اور مولاناؒ ثابت قدم رہے۔ آخری وقت تک خدمت دین کی آرزو لیے دیارِ حرم میں حاضر ہوئے جہاں پر آزادی کے مجاہد مولانا امداد اللہ مکی مہاجرؒ پہلے سے موجود تھے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے علم و فضل کا شہرہ پہلے سے ہی پہنچ چکا تھا۔ علماء حرام کی خواہش پر آپؒ نے اپنا حلقہ درس شروع کیا۔

1857ء کی دوسری جنگ آزادی میں بیک وقت لاکھوں ہندوستانیوں کا خون مادر وطن ہند کی آزادی کی خاطر بہا دیا گیا جن میں اکثریت صرف مسلمانوں کی تھی۔ صاحب حکمران اور بے شمار علماء و مشائخ نے اپنی ہر طرح کی قربانیاں دیں لیکن آزادی کی دوسری جنگ بھی ہندوستانی ہار گئے لیکن تکیہ و خانقاہوں میں رہنے

Scanned with CamScanner

والے علمائے دین کی سرفروشی کی تمنا رکھنے والے نے شکست کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ ٹھیک اسی طرح 1757ء کی جنگ میں جب نواب سراج الدولہ پلاسی کے میدان میں جنگ ہار جانے کے بعد انگریزوں کے سب سے پہلے لارڈ گورنر جنرل کلائیو پر سب سے پہلے اپنے وقت کے تکیہ دار خانقاہی مداریہ سلسلہ کے سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی خانقاہی نے حملہ کیوں کیا؟ انگریزوں کو پہلی جنگ آزادی میں سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار نے انگریزوں کو شکست دے دی۔ لیکن یہ فتح کی کامیابی دیر پا ثابت نہیں ہوئی۔ انگریز ایک منظم سازش کار حکمران تھے، انگریز بھی مسلسل سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ داروں کو اور ان کے رفقائے اور ہمدرد والوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش شروع کردی تھی۔

سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار بھی بے سروسامان کے عالم میں انگریزوں کے سامنے ساری عمر ڈٹا رہا۔ مذہب اسلام دین کی تبلیغ کو لے کر رانی بھوانی ناٹور کی رانی کو ایک عرض داشت پیش کی کہ انگریز ہمارے دین کے معاملات میں دخل اندازی کر مخل ہورہے ہیں اور ہمیں مذہب اسلام کی تبلیغ کرنے سے روک رہے ہیں جو کہ سند تحریرہ ومحرہ کی شکل میں جنرل اشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں آج بھی موجود ہے۔

1757ء کی پہلی جنگ آزادی کا سلسلہ دراز ہوتا گیا اور مداریہ سلسلہ والے انگریزوں کی حکومت کے باغی کہلائے اور مدار وطن ہند کے سپوت بھی کہلائے۔ سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار کا انگریزوں پر حملے مسلسل ہوتے گئے اور سید مجنوں شاہ میواتی تکیہ دار اپنی تمام عمر انگریزوں پر حملے میں کھپا دی اور سید مجنوں شاہ مداریہ ہی میواتی تکیہ دار کے بعد ان کے وارثین بھی انگریزوں پر مسلسل حملے جاری رکھے ہوئے تھے جبکہ سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار مداریہ سلسلہ کے صوفی اللہ والے اولیاء کرام نے انگریز گورنر جنرل لارڈ کلائیو پر حملہ کیوں کیا؟ تحقیق طلب ہے۔ وہ کون سے اسباب تھے جس کی وجہ سے سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی نے ایک منظم انگریز حکومت پر بے سروسامان کے عالم میں حملہ کیا؟

داراشکوہ کا تجزیہ:

جیسا کہ داراشکوہ نے مداریہ سلسلہ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندوستان میں عبدالقادر جیلانیؒ کے بعد سب سے بڑے اولیاء کرام تھے ان سے بڑا کوئی صوفی پیر و اولیاء کرام ہندوستان میں نہیں تھا نہ ہی ان سے زیادہ علم کا جاننے والا کوئی تھا۔ بادشاہ سلطان ابراہیم شرقی جونپور ان کا خاص مرید تھا۔ بادشاہ ابراہیم شرقی اپنی نگرانی میں خانقاہ مکن پور کو بنایا تھا۔ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ نے سنگ مرمر کی جالیاں لگوائی تھیں اور

سلطان ابراہیم شرقی اپنے دور حکومت میں 989 علماء کرام مداریہ سلسلہ کا جلوس پالکی والا ہر جمعہ بعد جشن کے طور پر نکالا جاتا تھا۔

انگریز، پرتگیز اور فرانسیسی عیسائی مذہب کے لیے ہر طرح کی سازش ہندوستانیوں کے خلاف کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔ ہر طریقے سے ہندو راجے مہاراجے اور مسلم بادشاہوں اور نوابوں اور جاگیر داروں کو اپنے مذہب عیسائیت کی اشاعت کے لیے ہر حربے کا استعمال مذہباً جائز سمجھ کر اس پر حکمران کے عیسائی پادری عمل کرتے تھے اور دنیا کا گیا گذرا مسلمان بھی اپنے مذہب اسلام اور نبی پیغمبر محمد ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ تاریخی واقعات میں جو ذکر ملتا ہے ہمیشہ صلیبی اور پلاسی جنگ جاری رہی چاہے وہ جس شکل میں لڑی گئی ہو۔ تاریخ میں ذکر ملتا ہے کہ عیسائی صلیبی اور مذہب اسلام میں ہمیشہ کشمکش مذہب اسلام کے شروعاتی دور سے جاری ہے اور ہمیشہ جنگ کا حصہ رہا ہے۔

(ا) ہندوستان میں مذہب اسلام کی سربلندی کی خاطر سب کچھ اپنا لٹانے والے یہی تکیہ دار خانقاہی صوفیاء کرام اولیاء کرام تھے جیسا کہ مورخ فاروق ارگلی تاریخی کتاب فخر وطن میں لکھا ہے کہ یہی تکیہ دار خانقاہی مذہب اسلام کی اشاعت کے لیے اپنے وقت میں متبرک مقام ''تکیہ'' ہی مرکز ہوتے تھے۔ جن کو اول وقت میں انگریزوں نے تباہ و برباد کیا تاکہ دین اسلام کی تبلیغ کا کام دینی اشاعت کا کام اپنے آپ بند ہوجائے۔

(۲) آگے مولف فاروق ارگلی فخر وطن تاریخی کتاب صفحہ نمبر 219 پر لکھا ہے کہ عیسائیت کے لیے انگریز پادری کچھ بھی کر گذرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ طلوع اسلام کے بعد سے ہر دور میں صلیبی طاقتیں مذہب اسلام کے خلاف ہمیشہ برسر پیکار رہیں اور ہمیشہ مذہب اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔

(۳) جب تک اسلام کی خاطر اور مسلمانوں میں دین اسلام کی سربلندی کا جذبہ جواں رہا، فرزندانِ توحید جب تک اسلامی اصولوں پر کاربند رہے، ذلت و رسوائی عیسائی صلیبوں کا مقدر بنی رہی ہے۔

(۴) لیکن جیسے مسلمانوں کے اسلامیوں میں ایمان کی کمی و اخلاق میں اخلاقی گراوٹ اور اپنی اجتماعی طاقت کی اجتماعیت کو توڑ دیا اور کمزوریوں نے آگھیرا اور مسلمانوں کی اوباش عیاشی کے باعث صلیبی طاقت اسپین کی اسلامی طاقت پر غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔

(۵) ایک پوری اسلامی سلطنت سے اسلام مذہب کا نام ونشان مٹا کر عیسائیوں نے گویا صدیوں کی ذلت

Scanned with CamScanner

کا انتقام اسپین کے مسلمانوں سے لے لیا۔ اس کے باوجود پوری دنیا کے اسلامی ممالک کی آنکھیں نہیں کھلی۔ وہ آج بھی شباب، شراب، کباب میں اپنے آپ کو ڈوبا لیا ہی نہیں مسلم ممالک نے اپنے آپ کو غرق کرلیا ہے۔

(٦) اسپین میں لاکھوں مسلمانوں کا خون بہانے والے عیسائی، اسپین کی تمام مسجدوں کو گرجاؤں میں تبدیل کردیا اور لاکھوں مسلمانوں کو بالجبر ظلم وستم اور لالچ میں عیسائی مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کردیا۔ بدلے میں 52 اسلامی ممالک نے کیا کیا؟ آج بھی سوال باقی رہ جاتا ہے۔

(٧) اسپین کی تاریخ کو عیسائیوں نے سامنے مدنظر رکھ کر تاجروں و بنیاؤں کے بھیس میں ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کے درمیان گھس آئے تھے اور آخری مغلیہ حکمرانوں کی نااہلی طوائف الملوکی مذہبی، سماجی اور تہذیبی اور ملت اسلامیہ کی تفریق کا عصبیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مشین، آلات اور دوائیں اور کپڑے فروخت کرنے والے انگریز نے ہندوستان کے ضمیر اور غیرت کی خریداری انگریز کرنے لگے اور مسلمان حکمران کے وزراء بڑی کم قیمت پر حکومت کی لالچ میں اپنے آپ کو انگریزوں کے ہاتھوں فروخت کردیا اور پورے ہندوستان پر آسان طریقے سے انگریزوں کی حکومت قابض ہوگئی اور پورا ہندوستان انگریزی حکومت کے محور پر گھومنے لگا۔

(٨) انگریزوں نے بغیر انگلش فوج کے شاطرانہ چال چلی کہ اپنوں کو اپنوں سے ختم کرانے کا کھیل شروع کیا اور انگریز اس کھیل میں بخوبی کامیاب ہوئے۔ اس شاطرانہ چال نے انگریزوں کو 18ویں صدی کے وسط تک صلیبی عیسائیوں کو اس ملک ہندوستان کے سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا۔

نوٹ:- سب سے اہم بات یہ تھی کہ انگریزون کی فوج تمام ہندوستانیوں پر مشتمل تھی اور بڑی بڑی پوسٹ پر انگریز خود عہدیدار تھے جہاں سے صرف حکم نافذ کیا جاتا تھا اور اپنے حکم پر انگریز عمل کروانا خوب جانتے تھے۔

(٩) برطانیہ کے عیسائیوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے جرائم پیشہ لوگوں کا گروہ تھا وہ اپنے آپ کو فاتح ہند سمجھ کر تمام ہندوستانیوں کو غلام سمجھنے لگا تھا۔ ہندوستان پر ہمیشہ کے لیے اپنا اقتدار کو مضبوط کرنے کے لیے اسپین کا آزمودہ طریقہ اور فارمولہ صلیبیوں کے عیسائی ذہن میں شروع سے ہی موجود تھا جو برصغیر کے تمام انسانوں کو عیسائی بنا لیا جاوے گا۔

(١٠) کمال دیکھیے کہ عیسائی مشنریاں ہندوستان میں داخل ہوتے ہیں انگریز، پرتگال اور فرانسیسیوں نے

مشترکہ طور پر اپنا کام کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔ بہت پہلے گوا کے تمام ہندوستانی قبائیلوں کو عیسائی بنا کر زندہ مثال قائم کردی گئی تھی۔

(۱۱) انگریزوں نے جب شمالی ہندوستان پر اپنی گرفت مضبوط کرنا شروع کیا تو ساتھ ساتھ شمالی ہند کے لوگوں کو عیسائی بنانے اور پورے ہندوستان کو عیسائی بنانے کے ناپاک ارادے سر اٹھانے لگے۔

(۱۲) پورے ہندوستان میں انگریز سازش کے تحت عیسائی مشنریوں نے اپنا جال بچھا دیا۔ حکومت برطانیہ سے ہزاروں عیسائی مذہبی مبلغین ہندوستان آپہنچے۔ عیسائی مذہب کے مبلغین عیسائیت کے فروغ کے لیے بڑے بڑے مذہبی مراکز قائم کردیئے گئے۔ عیسائی مذہب کی دعوت کا کام شروع کردیا گیا۔

(۱۴) تھانے، تحصیل، کچہریوں، اسپتال، فوج اور سرکار کے سرکاری ہر شعبے میں عیسائیت کی تبلیغ زوروں پر تھی۔ عیسائی مذہب کا پرچار لازمی قرار دے دیا گیا تھا کہ ہر ہندوستانی مذہب کا احترام کرے۔

(۱۵) ہندوستانی عوام کو لوٹ کھسوٹ، بے ایمانی، بے انصافی اور ظلم وستم اور جبراً طاقت سے انگریزوں نے ہر طرح سے کمزور اور شکستہ بنا دیا جاتا تھا تاکہ مجبوراً ہر ہندوستانی عیسائی مذہب کو قبول کر اپنا مذہب بدل لیں۔

(۱۶) ہندوستان میں عیسائی مذہب کے سب سے بڑے مرکز کلکتہ کے سربراہ لاٹ اڈمنڈ نے اپنے ایک گشتی مراسلے میں یہ اعلان کردیا تھا کہ ”اب وقت آگیا جب پورے ہندوستان کے باشندوں کو عیسائی بنا لیا جانا چاہیے۔“

(۱۷) ہندوستان کے تمام ہندوستانیوں کو ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دھمکی انگریزوں نے دی تھی کہ اپنا بھلا چاہتے ہو تو ”دین عیسوی“ عیسائی دین کو اختیار کرلیں ورنہ نتائج بھگتنے کے لیے ہر ہندوستانی خود ذمہ دار ہوگا۔

(۱۸) عیسائی پادری کا یہ خط ایک سرکاری سرکلر کی طرح تمام ہندوؤں اور تمام مسلمانوں کو جو سرکاری ملازمین کو ارسال کردیا گیا۔ جس سے ہر ہندوستانی ملازم کے دل و دماغ میں مذہب عیسائیت کا خوف و دہشت کا ماحول پیدا کردیا گیا۔ بہت سے کمزور دل و دماغ والے ہندوستانی اپنے ہی وطن میں اپنا مذہب چھوڑنے کو تیار ہوگئے۔

(۱۹) ہندوستان میں اسی زمانے کے انگریزوں کی ایک پالیسی ساز ریونڈ کینڈی کی تحریر مورخ پنڈت سندر لعل میں اپنے کتاب ”بھارت میں انگریزی راج، جلد دوم“ میں نقل کیا ہے۔

Scanned with CamScanner

(۲۰) عیسائی مشنریز انگریزوں نے اپنے لیے اصول بنایا کہ ہم پر کتنے بھی اعتراضات کیوں نہ ہوں مشترکہ طور پر ہر ہندوستانی پر اور پورے ہندوستان پر ہمارا ہر طرح سے ان پر ہمارا اقتدار قائم ہے ہمیں نہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمارا بنیادی مقصد اس ملک میں عیسائی مذہب کو پھیلانا ہی ہر عیسائی پر فرض ہے کہ ہر ہندوستانی کو عیسائی بنائے۔

(۲۱) انگریز عیسائی مشنریز کنیا کماری سے لے کر ہمالیہ تک سارا ہندوستان میں عیسائی مذہب کو جبراً لوگ قبول کریں اور ہندوستان کے لوگ ہندو دھرم والے اور مسلمان مذہب اسلام والے عیسائی مذہب کو برا نہ کہیں۔ تب تک تمام عیسائی مشنریز کو مسلسل کوشش کرتے رہنے چاہیے تاکہ عیسائیت کے اشاعت کے لیے مشترکہ مشنریز ہر ممکن عیسائی مذہب کو کامیابی چاہیے اور پورے ہندوستان میں عیسائی مذہب کا بول بالا ہوجائے۔

(۲۲) عیسائی مشنریز کی مشترکہ طاقت جتنی عیسائی پادریوں کے ہاتھوں میں تھی جتنے بھی اختیارات اور قوت تھی اس عیسائیت مذہب کی اشاعت کے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔

(۲۳) فخر وطن میں فاروق ارگلی صفحہ نمبر 220 پر سرسید احمد خان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سرسید احمد خان اپنے رسالے'' اسبابِ بغاوت ہند'' اور اس کے عہد کے مصدقہ و مستند تحریریں شاہد ہیں کہ عیسائی مشنریاں پوری شدت کے ساتھ عیسائی مذہب قبول کروانے پر لوگوں کو جبراً کروانے میں میدان عمل میں آگئی تھیں۔

(۲۴) عیسائی مشنریز کے مشترکہ عیسائی پادری پولس کی حفاظت میں مسلمانوں اور ہندوؤں کی عبادت گاہوں اور مذہبی اجتماعات میں گھس جاتے اور کھلے عام لوگوں کو اور ان کے مذہب کو برا کہتے اور اپنے دین عیسائیت کی تعریف کرتے ہوئے عیسائیت کی قبول کرنے کی دعوت دی جاتی۔

(۲۵) عیسائیوں کے اور ان کے مذہب کے خلاف ایک لفظ بھی منہ سے نکالنے والوں کو سزا موت مقرر تھی۔ انگریز کی مشترکہ عیسائی مشنریز کے ساتھ انگریزی سرکار خود بھی اپنے مذہبی مبلغوں کے ساتھ کھڑی تھی۔

(۲۶) ہندوستان کو عیسائی مملکت میں بدلنے کا کام عظیم کارنامے کو پائے تکمیل تک پہنچانے کا ارادہ لے کر برطانیہ سرکار نے اپنے عظیم اسقف اعظم پادری سی. جی. فنڈر کو ہندوستان لے کر آگئی۔ یہ عیسائی پادری انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، عبرانی زبان کے علاوہ ترکی، تاتاری، آرمینائی اور فارسی زبانوں پر

عبور حاصل تھا۔ اس نے مذہب اسلام کے خلاف اپنی مشہور کتاب'' میزان الحق'' 1829ء میں لکھی تھی جسے بعد میں فارسی، انگریزی، مراٹھی، ترکی، پنجابی اور عربی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا اور فنڈر کو آگرہ کے مسیحی مرکز کا سربراہ بنایا گیا۔ آگرہ میں ہی فنڈر نے اردو زبان سیکھی اور'' میزان الحق'' مکمل کی، اردو میں ترجمہ کیا۔

(۲۷) اسقف اعظم پادری سی. جی. فنڈر اپنے علم اور اسلامی معلومات پر اتنا بھروسہ تھا کہ یہ دعویٰ کرنے لگا کوئی مسلمان عالم اس کا سامنا نہیں کرسکتا۔ سی جی فنڈر اکثر دہلی آتا اور جامع مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر مسلمانوں کو للکارتا تھا اور مذہب اسلام کے خلاف بدزبانی کرتا تھا۔

(۲۸) مذہب اسلام کی تکذیب کرتا تھا برا کہتا۔ لوگ موت کے خوف سے بے عزتی اور توہین کا زہر پی کر خاموش رہ جاتے تھے۔

(۲۹) ہندوستان میں مذہب اسلام کے تاریخ میں سب سے شرمناک دور تھا۔ عیسائیت کے غلبے کا خوف سے لوگ موت کی ڈر سے زبان نہیں کھولتے تھے۔ اسقف اعظم سی جی فنڈر کے منہ میں جو بھی غلاظت آتی وہ بکتا تھا۔

(۳۰) ہندوستان کے بادشاہ انگریزوں کے پنشن خوار بن چکے تھے اور سرزمین ہند کے بہت سے لوگوں کا شارنمک حرام لوگوں میں شمار ہونے لگا تھا یہ تمام پنشن خوار بزدل اور نکمے تھے۔ انگریزوں کے ساتھ مل کر عوام پر مظالم کے پہاڑ توڑتے تھے، انگریزوں کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔

(۳۱) ہندوستان کے تمام علماء و فقہ اپنے دین پر عیسائی پادریوں کے کیے جارہے رقیق حملوں سے تڑپ رہے تھے۔ مشہور'' مستشرق گارساں دتاسی'' کے خطبات سے پتہ چلتا ہے کہ انگریز جامع مسجد شاہجہانی کو''عظیم الشان کیتھڈرل کتھولک چرچ'' میں تبدیل کرنے کے ارادے باندھ رہے تھے۔

(۳۲) نوٹ :- ایسے میں ایک مرد مجاہد جو علم اللہ شاہ تکیہ کے شاہ سید احمد شہیدؒ کے شاگرد نے اسقف اعظم پادری سی. جی. فنڈر کی بدتمیزیوں کا منہ توڑ جواب دینے کا اعلان کردیا۔ یہ تھے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ۔ 1854ء میں پادری فنڈر اور مولانا کے درمیان آگرہ کے مسیحی مرکز میں جو تاریخی مناظر ہوا اس کے نتائج بہت دور رس تھے۔ علم اللہ شاہ کے تکیہ کے شاگرد شاہ سید احمد شہیدؒ کے شاگرد نے پادری فنڈر کو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے جس غیر معمولی علمیت اور مسلمانوں کی ایمان طاقت کے ساتھ اسلام مذہب کی حقانیت ثابت کی اور مسیحی دعوؤں کو باطل ثابت کرکے سب سے

Scanned with CamScanner

بڑے عیسائی مسیحی پادری فنڈر عالم کو ہندوستان کے مولانا نے ذلیل و خوار کردیا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے جواب نے ہندوستانی مسلمانوں کو نیا حوصلہ بخشا اور صرف ہندوستان ہی نہیں پورے عالم کے بلاد اسلامیہ اور یورپ میں ان کے نام کا ڈنکا بجنے لگا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے اس مذہبی شکست کا ایسا انگریزوں نے بدلا لیا کہ ان کے ساتھ ساتھ پورے علاقے کیرانوی کو عیسائیوں کی فوج نے اجاڑ دیا جیسا کہ اس سے پہلے لکھا جاچکا ہے۔ یہاں پھر سوال باقی رہ جاتا ہے کہ انگریزوں پر سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار نے حملہ کیوں کیا؟ تمام تاریخی واقعات کو مدنظر رکھ کر تجزیہ کرنا چاہیے کہ انگریزوں، پرتگیزوں اور فرانسیسیوں نے ہندوستان کی سرزمین پر قبضے کے ساتھ ساتھ تمام ہندوستانیوں کو مشترکہ طور پر عیسائی بنانے کی سازش ہی نہیں کرتے بلکہ زور و زبردستی عیسائی مذہب کو اپنانے پر مجبور کرتے تھے اور تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہب کو برا کہتے تھے جیسا کہ اکبر بادشاہ کے زمانے سے لے کر نواب سراج الدولہ کے زمانے کے تمام حالات واقعات اس بات کی دلالت کرتے ہیں کہ تمام ہندوستانیوں کو مجبور کیا جاتا تھا کہ ہر صورت میں عیسائی مذہب قبول کرلیں اور عیسائی بن جائیں۔

تکیہ کے خانقاہی زمانہ:

1757ء کے پہلے کا زمانہ کو تکیہ داروں کے خانقاہوں کا زمانہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کیوں کہ اس زمانے میں اسکول، کالج، مدرسہ اور یونیورسٹیاں نہیں تھیں۔ خاص کو ہندوستان میں یہی تکیہ دار خانقاہی مدرسوں و اسکولوں کی ذمہ داریوں کو اٹھائے ہوئے تھیں۔ مدرسوں کا حق یہی تکیہ دار خانقاہی ادا کررہی تھیں۔ مذہب اسلام کی تبلیغ کے لیے مبلغین کو ان ہی تکیوں سے بھیجا جاتا تھا۔ دین اسلام کی اشاعت کو پوری ذمہ داری ساتھ یہی تکیہ دار نبھاتے تھے۔

ہندوستان کے علاوہ پورے عالم میں اسلام مذہب کے ترجمان ان ہی تکیہ سے روانہ کیے جاتے تھے تاکہ دین اسلام کی پوری طرح اشاعت ہوسکے۔ داراشکوہ، اورنگ زیب عالمگیر اور شاہ شجاع تینوں بھائیوں کا زمانہ ایک ہی ہے جیسا کہ داراشکوہ نے اپنی کتاب سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کا زمانہ میں بڑا زور تھا مرکز مکن پور سے پورے ہندوستان میں مذہب اسلام کے مبلغین کو روانہ کیا جاتا تھا جس کا ذکر بھی بڑی تقویم میں بھی تحریر ہے جو صدیوں سے نکلتی ہے اور شمالی ہندوستان میں تکیہ داروں کا بڑا ہی

زور تھا۔ ہزاروں جگہوں پر تکیہ خانقاہیں آباد کی گئی تھیں جہاں پر تعلیم کے مرکز قائم کیے گئے تھے۔ یہاں پر دین اسلام کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ دن رات درس و تدریس کا سلسلہ چلتا تھا جیسا کہ مولف فاروق ارگلی نے فخر وطن میں لکھا ہے کہ تکیہ وہ متبرک مقام ہے جہاں سے علم دین کی روشنی پھوٹتی ہے۔

داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کے عرس میں اس کے زمانے میں پانچ چھ لاکھ لوگوں کا مجمع شریک ہوتا تھا۔ لوگ عرس میں شریک ہوکر فیضیاب ہوتے تھے لیکن سب سے پہلے انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ جماتے ہی مرکز مکن پور کو مدرسہ فیضان العلوم کو تباہ و برباد کردیا۔ مداریہ سلسلہ والے انگریزوں کو جہاں بھی مل جاتے فوراً قتل کردیا جاتا یا پھانسی پر لٹکا دیا جاتا۔ مورخوں سے انگریز اور انگریزی سرکار و عیسائی مشنریز نے مداریہ سلسلہ والوں کے بارے میں لغو باتیں لکھوا کر عوام میں پرچار کرواتے تھے اور ہر طرح سے نقصان پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھنا چاہتے تھے، انگریز اس کے کچھ خاص وجوہات مانتے تھے۔

(۱) پورے ہندوستان میں علمی روشنی، دینی روشنی اور روحانی تعلیمات کا مرکز یہی تکیہ تھی۔
(۲) تکیہ سے پورے ہندوستان میں تعلیمات کی روشنی پھیلائی جاتی تھی۔
(۳) تکیہ پر صوفیاء کرام، اولیاء کرام، علماء، مبلغین دین اور مجاہدوں کا وطن تھا۔
(۴) تکیہ ہی اپنے وقت میں روحانی کمالات کے مرکز ہوا کرتے تھے۔
(۵) تکیہ و خانقاہ والوں سے بادشاہِ وقت بھی گھبراتے تھے کہ یہ لوگ بد دعا نہ کردیں کہ تخت و تاج جاتا رہے اور وہ تختہ پر آجائیں۔
(۶) تکیہ سے دین اسلام کے لیے تبلیغ و مبلغین دوسرے مقامات کے لیے روانہ کیے جاتے تھے۔
(۷) تکیہ پر روزمرہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا بلند پر زور زبردست نعرہ گونجتا تھا۔
(۸) تکیہ سے روزمرہ تبلیغ کے لیے لوگ روانہ کیے جاتے تھے جو گھوم گھوم کر دین اسلام کی تعلیم لوگوں تک پہنچائی جاتی تھیں۔
(۹) تکیہ پر اللہ والے جب مسجد کے دروازوں سے باہر نکلتے تھے، قطار میں کھڑے لوگوں کے ہجوم کی شکل میں ہوتے تھے تاکہ صوفیاء کرام اولیاء کرام کی دعائیں مل جائیں اور لوگ مستفید ہوسکیں اور جیسے ہی اللہ والے مسجد کے دروازے سے نکلتے دعاؤں کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔ راقم نے اپنی آنکھوں سے دعاؤں کے منظر دیکھا ہے۔

Scanned with CamScanner

(۱۰) ہندوستان میں دین اسلام کی خدمات کو دیکھتے ہوئے 1659ء میں شاہ شجاع بن شاہجہاں نے مداریہ سلسلہ والوں کو پروانہ لکھ دیا کہ جب کہیں دین اسلام کی تبلیغ کی غرض سے جاؤ تو مالیکان دیہہ تمام انتظامات کریں گے۔ 1955ء اور 1960ء کے قریب مسلمانوں کے گاؤں کے گاؤں آباد تھے لیکن مسجدیں ضرورت کے حساب سے کم تھیں۔ اگر مسجدیں موجود تھیں تو نمازی ندارت تھے وجہ صرف یہ تھی کہ لوگ تعلیم یافتہ نہیں تھے علم سے نا آشنا تھے۔ یہ برہمنوں اور انگریزوں کی چال تھی کہ لوگ زیادہ سے زیادہ جہالت پر مبنی رہیں۔ ان پڑھ و گنوار رہنے سے برہمنوں اور انگریزوں کو بہت ہی فائدہ تھا لہٰذا وہ اسی پر عمل کرتے جس سے برہمنوں اور انگریزوں سے فائدہ ہوتا تھا۔

مکار انگریز بنیوں نے 1757ء میں نواب سراج الدولہ کو شکست دینے کے بعد بڑی تیزی سے عیسائی مشنریز کو دین عیسائیت کے پرچار کے لیے عیسائی اشاعت کے لیے پوری طاقت جھونک دی تھی۔ 1765ء میں بکسر کے میدان جنگ میں انگریزوں نے شاہ عالم کو شکست دینے کے بعد بنگال کی حکومت کا فرمان بھی حاصل کرلیا تھا۔ انگریزوں کی تجارت کرنے والی ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور رس نتائج کو اس وقت کے کسی امراء، بادشاہ، نوابین، راجے مہاراجے نے محسوس ہی نہیں کیا کہ ادراک کیا ہے؟ جس شخص نے سب سے پہلے اس تبدیلی کو محسوس کیا وہ سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار کے سلسلہ والے تکیہ دار اللہ والے صوفی سید مجنوں شاہ مداریہ مستانہ میواتی تھا۔ تکیہ دار سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کی سچی تاریخی واقعات کو مورخوں مولفوں تحقیق کرنے والے مصنفین نے اپنے اپنے طریقے سے الگ الگ انداز میں تحریر کیا ہے۔

تکیہ دار سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی :

13 اگست 1988ء میں صفحہ نمبر 17 اردو بلٹز کے مشہور صحافی شمیم طارق نے مختصر تاریخ سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی پر لکھی تھی۔ Freedom Movement And India Muslim By Santimay Ray- مورخ شیخ محمد اکرام نے رود کوثر میں مختصر واقعات سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی پر روشنی ڈالی ہے۔ چودھری شمس الرحمٰن نے 165 سالہ کی انگریزوں کی رپورٹوں کو ڈھاکہ ریویو کمیٹی انگریزوں کی حکومت میں اگست 1922ء میں جمع کردیا تھا۔ زیادہ تر مورخوں نے اس جمع رپورٹ کی نقل اپنے واقعات میں تحریر کیے ہیں۔

ہفت روزہ اخبار کراچی پاکستان 1967ء کو بحوالہ نوائے وقت انقلاب میں پروفیسر سید محمد سلیم تجددی نے لکھا ہے کہ مکمل جنگ آزادی کی تاریخ مرتب کی ہے۔ جیسا کہ مورخ امیر کبیر سید غلام حسین طباطبائی کے

سرالمتاخرین کے حوالہ سے لکھی گئی ہے۔

تکیہ دار سید مجنوں شاہ مداریہ میوتی کیسے بے سروسامانی کے بغیر انگریزوں عیسائی مشنریز کے خلاف جہاد کا اعلان کردیا اور منظم حکومت کی فوج سے جہاد میں لڑتے رہے۔ انگریزوں نے لکھا ہے کہ سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار نے جہاد کے اعلان کے ساتھ ساتھ جہاد بھی شروع کردیا اور جنگ کے دوران ایک مضبوط و مستحکم جائے پناہ کی ضرورت کو محسوس کیا۔ 1776ء میں ضلع بوگرہ میں ایک مستحکم قلعہ تعمیر کروایا اور اس کا نام مہا استھان یا مستان گڈھ رکھا۔ ایک مدت تک سید مداریوں کے جہادیوں کا مرکز بنا رہا۔

سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار کچھ عرصہ بعد ایک اور مرکز ان جہادیوں نے قائم کیا۔ بوگرہ کے جنوب 12 میل کے فاصلے پر مدار گنج کے نام سے انھوں نے ایک اور مستحکم قلعہ کو مرکز بنایا۔ انگریزوں کے حوالے سے لکھی ہوئی کتابوں میں بگر دی بریٹنٹا 1861ء میں Bagar The Beritenta لکھا گیا ہے یا پھر بنگالی زبان کی قدیم مطبوعہ کتابوں میں ملتا ہے۔ ان حوالوں میں سید مداریوں کے مرکز کا ذکر ملتا ہے۔ کثیر تعداد میں سید مداری میوات اور شمالی ہندوستان سے آکر بنگال میں جنگ کرتے تھے۔ انگریزوں نے لکھا ہے کہ اللہ والے فقراء میوات اور شمالی ہندوستان سے بنگال میں آکر یہ لوگ جنگ انگریزوں سے کرتے ہیں۔

انگریزوں نے اپنے حوالے میں ان کے ہتھیاروں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عجیب وغیرہ ہتھیار" بھیلہ" ہوا کرتے تھے اس کو رسی میں گھما کر جب وہ پھینکتے تھے اور اس میں سے آگ برستی تھی۔ گوریلا جنگ کو عام طور پر شب خون مارنے کو کہتے ہیں جس کو عام فہم زبان میں گوریلا جنگ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مداریہ سیدوں نے گوریلا جنگ کے طریقہ کار کو اختیار کرلیا تھا۔ دنیا میں سب سے تیز گوریلا جنگ کی ایجاد کرنے والے یہی مجاہدین مداریہ سلسلہ والے سیدوں کے سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تھے۔

مجاہدین مداریہ سلسلہ والوں کے لشکر کا انگریز سرکار اس کی عیسائی مشنریز سے مقابلہ 1763ء میں ہوا یعنی کہ نواب سراج الدولہ جنگ پلاسی کی شکست کے 6 سال بعد انگریزوں سے جنگ شروع ہوگئی۔ شیطان لارڈ کلائیو اس وقت انگریزوں کا پہلا گورنر جنرل بن کر بنگال میں آیا تھا اور ڈھاکہ میں انگریز لسٹر وہاں کا سرکاری انچارج تھا۔ 1763ء میں لشکر سید مجنوں شاہ مداریہ تکیہ دار کی قیادت میں میں سخت حملہ کیا گیا۔ سرکاری انگریزی فوج اور مجاہدین لشکر میں سخت مقابلہ ہوا۔ انگریزی سرکاری فوج شکست کھا کر بھاگ کھڑی ہوئی اور سرکاری کوٹھی پر سید مجنوں شاہ مداریہ کے مجاہدین کا قبضہ ہوگیا۔ سرکاری انگریز انچارج لسٹر اس قدر حواس باختہ ہوا کہ وہ کشتی میں سوار ہوکر ڈھاکہ سے فرار ہوگیا۔ گورنر جنرل لارڈ کلائیو انگریز انچارج لسٹر کی

Scanned with CamScanner

اس بزدلی پر سخت ناراض ہوکر انچارج لسٹر کو بہت سرزنش کیا۔

گورنر جنرل لارڈ کلائیو اور تمام انگریز حکمرانوں نے سید مداریہ سلسلہ والوں کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کو برا کہتے اور لکھتے تھے۔ جیسا کہ مورخ فاروق ارگلی اور شیخ محمد اکرام نے اپنی اپنی تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ " انگریز اپنے دشمن کو پہلے ہرطرح سے بدنام کرتے تھے تاکہ کوئی ان کا مددگار امداد کے لیے نہ آئے اور دشمن کو سوائے رسوائی کے کچھ دستیاب نہ ہوسکے۔"

گورنر جنرل شیطان لارڈ کلائیو جب پہلا گورنر جنرل بن کر بنگال آیا تو اپنی شیطانی چالوں سے بنگال میں پہلی انگریزی حکومت قائم کرلی تھی جیسا کہ تمام مورخین نے لکھا ہے کہ لارڈ کلائیو کی شخصیت بہت ہی مکار وشاطر شیطان صفت کی تھی۔ شیطانی چالیں چلنے میں وہ بہت مشہور تھا، سازشیں کرنے میں اس کا کوئی جواب نہیں تھا کہ اپنوں سے اپنوں کولڑانے میں بہت مہارت رکھتا تھا۔ لارڈ کلائیو بحیثیت حکمران ایک سفاک قسم کا آدمی تھا لیکن اس کو سب سے زیادہ پریشانی ان اللہ والے مجاہدین لشکر مداریہ سلسلہ والوں سے تھی کہ یہ تکیہ دار خانقاہی لوگ دین اسلام کا سبق پڑھانے والے معلم قلم کے بجائے ہاتھوں میں تلوار لے کر انگریزی سرکار کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کھڑے تھے۔ یہ تکیہ دار خانقاہ میں رہنے والے مذہب اسلام کی اشاعت وتبلیغ کرنے والے اور عیسائی مشنریز کی تبلیغ کرنے والے پادریوں سے 1659ء سے کشمکش جاری تھی جو کہ 70 - 60 سال بعد یہ کشمکش نواب سراج الدولہ کی شکست کے بعد انگریزوں سے جنگ کی شکل میں سامنے آیا۔

ڈھاکہ کی انگریزی سرکاری کوٹھی پر قبضہ کے بعد انگریز سرکار پر مجاہدین لشکر کے مسلسل حملے تیز ہوتے چلے گئے اور ان حملوں کا ٹارگٹ و ہدف انگریز ہوتے تھے یا انگریز کمپنی ہوتی تھی اور انگریزوں کی کوٹھیاں ہوتی تھیں اور انگریزوں کے جو ہندوستانی ایجنٹ تھے ان کے مکانوں کونشانہ بنایا تھا جو انگریزوں کے مخبر ہوتے تھے ان کے مکانوں پر بھی حملے تیز کردیئے گئے تھے۔ ظالم زمیندار، ظالم جاگیرداراور ظالم راجے مہاراجے، نوابین پنشن خوار اور وہ لوگ جو من مانے طریقے سے عوام پر ظالم بن کر فیصلے کرتے تھے جو عوام پر ظلم وستم کا باعث ہوتا۔ ایسے پرآشوب حالات میں یہی تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے مجاہدین لشکر مظلوم عوام کے ساتھ ہوتے، ان کے زخموں پر مرہم لگاتے، ان انگریزی حکومت کے پنشن خوار پر جوابی حملے کرکے بدلہ لیتے اور ان تمام ظالموں پر یہی مسلمانوں کے مجاہدین لشکر قہر الٰہی بن کر ٹوٹ پڑتے۔ ان ظالموں پر تمام حملے کی قیادت مجاہدین لشکر تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی خود سپہ سالار بن کر قیادت کرتے۔ دوسرے

تمام مجاہدین لشکر کی شکل میں حملوں میں ہمیشہ ساتھ ہوتے۔ یہی لوگ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے دست بازو کہلاتے۔ تاریخ کی کتابوں میں مورخوں میں چند نام بھی نقل کرگنوائے ہیں جو اس طرح ہیں، تکیہ دار سید موسیٰ شاہ، تکیہ دار سید پیر گل شاہ، تکیہ دار سید چراغ شاہ، تکیہ دار سید سبحانی شاہ، تکیہ دار خانقاہی سید کریم شاہ وغیرہ۔ یہ تمام اپنے وقت کے کہیں نہ کہیں کے تکیہ دار خانقاہ والے تھے۔ نہ جانے کیوں مورخین نے ان تکیہ دار خانقاہوں پر تحقیق کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ یہی لوگ مجاہدین آزادی کے صحیح معنوں میں تاریخ کے لیے بہت ہی اہم موزوں کے حامل تھے۔ نہ جانے کیوں مولفین نے تحقیق کرنے کے بجائے انگریزوں کی جمع کی ہوئی رپورٹ پر اتفاق کیا؟ حالانکہ تکیہ کیوں بنے؟ خانقاہی نظام کی ابتدا کیوں ہوئی؟ تکیہ خانقاہ والے انگریزوں سے جنگ کیوں شروع کی؟ یہ تمام واقعات کے لیے اہم موزوں بھی تھا اور تحقیق طلب بھی۔

1 1775ء کو دیناج پور کا انگریز انچارج جو کہ سپروائزر تھا، اپنی رپورٹ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو لکھتا ہے کہ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی پانچ ہزار 5000 کا بڑا لشکر لے کر مجاہدین کے ساتھ صوبے میں داخل ہوچکا تھا۔

2 1769ء میں سرکاری انگریز کمپنی نے لیفٹیننٹ کیتھ کی قیادت میں منظم تربیت یافتہ انگریز فوج کو مجاہدین کے لشکر کو ختم کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ لورنگ کے قریب انگریز سرکاری فوج کے کمانڈر لیفٹیننٹ کیتھ کا سامنا تکیہ دار سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے لشکر سے ہوا، دن بھر جنگ ہوتی رہی، انگریز کی سرکاری فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور لیفٹیننٹ کیتھ جنگ میں مارا گیا۔ اس جنگ میں کامیابی کے بعد تکیہ دار خانقاہوں کے سید مداریہ کے حوصلے بہت بلند ہوگئے۔ ان مجاہدین لشکر کے حوصلے اتنے بڑھ گئے کہ لوگ کثیر تعداد میں جنگ میں شامل ہونے کے لیے بنگال میں شمالی ہند سے آکر لشکر میں مجاہدین میں داخل ہونے لگے۔

3 1771ء میں انگریز آفیسر ساحت کپتان رینٹل پٹنہ کمپنی کو اطلاع دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی ایک ہزار مجاہدین لشکر کے ساتھ یہاں پر موجود ہے اور زیادہ تر مجاہدین لشکر مسلح ہیں۔ وہ مغربی صوبے یعنی کہ شمال ہند سے ایک ماہ قبل آئے ہیں۔ انگریز سرکار کو کمپنی کی رپورٹ ملتے ہی ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر جنرل لارڈ کلائیو نے فوراً ایک فوجی دستہ مرشد آباد سے دوفوجی دستے رنگ پور سے ان تکیہ دار خانقاہیوں مداریہ سیدوں کے لشکر کے خلاف فوجی دستہ تیزی کے ساتھ روانہ کیا گیا تاکہ ہمیشہ کے لیے یہ سردرد ان سیدوں کے مجاہدوں وران کے سپہ سالار تکیہ دار خانقاہ والے سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی سے نجات مل جائے۔

Scanned with CamScanner

۴ 1771ء کی اس جنگ میں انگریز لیفٹیننٹ فلتھم ان سرکاری انگریز فوج کا کمانڈر تھا۔ تکیہ دار خانقاہی مجاہدین کا لشکر گوبند گڈھ کے پاس سوا میل کے فاصلے پر قاضی پاڑہ کے قریب دو جھیلوں کے درمیان خیمہ زن تھا۔ لیفٹیننٹ فلتھم نے اچانک ان مجاہدین لشکر پر حملہ کردیا۔ چاروں طرف سے انگریزوں کے حملے میں جواب میں مجاہدین لشکر نے پسپائی اختیار کرلی۔ سید مجنوں شاہ کے مجاہدین لشکر گھوڑوں پر سوار ہوکر مستان گڈھ کی جانب بھاگ نکلے۔

۵ 1772ء کو 25 جنوری کو ناٹور کا سپروائزر اپنی انگریزی رپورٹ ایسٹ انڈیا کمپنی کو اطلاع دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ تکیہ دار خانقاہی سید مداریہ مجنوں شاہ میواتی کے لشکر کے مجاہدین نے دیارام زمیندار سے 500 روپیہ بطور لگان وصول کیے ہیں اور جے سنگھ کی کچہری سے 1690 روپیہ نقد وصول کیے ہیں۔ کچہری کے سبھی افسران مجاہدین لشکر کی آمد پر کچہری چھوڑ کر ڈر کو لوگ بھاگ گئے ہیں۔ بروقت مجاہدوں کے لشکر کے سپہ سالار تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی ہے یہ تمام ہتھیاروں سے لیس ہیں ان کے پاس دو اونٹ اور چالیس راکٹ (Rocket) ہیں۔ 400 بھر مار بندوقیں اور چند خاص دور مار رائفلیں بھی ہیں۔ تقریباً 1000 اسلحہ بردار لوگوں کے ساتھ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے ہمراہ بہت سے گھوڑ سوار ساتھ ساتھ چل رہے ہیں جن کی قیادت خود سید مجنوں شاہ مداریہ کررہا ہے۔

۶ 1772ء کو 22 فروری کے راج شاہی کے سپروائزر نے انگریز کونسل ایسٹ انڈیا کمپنی کو اطلاع پہنچاتے ہوئے لکھا کہ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی 2000 لشکر مجاہدین کے ساتھ یہاں پر موجود ہے۔

۷ 1775 کو رنگ پور کا انگریز سپروائزر ایسٹ انڈیا کمپنی کو مطلع کرتے ہوئے اطلاع دیتا ہے کہ تکیہ دار خانقاہی سیدوں کے مجاہدوں کا لشکر سید مجنوں شاہ مداریہ ہی کے زیرنگرانی میں گھوڑا گھاٹ میں جمع ہوگئے ہیں۔ ان مجاہدین لشکر کا سپہ سالار سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی ہے۔ اس کے لشکر کی تعداد 2500 ہے۔ ان میں تقریباً ہر لشکر کا سپاہی مسلح ہے۔ انگریز کپتان تھامس کو اپنی فوجی دستے کے ساتھ مجاہدوں کے لشکر کے مقابلے کے لیے فوراً روانہ کیا گیا۔ سرکاری انگریز فوجیوں اور سید مجاہدوں میں زبردست جنگ ہوئی۔ انگریز کمانڈر کپتان تھامس لڑتے ہوئے میدان جنگ میں مارا گیا اور انگریزوں کی فوج سید مجنوں شاہ مداریہ کے مقابلے سے بھاگ کھڑی ہوئی اور فتح مجاہدوں کے قدم چومنے لگی تھی۔

۸ 1775ء میں دوبارہ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی اور انگریزوں کی سرکاری فوج کا

مقابلے کی خبریں ایسٹ انڈیا کمپنی کو ملتی رہتی تھی۔

۹ 1776ء 19 مارچ کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کو فرانسس گلیڈون اطلاع دیتا ہے کہ مجاہدوں کا بڑا لشکر مستان گڈھ کے اطراف میں جمع ہے جس کی قیادت تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کررہا ہے۔ مستان گڈھ کا میلہ جو اس مہینے کی 20 تاریخ کو شروع ہوگا۔ سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کا مجاہدوں کا لشکر اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ فرانشیش گلیڈون نے اپنی سرکار انگریزی حکومت سے فوری امداد طلب کی۔

انگریز حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی نے فرانشیش گلیڈون کو کسی طرح کی امداد دینے سے منع کردیا اور جواب میں فرانسس گلیڈوں کو لکھا ہے کہ اگر تم خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہو تو خزانہ لے کر دیناج پور چلے جاؤ۔

۱۰ 1776ء 24 مارچ کو فرانشیش گلیڈون نے پھر انگریز سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی کو اطلاع دی کہ مجاہدوں کا لشکر سید مجنوں شاہ کی قیادت میں مستان گڈھ کی جامع مسجد پر عملاً قبضہ کرلیا ہے اور انگریز افسر فرانشیش گلیڈون کو انگریز حکومت کی ایسٹ انڈیا کمپنی 1776ء کو کسی قسم کی امداد نہ بھیج سکی۔

۱۱ 1777ء میں 22 اکتوبر کو انگریز گورنر جنرل وارن ہسٹنگ نے کمپنی کی باغ ڈور سنبھالی تھی اور خود ہی گورنر جنرل وارن ہسٹنگ نے صوبائی حکومت کو یہ پیغام دیا کہ ابھی ابھی ایک نجی خط موصول ہوا ہے اور یہ اطلاع ملی ہے کہ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مدارہی میواتی مجاہدوں کی مختصر کی لشکری کی ٹکری جو تقریباً 200 مجاہدوں کے لشکر پر مشتمل ہے سید مجنوں شاہ مداریہ کی سرکردگی میں ظاہر ہوئی ہے۔

تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی نے چند سالوں سے پوری حکومت کے صوبے کے امن میں خلل ڈال رکھا ہے۔ اس کو فوراً ختم کیا جائے۔

نوٹ:

بادشاہ شجاع بن شاہجہاں کے مراعات کے مطابق مداریہ سلسلہ والے دین اسلام کی تعلیم و تبلیغ اور مذہب اسلام کی اشاعت اور گھوم گھوم کر Door to Door دروازے دروازے کی تبلیغ کرنے کے طریقے اور لگان وصولی کی اور عوام کی سرپرستی کرنے کا حق 1659ء کو شاہ شجاع سے حاصل تھا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی انگریز حکومت دین اسلام کی دعوتِ دین و تبلیغ کے کام اور لگان وصولیابی میں داخل اندازی کرتے ہوئے اسے روکنے کی کوشش کرنے لگی۔ تکیہ دار خانقاہی کے ہر کام میں انگریز مخل ہونے لگے۔ لہٰذا 22 اکتوبر 1777ء کو تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مدایہ میواتی نے اپنے مجاہدوں کے لشکر کے ساتھ

Scanned with CamScanner

ناٹور کی رانی، رانی بھوانی کو ایک عرض داشت پیش کی کہ انگریز ان کے دین اسلام کی تبلیغ کو روکتے ہیں اور لگان کی وصولیابی نہیں کرنے دیتے ہیں۔ ہر طرح سے ہمارے مذہب دین کی اشاعت پر پابندی لگانے کی کوشش کررہے ہیں۔ انھیں انگریزی حکومت اور عیسائی مشنریوں کے پادریوں سے بچایا جائے اور ہماری ہر طرح سے مدد کی جائے۔

اب ان تکیہ دار خانقاہی مجاہدوں کے لشکر میں ہندوسنیاسیوں کی ایک ٹکڑی بھی شامل ہوگئی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی انگریزوں کی حکومت کی مجاہدین اور سنیاسیوں سے جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔

جنگی تفصیل:

جنگ پوری تفصیل فرانسس گلیڈون نے کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ 14 نومبر[۱۳] 1777ء میں ٹھنڈ کا سخت سرد موسم تھا۔ لیفٹیننٹ رابرٹسن نے مجاہدین کے لشکر کے خلاف جنگ کے لیے بہرام پور سے روانہ ہوئے چار میل کا فاصلے پر مجاہدین سے مقابلہ ہوا۔ فرانسس گلیڈون آگے لکھتا ہے کہ میں کل رات کیمپ چھوڑ دیا تھا۔ راتوں رات ۹ کوس پیدل چلنے کے بعد پو پھٹنے سے پہلے مجاہدین کے لشکر کے خیمے کے پاس جا پہنچے، ان کو ہماری آمد کی اطلاع نہیں تھی۔ اس لیے وہ بے فکر بے خوف ہوکر آگ کے الاؤ کے گرد بیٹھے آگ تاپ رہے تھے۔ مجاہدین لشکر کی تعداد 300 مجاہدین کے قریب تھی لیکن تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے لشکر کی چوکی کا پہرہ بہت ہی خراب تھا کہ ہم ان کے قریب 20 گز کے فاصلے تک جا پہنچے تھے۔ میں نے حملے کا حکم دیا۔ مجاہدین کا لشکر ایک گھاس کے جنگل میں جا گھسے جو ان کی پشت پر 15 گز کے کی دوری پر واقع تھا جہاں سے مجاہدین کا لشکر نے سید مجنوں شاہ مداریہ کے حکم پر جم کر مقابلہ کیا۔ انگریز فوج کے بہت سے سپاہی زخمی ہوگئے اور میری ٹانگ میں بھی گولی لگی۔ ہم نے اچانک حملہ کیا تاکہ مجاہدین کے لشکر کو ہمیشہ کے لیے مٹادیا جائے لیکن جس جواں مردی سے تکیہ دار خانقاہی مجاہدین نے جوابی حملہ کیا، مجاہدین نے جواں مردی سے مقابلہ کیا اس کی مجھے ہرگز توقع نہیں تھی آدھا ایک گھنٹہ تک مقابلے کے بعد وہاں سے مجاہدین نکل گئے، تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوکر فرار ہوگیا۔

[۱۴] 1783ء میں مجاہدین کے لشکر کی قیادت تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ نے کرتے ہوئے مقابلہ بیگم بازار کے ریزیڈنٹ ہنری لاج سے ہوا، مجاہدین لشکر کی شکست ہوگئی اور وہ شکست کھا کر جنگلوں میں بھاگ کر فرار ہوگئے۔

[۱۵] 1785ء مارچ کو لیفٹیننٹ کرو نے مجاہدین لشکر سے مقابلہ کیا یہ جنگ مستان گڈھ کے قریب ہوئی۔ مجاہدین کی قیادت تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی نے کی۔ مجاہدین کے لشکر کی کل تعداد 400 کے قریب تھی جو مسلح تھے اور 200 سپاہی تلواروں اور لاٹھی ڈنڈوں برچھیوں سے مسلح تھے۔ جنگ میں بہت سارے انگریز سپاہی مارے گئے اور کافی تعداد میں زخمی ہوئے اور لیفٹیننٹ کرو شکست کھا کر پسپائی اختیار کرکے فرار ہوگئے۔

ظالم زمینداروں کے خلاف اعلان جنگ:

(۱) لوگوں کو یہ بات معلوم تھی کہ ابتدائی دور میں ایسٹ انڈیا کمپنی انگریز حکومت نے ہندوستانی زمینداروں اور جاگیرداروں سے مل کر ظالمانہ حکومت قائم کرلی تھی اور یہی زمیندار اور جاگیردار چھوٹے بڑے راجے مہاراجے پنشن خوار اب انگریزوں کے دلال بن چکے تھے جو انگریزوں کی دلالی کرتے ہوئے نہیں تھکتے تھے۔

(۲) انگریز کمپنی اور ہندوستانی زمیندار ایک دوسرے کو جابجا حمایت کرتے تھے اور پھر یہی انگریز زمینداروں سے مل کر زمینداروں کے ذریعہ ظالمانہ طریقے سے عوام کی جیب سے نقد زر و مال لگان کے نام پر وصول کر انگریزوں کے حوالے کرتے تھے۔

(۳) ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریزوں کے ذریعہ اور زمینداروں کی ملی بھگت سے زمیندار جاگیردار سر چڑھ گئے تھے اور عوام پر ظلم و ستم سر چڑھ کر بول رہے تھے۔

(۴) ہندوستانی زمینداروں اور جاگیرداروں کے ظلم و ستم سے عوام کافی پریشان تھے اس پریشانی کی وجہ سے تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کو سارے عوام کی ہمدردی حاصل تھی اور سید مجنوں شاہ مداریہ اپنے مجاہدین لشکر کے ذریعہ ان زمینداروں پر بڑھ چڑھ کر حملے کررہے تھے۔ انگریزوں کے یہی پنشن خوار ہندوستانی دلال زمیندار جو انگریزوں کے بہت بڑے حمایتی تھے یہ انگریزوں کے حمایتی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے ڈر و خوف سے فرار ہوگئے تھے۔ ضلع بوگرا کا مشہور زمیندار آباری اسام زمیندار سروپ، سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے خوف سے گاؤں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ ضلع بوگرا، کرونی کا مشہور زمیندار شری کرشنن چودھری میمن سنگھ کے پرگنہ جعفر شاہ بھاگ کر چلا گیا۔ ان کے بھاگنے کا قصہ سریندر نے بیان کیا ہے۔ کمار سریندر نے لکھا ہے کہ وہ مجاہدین کے سردار سید مجنوں شاہ

Scanned with CamScanner

مداریہ نے شری کرشنن چودھری سے -/50000 روپے طلب کیے اور وصولیابی کے لیے ایک خاص دن و تاریخ مقرر کردی۔ زمیندار شری کرشنن میمن سنگھ چودھری اتنی بڑی رقم ادا کرنے حالت میں نہیں تھا اور تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے مجاہدین کی لشکر کشی کا مقابلہ وہ نہیں کرسکتا تھا۔ اس سے بچنے کے لیے سوائے فرار ہونے کے کوئی راستہ نہیں بچا تھا۔ لہٰذا زمیندار شری کرشنن میمن سنگھ چودھری نے فرار ہونے کے لیے عجیب وغریب طریقہ اختیار کیا۔ اپنی رعایا (رعیت) و پرجا کے ہزاروں شخص کو بلا کر کام پر لگا دیا۔ نگر دریا سے ایک نہر کاٹ کر وہ اپنے گھر کے اندر تک نہر بنوایا۔ اس نہر میں کشتی لائی گئی اور راتوں رات تاریکی و اندھیرے میں وہ اس کشتی میں اپنا مال ومتاع وساز وسامان اور اپنے خاندان کے لوگوں کو لے کر بھاگ گیا۔

14 مارچ 1780ء تکیہ دار خانقاہی مجاہدین لشکر وسید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے خوف سے ضلع بوگرہ ایک اور زمیندار پٹہ جھکر کا چندر شیکھر اچاریہ نقل مکانی کرگیا "بھاگ گیا تھا" یہ تمام واقعا یورنیہ کی کونسل آف ریونیو کی روداد کی خاص رپورٹ میں درج تھی کہ 1780ء کو تکیہ دار خانقاہی مجاہدین کا لشکر سید مجنوں شاہ مداریہ کی قیادت میں ایک اور زمیندار جھکر کے الپ سنگھ پر حملہ کیا۔ زمینداروں کی طرح یہ مجاہدین لشکر بنیاؤں کے بھی دشمن تھے اور ان بنیاؤں پر بھی مجاہدین شدید حملے کرتے تھے کیونکہ یہ ہندوستانی بنئے کا شمار انگریزوں کی سرکار کے وفاداروں میں ہوتا تھا۔ یہی بنیاء لوگ انگریزی حکومت کی وفاداری میں انگریزوں کی مالی امداد کے ساتھ ساتھ انگریزوں کے لیے مخبری کا کام بھی انجام دیتے تھے۔ ان وجوہات کی بنا پر تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے مجاہدین لشکر ہندوستانی بنیاؤں کے بھی دشمن بن گئے تھے۔

ڈاکوؤں کے خلاف اعلان جنگ :

انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ہی ہندوستان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے دن رات لوٹنے میں مصروف تھے۔ ان انگریزوں کو صرف روپۓ پیسے بٹورنے میں خاص دلچسپی تھی۔ دوسرے کام کرنے کو ان کے پاس وقت یا فرصت نہیں تھی۔ سارے صوبے کے نظم ونسق انگریزوں نے خراب کرکے الٹ پلٹ "تلپٹ" کردیا تھا۔ سرکاری نظام الٹ پلٹ گیا تھا سارے صوبے میں بدنظمی کی وجہ سے بدامنی پھیل گئی تھی۔ ہندو برہمن سنیاسیوں کا ایک بڑا گروہ ڈاکہ ڈالتا پھرتا تھا۔ اس لٹیرے گروہ میں روپ گری، بھوپت گری، اجیت گری برہمن تھے اور پکے ڈاکو تھے۔ نیم برہنہ امابیت سنیاسی ان ڈاکوؤں کا سرغنہ سردار تھا جو سارے صوبے کا امن وامان غارت کر رکھا تھا۔ ان ڈاکوؤں سے سخت پریشان مظلوم رعایا مجبور ہو کر لشکر کے مجاہدین کے سپہ

سالار سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی سے امداد کی درخواست کی کہ وہ ان ڈاکوؤں کے لوٹ پاٹ ظلم وستم سے نجات دلائیں اور مظالم سے بچائیں۔

تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی نے لشکر کے تمام مجاہدین سے رائے مشورے کرکے ڈاکوؤں کو ختم کرنے نکل پڑے اور مجاہدین کے لشکر نے بڑی جرأت و بہادری کے ساتھ ان ڈاکوؤں کا مقابلہ کیا۔ بالآخر ان ڈاکوؤں کے گروہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کرڈالا۔[۱۵]

انگریزوں کی رپورٹ :

11 دسمبر 1782ء کو بیگن باڑی کی انگریزوں کے کوٹھی کا سپروائزر ہنری لاج اپنے مکتوب میں ان برہمن ڈاکوؤں کے گروہ اور تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے مجاہدوں لشکر کے مقابلوں کی اطلاع حکومت کو دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ برہمن گری سنیاسیوں اور مسلم مجاہدوں کے درمیان ایک زبردست خونی جنگ ہوئی۔ اس خونی جنگ میں بھی مجاہدین لشکر کا پلہ بھاری رہا جس میں 40-30 سنیاسی ڈاکو مارے گئے۔ سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کا لشکر 1000 مجاہدین سپاہیوں پر مشتمل تھا۔

1776ء 30 اکتوبر انگریزی حکومت کا افسر گلیڈون اپنی سرکاری رپورٹ میں حکومت کو مطلع کرتا ہے کہ مجاہدین کے لشکر میں 50 سپاہی شامل ہیں جو مختلف انگریزی پلٹنوں سے بھاگ کر تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے سپاہیوں میں شامل ہوچکے ہیں۔

ظلم وستم اور تشدد سے اجتناب :

مجاہدین کے لشکر کو سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی نے سختی کے ساتھ حکم دیا تھا کہ کسی پر کسی بھی قسم کے ظلم وستم نہ کیا جائے اور ہر طرح سے ہر ظلم وستم سے اجتناب برتا جائے۔ انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کی حکومت کا انگریز ملازم جو درحقیقت میں مجاہدین کے لشکر اور ان کے قائد وسپہ سالار سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار خانقاہی کے دشمن تھے وہی انگریز ملازم بھی ان مجاہدین کے لشکر کی طرزِ زندگی کے عمل کی شہادت دیتے ہوئے آگے تحریر کرتے ہیں۔

1772ء کو 25 جنوری کو ناٹور کا انگریز سپروائز بھی سرکار کو مطلع کرتا ہے کہ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں

Scanned with CamScanner

شاہ مداریہ میواتی نے اپنے مجاہدین کے لشکر اور مریدوں کو سختی سے حکم دے رکھا ہے کہ ہر قسم کے ظلم و ستم سے اجتناب برتتے ہوئے سختی کے ساتھ میرے حکم کو اپنے اوپر نافذ کریں گے۔ عوام پر ظلم و ستم بند کریں گے تاکہ کسی معصوم پر ناحق ظلم و ستم نہ ہونا ہے پائے نہ کسی قسم کی کوئی شئے زور و زبردستی سے وصول کی جائے گی اگر کوئی شخص خوشی خوشی دے تو اس کو لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مجاہدین لشکر اور تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے خلیفہ کی قیادت میں انگریز سرکار کی انگریزوں کے خلاف جنگ کو جاری رکھنا ایک طویل بحث کا موضوع ہے جو کہ تحقیق طلب ہے۔

سید مجنوں شاہ کا وصال :

۸۶ 1786ء کے بعد ریکارڈ میں تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کا نام نہیں ملتا البتہ سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے خلفاء کا ذکر ضرور ملتا ہے جو انگریزوں سے مشغول جنگ نظر آتے ہیں۔ بعض کے نام مورخوں نے یہ گنوائے ہیں تکیہ دار خانقاہی سید موسیٰ شاہ مداریہ، تکیہ دار خانقاہی سید چراغ شاہ مداریہ، تکیہ دار خانقاہی سید علی شاہ مداریہ، تکیہ دار خانقاہی سید علی شاہ مداریہ، تکیہ دار خانقاہی سید سبحانی شاہ مداریہ، تکیہ دار خانقاہی سید پیر گل شاہ مداریہ۔

نوٹ :

تاریخ کے مورخوں میں خاص کر مسلم مورخوں نے تکیہ دار خانقاہی سید مداریہ کی انگریزی حکومت کی کشمکش 1659ء میں جب انگریزوں کی حکومت نہیں تھی صرف شاہ شجاع کی سند تحریرہ و محررہ انگریزوں کے پاس تھی اسی طرح کی سند تحریرہ و محررہ مداریہ سلسلہ والوں کے پاس تھی اور یہی سند تحریرہ و محررہ کی خاص وجہ اشاعت دین اسلام کی تبلیغ تھی۔ یہ کشمکش و اختلافات وکو اور جنگی واقعات کو تاریخ کے اوراق میں تحریر کرنے اور لکھنے سے اجتناب برتا ہے کیوں؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ مسلم مورخوں نے انگریزی حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کی نمک حلالی و پنشن خواری پر زیادہ زور نہیں دیا ہے؟ انگریزوں اور تکیہ دار خانقاہی مداریوں کے درمیان جنگ کے واقعات پر تحقیق کرنے کی بجائے کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ انگریزوں کی ایشیاٹک سوسائٹی کے کلکتہ میں 1922 کی انگریزی رپورٹ جمع کی گئی تھی۔ اس رپورٹ کو مورخوں نے تاریخ کے واقعات سے نقل کر کے اپنے

زائف کو انجام دے کر ایک نامکمل تاریخ کی کھچڑی پکا کر رکھ دیا ہے؟

جب انگریزوں کی جمع کی گئی رپورٹ کو بھی مورخوں نے صحیح ڈھنگ سے تاریخی واقعات کو نقل تحریر نہیں کیا ہے جگہ جگہ سے من مرضی واقعات کو نوٹ کیا ہے اس لیے ہر مورخ کی نقل الگ الگ واقعات کے ذکر ملتے ہیں۔ اس لیے تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ مورخوں نے صحیح واقعات کو پڑھا نہیں اور نہ ہی نقل کیا ہے۔ جبکہ داراشکوہ کے تحریر پر نظر ڈالیں اور گہرائی سے مطالعہ کریں تو بالکل آئینہ کی طرح صاف ہوجاتا ہے کہ داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ پوری دنیا یعنی کہ کل کائنات کے آدھے پر سید غلام عبدالقادر جیلانیؒ کے ماننے والے ہیں اور بقیہ بچا ہوا ½ حصہ یعنی کہ آدھے کے آدھے پر سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کے ماننے والے فالور ہیں اور ½ میں آدھے سے سید خواجہ معین الدین چشتیؒ اور ½ حصہ میں بہاؤ الدین زکریہ ملتانی کے ماننے والے فلاور ہیں۔ نقشہ سفینۃ الاولیاء داراشکوہ نے لکھا ہے۔ ٥ 15|05|2021

ماننے والے فالور کس کے اور کتنے ؟

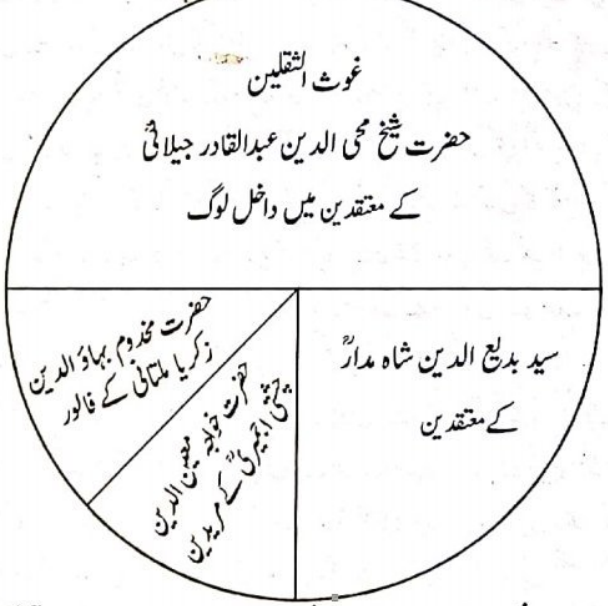

رود کوثر میں مولف شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے کہ سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کے زمانے میں مداریہ

سلسلہ والے شرع و فقہ کے سخت پابند تھے تو بادشاہ ابراہیم شرقی جونپور سے لے کر اورنگ زیب عالمگیرؒ تک یہ شرع فقہ کے سختی سے پابندی شرع کے عامل رہے ہیں تو پھر بعد کے حالات کیسے خراب ہوگئے۔ تحقیق طلب موضوع ہے۔ اورنگ زیبؒ سے لے کر نواب سراج الدولہ تک کا زمانہ بھی تحقیق طلب ہے کہ نواب سراج الدولہ کی شکست کے ٹھیک 6 سال بعد ان مداریوں سیدوں کے حالات اگر خراب تھے تو پھر وہ کس طرح اچھے ہوگئے یہ تحقیق طلب تاریخی واقعات کے لیے نہایت ہی اہم موڑ ہے جبکہ یہ وہ زمانہ ہے کہ نواب سراج الدولہ کے شکست کے ٹھیک 6 سال بعد انگریزی حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی سے تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے مجاہدین لشکر سے جنگ شروع ہوجاتی ہے اور سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی مسلسل 1787ء تک جنگ میں سپہ سالار بن کر مجاہدین لشکر کی قیادت کرتے رہے اور بعد میں مداریہ وارثین نے انگریزوں کی حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی سے جنگیں لڑتے رہے اور مادر وطن کی آزادی و مذہب اسلام کی اشاعت تبلیغ کے لیے جنگوں کو کبھی بند نہیں کیا۔ انگریزوں سے جنگیں جاری رہی۔ 1787ء 7 مارچ کو تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی مجاہد کا انتقال ہوگیا۔ انگریزی رپورٹ کے مطابق مکن پور کانپور میں آپؒ کا وصال ہوگیا تھا۔

1763ء سے لے کر مسلسل 1787ء تک بے سروسامان کے حالات میں ایک مکمل منظم حکومت وقت کے شیطان انگریزوں سے جنگ کرنا مذاق یا کھلواڑ نہ تھا۔ جب کہ انگریزوں کے ساتھ چھوٹے بڑے زمیندار، جاگیردار، نواب راجے مہاراجے، پنشن خوار کے ساتھ ساتھ ہندوستانی بنیاء تک انگریزوں کے ساتھ تھے۔ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتیؒ مجاہدین لشکر کے ساتھ عوام کو چھوڑ کر سبھی انگریزوں کے ساتھ تھے اور سبھی سید مجنوں شاہ مداریہ مویاتی کے مجاہدین لشکر کے مخالف تھے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا معجزاتی کرم تھا کہ بغیر کسی جنگی تربیت و اسلحہ کے ساتھ ہار جیت کی جنگ انگریزی سرکار سے 24 سال تک تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی جنگ لڑتے ہوئے قیادت کی اور بعد میں مداریہ سلسلہ کے وارثوں نے جنگ کو جاری رکھا اور تمام جنگ آزادی اور مذہب اسلام کی تبلیغ و غلبہ کے لیے لڑی گئیں۔ یہ تمام جنگیں ٹیپو سلطان میسور، حاجی شریعت اللہ اور تکیہ دار خانقاہی سید احمد شہیدؒ سے بہت پہلے انگریزوں سے لڑی گئی تھیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ انگریزی سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی کی مشنریز کے پادریوں کے خلاف سب سے پہلے دین اسلام کی مذہبی آزادی اور مادر وطن کی آزادی کے لیے آواز اٹھانے والے تکیہ دار خانقاہی سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار کے سلسلہ والوں نے جہاد کا اعلان ہی نہیں کیا بلکہ عمل کرتے ہوئے انگریزوں سے ایک طویل جنگیں لڑیں۔ دین اسلام کی خاطر، مادر وطن کی آزادی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردینے والوں کے سلسلہ مداریہ کی تاریخ کو فراموش

نہیں کیا جاسکتا۔ جنگ آزادی میں جتنے مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے حصہ لیا تھا آج سازش کے تحت سبھی تاریخ کے اوراق کو مٹانے کی کوشش جاری ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کون تھے؟

شیخ محمد اکرام جیسے مورخوں نے انگریزوں کی جمع کی ہوئی فرضی رپورٹوں کا حوالہ دے کر جو کچھ لکھا ہے کہ وہ آج بھی ایشیاٹک سوسائٹی میں جمع ہے۔ رود کوثر صفحہ نمبر 622 پر مولف نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر ہنٹر نے انڈین مسلمانوں کے بارے میں لکھا ہے کہ راجہ رنجیت سنگھ اور انگریزوں نے آپس میں مل کر افواہ گرم کردی اور خوب زور و شور سے اس افواہ کو پھیلایا کہ راجہ رنجیت سنگھ اور انگریزوں سے لڑنے والے علماء کرام ''وہابی'' ہیں۔ اس افواہ سے علماء کرام کو ملنے والی تمام امداد جو جاگیرداروں، زمینداروں اور نوابوں وغیرہ سے ملتی تھی وہ اب بند ہوگئی۔ عوام اور حکمران بھی علماء کرام کے خلاف ہوگئے تھے اور علماء کرام کو راجہ رنجیت سنگھ نے اور انگریزوں نے بڑی آسانی سے شکست دے دی جس میں سید احمد شہیدؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے ساتھ ساتھ 300 علماء کرام ایک ساتھ شہید ہوگئے۔ رود کوثر صفحہ نمبر 543 پر شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جب حج کرنے گئے تو اس وقت شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی مدینہ منورہ میں بطور طالب علم تھا اور اس وقت ''وہابی'' تحریک کا نام و نشان ہی نہیں تھا۔ نہ ہی کسی قسم کی کوئی وہابی تحریک کا وجود و نام و نشان موجود تھا۔ جبکہ رود کوثر صفحہ نمبر 566 پر شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے کہ ''شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا نقشبندیہ سلسلہ تھے۔'' اور طرزِ زندگی ان کی صوفیانہ تھی کیونکہ وہ خود بھی نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، مداریہ اور سہروردیہ سلسلہ کی عزت و احترام کرتے تھے۔ آگے مولف نے لکھا ہے کہ صفحہ 564 پر کہ ان کے آبا و اجداد سلسلہ والے تھے اور پیر طریقت پر عمل آباد اجداد کا زمانے سے تھا۔ (حوالہ روضہ القیومہ) رود کوثر صفحہ نمبر 535 پر مولف نے لکھا ہے کہ شاہ عبدالرحیم کا آبائی وطن قصبہ و گاؤں پھلت، ضلع میرٹھ یوپی اور 541 پر تحریر کیا ہے کہ قصبہ پھلت، شاہجہاں آباد اور خود شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجت البلاغہ صفحہ نمبر 10 پر لکھا ہے ننہال تھا۔

شیخ محمد اکرام نے رود کوثر صفحہ نمبر 541 پر لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تعلیم گھر پر ہوئی تھی اور صفحہ 538 پر تحریر کیا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نقشبندیہ طریقے پر عامل تھے۔ ان کے والد محترم نے متعدد مرشدوں کے نام گنوائے ہیں ان میں سے ایک نام عظمت اللہ اکبر آبادی جو چشتیہ سلسلہ کے بزرگ تھے

Scanned with CamScanner

بیعت کی اور خلیفہ ابو قاسم اکبر آبادی قادریہ سلسلہ کے تھے۔ ان کے علاوہ نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگوں سے فیض حاصل کیا کرتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا مداریہ سلسلہ سے نہیں تھا؟ جبکہ داراشکوہ نے تجزیہ میں لکھا ہے کہ صرف مداریہ سلسلہ والوں کا ہی زور تھا اور دین اشاعت کے لیے مداریہ سلسلہ والوں کا بول بالا تھا۔ پھر کس سازش کے تحت مداریہ سلسلہ والوں کے متعلق مورخوں نے کس دباؤ میں آکر سچائی لکھنے سے انکار کیا ہے؟ جبکہ سچائی یہ ہے کہ تکیہ دار ہی خانقاہی ہوتا ہے اور خانقاہ والا ہی تکیہ دار ہوتا ہے تو سچائی یہی ہے کہ خود تکیہ دار خانقاہی بزرگ ہوتے تھے۔ مورخ نے صفحہ نمبر 539 پر رود کوثر میں لکھا ہے کہ ان کے خاندان میں ہر سلسلہ سے فیض حاصل کرنے کا رواج تھا۔ بادشاہ اکبر کے آخری زمانہ میں نقشبندیہ سلسلہ کی شروعات ہوئی اور قادریہ سلسلہ، چشتیہ سلسلہ، مداریہ سلسلہ اور بہاؤ الدین ذکریہ ملتانی کا سلسلہ میں سے یہ نقشبندیہ سلسلہ کب اور کیسے شروع اہم سوال باقی رہ جاتا؟

مولف شیخ محمد اکرام نے صفحہ نمبر 534 پر لکھا ہے کہ 1700ء میں آپ پیدا ہوئے، وفات 1762ء میں یعنی کہ 1176 ہجری میں ہوئی۔ آپ کی بابت لکھا ہے کہ آپ کا تعلق نقشبندیہ سلسلہ سے تھا اور آپ کے والد محترم حضرت عبدالرحیم کامل صوفی تھے۔ مورخ شیخ محمد اکرام نے آگے لکھا ہے کہ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ نے 1772ء میں ناٹور کی رانی بھوانی کو ایک عرضداشت پیش کی کہ انگریز ان کے دین اسلام کی تبلیغ میں حائل ہو رہے ہیں، دین اسلام کی اشاعت کو روک رہے ہیں، انگریز ان کے ہر کام میں مخل ہو رہے ہیں۔ ان انگریزوں سے ان کو بچایا جائے جیسا کہ تبلیغ دین کے لیے اور اشاعت دین کے رود کوثر صفحہ نمبر 517 پر لکھا ہے۔ شاہ شجاع نے 1659ء میں ایک سند محریرہ وتحریرہ مداریہ سلسلہ والوں کو لکھ دیا تھا کہ جب آپ تبلیغ کی غرض سے کہیں جائیں تو ہر طرح کی سہولت و اختیارت آپ کے سلسلہ والوں کو حاصل ہوں گے اور تمام اخراجات کے انتظامات مالیکان دیہہ کریں گے۔ اس طرح اس سند محریرہ وتحریرہ سے لگان وصول کرنے کا حق مداریہ سلسلہ والوں کے پاس آگیا تھا لہٰذا تصادم انگریزوں اور مداریہ سلسلہ میں ضروری ہوگیا تھا جیسا کہ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی سے مسلسل انگریزوں سے جنگیں ہوتی رہی ہیں۔

شیخ محمد اکرام نے رود کوثر صفحہ نمبر 518 پر لکھا ہے کہ شیطان انگریزوں نے بنکم چندر چٹرجی سے آنند مٹھ جیسا گھٹیا ناول کے ذریعہ مداریہ سلسلہ والوں کو برا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور مدایہ سلسلہ والوں کے علماء کی شناخت کو برباد کرنے کی کوشش کی ہے۔

شیطان فطرت انگریز جس سے دشمنی کرتے تھے اس کی سماج میں بے آبرو کرنے کے لیے طرح طرح

کے غلط وغلیظ الزامات لگاتے تھے جیسا کہ مورخ فاروق ارگلی نے فخر وطن میں لکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ انگریزوں نے مداریہ سلسلہ والوں سے سخت نفرت کیوں کرتے تھے اور دشمنی میں سید مداریوں کو کیوں مارتے تھے۔ ان مداریہ سلسلہ والے علماء کو پھانسی پر کیوں لٹکا کر پھانسی دیتے تھے اور 1763ء سے لے کر 1947ء تک انگریزوں اور مداریہ سلسلہ والوں کی دشمنی برقرار رہی کیا وجہ تھی کہ نفرت و دشمنی کا باعث بنا گیا تھا اہم سوال آج بھی باقی رہ جاتی ہے؟

آگے مورخ شیخ محمد اکرام نے رود کوثر صفحہ نمبر 579 پر پیر طریقت وشریعت کی سرخی لگاتے ہوئے لکھتے ہیں :

(ا) اس طرح سے صوفی اور فقیر و اولیاء کلام سے ملاؤں کے اختلاف کا مسئلہ ہے۔

(۲) ”نوٹ کر لیں کہ تاریخ کو نہیں جھٹلایا جاسکتا کہ سچائی یہ ہے کہ ہندوستان میں کچھ تو مقامی اثرات سے اور کچھ اس وجہ سے کہ ہندوستان میں اسلام صوفیوں اور فقیروں کے ذریعہ اشاعت پذیر ہوا“ جو کہ یہی صوفیاء وفقرا اپنے وقت کے عالم دین و علماء ہوتے اور اللہ والے اولیاء کہلاتے تھے۔ جب سب سے اہم بات تھی کہ حرام کے دانے کھانے سے اجتناب برتتے تھے اور یہی اللہ والے حرام کاری سے بہت دور رہتے تھے۔ دن کے اجالے میں اللہ کی دینی تعلیم کو پھیلانے کی کوشش میں لگتے رہتے تھے اور رات کو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی اور دنیا والوں کے لیے خیر کی دعا مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے رونے گڑگڑانے کا سلسلہ رات بھر جاری رہتا۔ اگر کچھ خطا ہوگئی ہو انجانے میں اللہ تعالیٰ معاف فرما دے۔ لیکن آج کے دنیا دار کو دیکھ کہ اللہ کے گھر میں اللہ کے سامنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنی زندگی کے خاتمہ ایمان پر مانگتا ہے اور جیسے ہی اللہ کے گھر مسجد سے پہلا قدم باہر نکالتا ہے تو وہ بے ایمان پر رکھتا ہے۔ اس دل و دماغ دنیا کی ساری خرافات جمع ہوتی ہے اور وہ صرف بے ایمان کی ترکیب نکالتا ہے کہ کس کا مال کیسے ملے اور کیسے ہڑپ کرلیا جائے۔ اللہ والے صوفیاء فقراء اولیاء اللہ والوں سے اپنا موازنہ ضرور کرنا چاہیے اور انگلی نہیں اٹھانی چاہیے کہ فلاں مسلک فلاں لوگ برے ہیں بلکہ خود کو اپنے آپ کو پیمانے میں ناپنا چاہیے کہ کہیں خود تو برے نہیں ہیں کتنوں کا حق مار لیا ہے، گناہوں ذخیرہ اپنے کھاتے میں جمع کرلیا ہو۔ حرام مال کھانا وحرام کاریوں کا کتنا بھیانک انجام ہوگا اپنی سزاؤں کے بارے میں سوچئے وغور کیجیے۔ صوفیاء کرام اولیاء کرام اپنے وقت کے جید عالم تھے ان پر تھوکنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ اولیاء کرام صوفیاء کرام وفقراء جو کہ اپنے

Scanned with CamScanner

وقت کے زبردست علماء تھے ہم سے بہتر تھے جو وقت گذر گیا وہ وقت بہتر تھا اس زمانے کے لوگ بہتر تھے جو گذر گئے ان کے حق میں دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں سے بخش دے ان کی خطاؤں کا معاف فرما دے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے '' آمین'' کیونکہ مردہ ہمیشہ زندہ کے محتاج ہیں چاہے وہ آپ کے والدین ہوں عزیز و اقارب ہوں، استاد و علماء اکرام چاہے وہ اولیاء کرام ہوں جو گذر گئے وہ زندہ کے ہمیشہ محتاج ہیں کہ ان کے حق میں دعائے مغفرت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخش دے ان پر انگلی نہ اٹھاؤ ان کو برا مت کہو خود کو گنہگاروں میں شامل مت کرو۔ یہاں صوفیاء کرام وفقراء کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بھیک مانگتے تھے بلکہ یہ اللہ کے حبیب بندے تھے جن کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست رکھتا تھا جب کہ یہ لوگ صرف اللہ سے رونے و گڑگڑانے والے لوگ تھے اور آج ہمارے اندر ہم حسد و کینہ رکھنے والے دوسروں سے جلنے والے بن چکے ہیں۔

(۳) اس طرح سے شاید اس لیے بھی ۱۰۰ میں ۹۰ فیصد ملاّ اسلام کے اس قدر ظاہری پہلوؤں پر زور دیتے ہیں جو کہ بہروپ پر مبنی ہوتا ہے، خلوص پر نہیں۔

(۴) اصلاح باطن کے لیے بلکہ مذہب حق سے فیض حاصل کرنے کے لیے تصوف کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

(۵) نوٹ :- اصلاحِ باطن کے لیے حرام کھانے سے پرہیز نہایت ہی ضروری ہے۔ ایمان اور بے ایمان کے فرق کے حد کو قائم کرنا ضروری ہے۔ ''مذہب حق کی اصل بنیاد ایمان پر قائم ہے۔'' محمد ﷺ کو ان کے جانی دشمنوں نے بھی '' امین'' کہہ کر ایمانداری کا لقب دیا۔ اس کے بعد ہی آپ اللہ سے لوح و محبت کر سکتے ہیں کہ حرام کھا کر حرامی خون سے ذکر الٰہی کیسے کرو گے '' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حرام و نجس والا شخص میرے گھر میں نہ آئے'' پھر ایمان پر خاتمہ کی دعا کرنا اللہ تعالیٰ سے مکاری کرنے کے باعث نہیں تو پھر کیا ہے؟ جبکہ آپ کو معلوم ہے اچھی طرح کہ آپ بے ایمان کا حرام مال کھا رہے ہیں۔ حرام بستر پر آرام فرما رہے ہیں، حرام کاری میں مبتلا ہیں۔ اس طرح سے اپنے چاروں طرف حرام کاریوں سے اپنے آپ کو جکڑ رکھا ہے تو سوائے تصوف کے اپنے گناہوں کی معافی تلافی کے سوا آپ کے پاس کوئی راستہ نہیں بچتا کہ آپ اللہ سے روئیں گڑگڑائیں اور جس کا مال کھا کر اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اس سے معافی تلافی کریں تو ہوسکتا ہے کہ اللہ آپ پر اپنی رحمت سے کچھ گناہوں سے

نجات دے دے جو صرف اللہ سے تعلق رکھتے ہوں اور اللہ کے معاملات ہوں۔ ان میں جو حقوق العباد ہیں یعنی کہ دوسروں کا حق مار لیا ہو اس بارے میں اللہ تعالیٰ خود کہتا ہے کہ معاف کرنا میرے اختیارات سے باہر ہے جو صاحب معاملہ ہے اس سے جا کر معافی مانگ لو جس کا مال لوٹ لیے ہو اس لٹنے والے سے معافی مانگ لو۔ اگر صاحب معاملہ نے معاف کر دیا تو میں معاف کر دوں گا۔ حرام و حلال منفی و مثبت پہلو کو اختیار کرنے کا حق اللہ نے آپ کو دیا ہے کہ کون سا عمل کر کے فلاح پاؤ گے؟ اور کون سا عمل کر کے جہنم میں جاؤ گے؟ یہ آپ کا اپنا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ خود اختیاری اختیار قوت و طاقت آپ کو دی ہے کہ وہ سارے فیصلہ خود کریں کہ کیا کرنا چاہیے؟

(۶) ہندوستان میں تصوف نے بڑا فروغ حاصل کیا تا کہ اصطلاحِ باطن ہو سکے اور حرام و حلال کی حد کو فرداً فرداً ہر شخص اپنی زندگی میں قائم کر سکیں۔ حرام مال کھانے سے و حرام کاری سے پوری زندگی بچتے رہیں۔

(۷) لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض صوفیاء کئی اسلامی احکام کی پابندی نہیں کرتے تھے جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ یا علامہ اقبال نے بتایا ہے مثلاً اصولی باتوں، استہلاک یا فنا میں کبھی کبھی اتنا غلو کرتے ہیں کہ اسلامی نقطہ نظر یا قومی اور انفرادی فلاح کے اصولوں سے دور ہوجاتے ہیں۔

(۸) اس وجہ سے تصوف اور فقہ کے درمیان اختلاف کا دروازہ کھل جاتا ہے جو اس وقت شروع ہوا جب خواجہ معین الدین چشتیؒ کے نائب خواجہ بختیار کاکیؒ اور شہر دہلی کے قاضی میں اختلاف بلکہ ایک دوسرے کی مخالفت کی نوبت آئی اور اس وقت سے آج تک ایک دوسرے کی مخالف کا سلسلہ جاری ہے۔

(۹) آج تصوف کے انحطاط اور بعض دنیاوی فائدے کے لیے وقتی طور پر اس کے اثرات تصوف کا پانسہ ہلکا ہوگیا ہے۔

(۱۰) پچھلی صدی تک یہ سچائی رہی ہے کہ ہندوستانی مسلمان کو یہ بھی خیال نہیں آسکتا تھا کہ کسی صوفی کے سلسلے میں مسلک نام کی کوئی شے موجود تھی سلسلہ میں صوفی مسلک ہوئے بغیر کسی مرشد کے بغیر مذہب اسلام کی روحانی زندگی میں حصہ کیا لیا جاسکتا ہے؟

(۱۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے زمانے میں تصوف زوروں پر تھا اور شاہ ولی اللہ خود سلسلہ والے تھے اور ان کے آبا و اجداد بھی سلسلہ والوں سے بعیت کیے ہوئے تھے اور اس دور میں پورے ہندوستانی

Scanned with CamScanner

مسلمان سلسلہ والوں سے منسلک تھے۔

(۱۲) ضرورت یہ تھی کہ اس کی صحیح صحیح اصلاح کی جائے اور اس کے اجزاء کو جو شرع اور فقہ کے خلاف ہیں یا ہوں انھیں علیحدہ کیا جائے تاکہ عوامِ عام و خاص کی روحانی اصلاح باطن کے سلسلے بھی منقطع نہ ہونے پائیں اور شرع و فقہ کی مخالفت بھی جاتی رہے۔ اپنے آپ مخالفت ختم ہوجائے اور کسی کو کسی قسم کی تکلیف بھی نہ ہونے پائے۔

(۱۳) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس کام کے لیے بے حد موزوں ہستی تھے۔ وہ اسلام شرع و فقہ کی تاریخ سے باخوبی واقف اور پوری طرح باخبر تھے اور فقہ کے زبردست عالم بھی تھے۔

(۱۴) اس کے علاوہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ باقاعدہ صوفی تھے اور خود سلسلہ والے تھے۔ اس کے علاوہ انھوں نے سلسلہ والوں سے بیعت کررکھی تھی اور خود ابھی اپنے صوفیانہ مشاہدات اور واقعات کا حال انھوں نے اس طرح لکھا ہے کہ محدود روحانی تجربے والوں کو ان کا یقین بھی نہیں آسکتا کہ انھوں نے اپنے اس علم اور اپنے ذاتی تجربات کو تصوف اور شرع و فقہ کے اختلافات مٹانے کے لیے استعمال کیا۔ ان سے پہلے ان کے والد محترم اور ان کے چچا کا بھی یہی طریقہ تھا۔

(۱۵) مولانا عبداللہ سندھیؒ ان دونوں بزرگوں کی نسبت لکھتے ہیں کہ ’’ ہر دو بھائیوں کے نظریوں کا ماحصل ایک ایسی شاہراہ بنانے کی سعی ہے جس پر مسلمان فلاسفر، صوفیہ اور متکلمین، شرع و فقہ ساتھ ساتھ چل سکیں ان کوششوں کو شاہ ولی اللہ نے وسعت دی اور تصوف کے مختلف پہلوؤں پر کئی کتابیں لکھی۔

(۱۶) جن کے متعلق مولانا مناظر احسن گیلانی کہتے ہیں کہ ’’ ان کتابوں سے ملاّ اور صوفی کے جھگڑوں کا بشرطیکہ انصاف سے کام لیا جائے تو اختلاف کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔‘‘

(۱۷) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تصوف کے مسائل کو خالص اسلامی تعبیروں میں پیش کرکے مولویوں اور ملاّؤں کی اس بھڑاک وبھڑاس اور ناراضگی کو مٹا دیا ہے جو ان بے چاروں میں صوفی اور صوفیت کے متعلق پائی جاتی ہے۔

(۱۸) تصوف اور شرع و فقہ کے معاملے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی طرزِ عمل کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ مدرسہ دیوبند میں جہاں شاہ صاحب کے اصولوں کی تھوڑی بہت پیروی ہورہی ہے فقط علوم ظاہری تعلیم نہیں ہوتی بلکہ باطنی روحانی علاج کے لیے تلامذہ کی روحانی اصلاح کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔

(رود کوثر، صفحہ نمبر 158)

(۱۹) اساتذہ میں سے اکثر صحیح تصوف اور تزکیہ نفس کی ضرورت سمجھتے ہیں اور حال میں مدرسہ کے سرپرست مولانا اشرف علی تھانوی نے تصوف کے متعلق جو تفصیلی کتاب لکھی ہے وہ بھی فی الحقیقت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نقطہ نظر کا اظہار ہے جو صوفیت کے داعی ہیں۔ (رود کوثر صفحہ 158)

(۲۰) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے نہ صرف صوفیاء اور فقہا کے اختلافات کو مٹانے کی کوشش کی بلکہ صوفیہ کے اپنے درمیان جو اختلافات تھے انھیں بھی کم کرنے میں ساعی ہوئے اس کی ایک نمایاں مثال ان کا مکتوب ’’ مدنی ‘‘ ہے جس میں انھوں نے ابن العربی کی ’’ وحدت وجود ‘‘ اور امام ربانی کی ’’ وحدت شہود ‘‘ کو ایک دوسرے کے مطابق ثابت کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے روحانی اختلافات کو مٹانے کے لیے یہ بھی کیا کہ اگرچہ آپ کو زیادہ تعلق خاطر طریقہ نقشبندیہ یا قویہ سے تھا لیکن بیعت کے وقت آپ چاروں خانوادوں، چاروں سلسلہ والے کا نام لیتے تھے۔ یہ چاروں سلسلہ والے کون تھے؟ (۱) عبدالقادر جیلانیؒ قادریہ سلسلہ (۲) خواجہ معین الدین چشتی، چشتیہ سلسلہ (۳) سید بدیع الدین شاہ مدار سے مداریہ سلسلہ (۴) زکریا بہاؤ الدین کا سلسلہ یا نقشبندیہ سلسلہ (تذکرۃ الرشید) میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا ارشاد درج ہے کہ ہمارے حضرات بیعت کے وقت چاروں سلسلہ کے مشائخ کا نام لیتے ہیں تاکہ سب سے بڑی عقیدت رہے اور سب بزرگوں کے فیض سے مستفیض ہوں اور چاروں خانوادوں کے نام لینے کا طریقہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صاحب کے زمانہ سے نکلا ہے۔

آگے بڑھے اس کے علاوہ مذہب اسلام میں فقہی مذاہب کا اختلافات۔

فقہی اختلافات :-

(۱) مذہب اسلام میں اس کے علاوہ فقہی اختلافات ہیں یعنی کہ حنفیؒ، شافعیؒ، مالکیؒ، حنبلیؒ مذہب اسلام میں عملاً طریقوں کو لے کر اختلافات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں اس مسئلے نے جب تک سلسلہ والوں کا سلسلہ رہا بہت پیچیدہ صورت حال اختیار نہیں کی بلکہ شیعہ وسنیوں کو بھی ایک پلیٹ فارم پر جوڑے رکھا۔ مسلکی مسئلہ تو دور کی بات تھی اس وقت کسی کو کچھ پتہ بھی نہ تھا کہ چاروں اماموں کے درمیان اختلافات موجود ہیں کہ طریقہ اسلام کی عبادات و ریاضت میں زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ بعد کے علماء نے اس مسلکی اختلافات کو مٹانے کے بجائے اور ایسی نفرت کی دیوار کو اونچا کرنے کی کوشش کی کہ وہ ایک دوسرے علم میں زیادہ جانکاری رکھتے ہیں اور دینی علم اور طرزِ

Scanned with CamScanner

زندگی کو لے کر مغروریت کو ہوا دی اور مسلکی اختلافات کو نفرت میں بدل دیا۔ جب مذہب اسلام اتحاد پر زور دیتا ہے، اخوت اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے لیکن مسلکی علماء نے نفرت کا بیج بو کر کانٹوں کی فصل تیار کردی۔ مولف نے رود کوثر میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''ہمارے ایک دوست کا بیان ہے کہ چند سال ہوئے وہ اسپین ہوتے ہوئے اسپینی و مراکش میں بغرض سیاحت کے چلے گئے۔ ایک مسجد میں گئے تو امام نے پوچھا (كَيفَ مَذهَبُ كُمْ) تمہارا مذہب کیا ہے؟ ان بے چاروں نے مذہب کا مطلب ہندوستانی محاورہ کے مطابق دین لیا اور کہا کہ مسلمان ہوں۔ امام صاحب نے پھر سوال دہرایا اور بالآخر ایک اور ساتھی کو ترجمانی کرنی پڑی۔ انھوں نے اپنا فقہ مذہب حنفی بتایا کہ تو امام صاحب اتنے مایوس ہوئے کہ شاید ان صاحب کے یہودی ہونے پر بھی اتنے مایوس نہ ہوتے۔

(۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس مسئلے میں انصاف اور اعتدال اور سلیم الطبیٔ سے کام لیا ہے۔ وہ خواجہ محمد امین کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ '' سوم سوال آں کہ عمل تو در مسائل فقہ برگدام مذہب است۔ گفتم بقدر امکان جمع می کنم در مذاہب شہودہ'' یعنی مختلف مذاہب کو ایک دوسرے پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

(۳) ان کی ابتدائی تعلیم حنفی طریقے پر ہوئی تھی ان کے والد محترم اور چچا دونوں حنفی تھے لیکن ان کے چہیتے استاد شیخ ابو طاہر مدنی شافعی تھے۔ شاہ صاحب نے دونوں سے فیض حاصل کیا اور دونوں طریقوں کی خوبیوں اور ان کے اختلاف کی وجہ خوب سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ ان اختلافات کو نمایاں کرنے کی نہ کوئی ضرورت ہے نہ اس میں کوئی مصلحت۔

(۴) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا بس چلتا تو وہ چار مذاہب فقہی یا کم از کم دو مشہور طریقوں کو ملا کر ایک کردیتے۔ کتاب تفہیمات میں لکھتے ہیں کہ '' میرے دل میں ایک خیال ڈالا گیا کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے مذہب امت میں سب سے زیادہ مشہور ہیں سب سے زیادہ پیرو کار بھی ان دونوں کے پائے جاتے ہیں اور تصنیفات بھی ان ہی مذاہب کی زیادہ ہیں۔

نوٹ :

اس وقت جو امر حق ملا اعلیٰ کے علوم سے مطابقت رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں کو ایک مذہب کی طرح

کردیا جائے۔ دونوں کے مسائل کو حدیث نبوی کے مجموعوں سے موازنہ کرکے دیکھا جائے جو کچھ ان کے موافق ہو اس کو رکھا جائے اور جس کی کچھ اصل نہ ہو اس کو ساقط کردیا جائے پھر جو چیزیں تنقید کے بعد ثابت نکلیں اگر وہ دونوں میں متفق علیہ ہوں تو مسلمہ میں دونوں قول تسلیم کیے جائیں ورنہ خارج کردیا جائے۔

اتحاد کی کوشش :

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے جس طرح ہندوستان میں مسلکی اختلافات کو مٹانے اور مسلمانوں میں اتحاد قائم کرنے کی کوشش کی تھی اس طریقے پر چل کر عمل کرتے ہوئے تمام ہندوستانی مسلمانوں کو ایک جٹ کرنے کی جو کوشش کی اس کی مثال کے بعد کے عالم و علماء میں نہیں ملتی۔ ویسے اولیاء و صوفیاء کرام نے ہندوستان میں اتحاد بالکل پاک پنجتن کی طرح تھا کہ سبھی سلسلہ والے ایک مشن پر کام کرتے ہوئے دین اسلام کی دعوت مشن پر تھے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر دعوت دین کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کرچکے تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صرف ایسی شخصیت تھی کہ چاروں سلسلہ والوں سے مستفیض تھے اور چاروں سلسلہ کو یکساں احترام کرتے تھے اور ان چاروں کو ایک جانتے تھے۔ اس کے بعد مذہبی چاروں ائمہ کے اختلافات کو مٹانے کی بھرپور کوشش کی۔ حدیث نبوی کے مجموعوں سے مقابلے کر دیکھا جائے جو کچھ ان کے موافق ہو اس کو رکھا جائے جو کچھ اصل نہ ہو ساقط کردیا جائے۔ اس کے باوجود جو چیز تنقید کی ہونے کے باوجود ثابت نکلیں تو دونوں متفق علیہ ہوں تو مسئلہ میں دونوں قول تسلیم کرلیے جائیں تاکہ مسلمانوں کی اجتماعی قوت نہ ٹوٹنے پائے۔ اگر اجتماعی طاقت اور دفاعی قوت ٹوٹ گئی تو اس کھیت کے باڑھ ہی اس فصل کو نگل جائے گی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی دور اندیشی و حاضر دماغی کا استعمال آج کے عالم و علماء کو کرنا چاہیے نہ کہ دنیاوی زندگی کی خاطر علماء سو بن کر پورے ہندوستان سے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دین اسلام کو داؤ پر لگا دیں۔ مثال آج بھی موجود ہے کہ اسپین میں مسیحی کم زیادہ تر مسلمان ہی مسلمان کو مٹانے کے اصل ذمہ دار ہیں۔ ائمہ اربعہ کی آپس کی دشمنی کا نتیجہ ہے کہ ایک اسلام حکومت کے ساتھ ساتھ مذہب اسلام اور مسلمانوں کو مٹا دیا گیا اور ہزاروں مسجدوں کو گرجا گھروں میں تبدیل کردیا گیا۔ اگر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے قول و عمل پر کام نہیں کیا گیا تو اسپین کی تاریخ بھی ہندوستان میں دہرائی جائے گی یہ بعید نہیں ہے وقت کا انتظار ہے اور اس کے اصل ذمہ دار عالم وقت کے علماء ہوں جو نفاق کی دیوار اونچی کرتے جا رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

بسم الله الرحمن الرحیم

سند التوصیف

فقیرزاده سید شاه مولا بخش از حکمای بزرگ المعروف ولد
سید نہار شاه سرای میاں کول است،
پدرانه از بزرگان مکنپور، مادرش از کول بود، شاه مولا بخش
از کودکی بسیار باهوش بود، پدر به تعلیم و تربیت او همت گماشت،
سید شاه مولا بخش در جوانی علوم ادبیه و ریاضی و فقه و منطق و حکمت
را تحصیل کرد و از آنگاه به تحصیل طب پرداخت و در اندک زمانی
ملکه فنون سرآمد دانشمندان عصر گردید.
بارے شاہزادہ جوان بخت به مرض سخت مبتلا گردید و اطبا از علاج عاجز آمدند
نزد ما خود این سید شاه مولا بخش بخواند و او مرض شاہزادہ به آسانی علاج کرد.
شاہزادہ جوان بخت و این راقم از وی خوشنود گردید و او را بسیار بنواخت
و بر تمام بزرگان کشور مقدم داشت و بجهت علم دوستی وی کتابخانه خود را باختیار وی گذارد
شاه مولا بخش چند ماه در کتابخانه این مقیم گردید و شب و روز بمطالعه کتب پرداخت،

یکم محرم الحرام ۱۲۶۶ ھ

شہنشاه سراج الدین محمد بہادر شاه ظفر دہلی - ہند

ترجمہ مولانا سید سلطان اصلاحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سند توصیف

فقیر زادہ سید شاہ مولا بخش بڑے حکیموں میں سے جانی پہچانی شخصیت سید نہار شاہ کے صاحبزادے سرائے میاں کول (علی گڑھ) کے رہنے والے ہیں۔

ان کے باپ کا تعلق مکن پور کے بزرگوں سے ہے اور ان کی ماں کا تعلق کول (علی گڑھ) سے ہے۔ شاہ مولانا بخش بچپن ہی سے حد درجہ سمجھدار تھے۔ ان کے والد نے ان کی تعلیم وتربیت کا بہت خیال رکھا۔ سید شاہ مولا بخش نے جوانی ہی میں علوم ادبیہ، ریاضی، فقہ، منطق اور حکمت کی تعلیم حاصل کرلی۔ اس کے بعد طب کے حصول پر توجہ کی۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں جملہ علوم میں دست گاہ پیدا کرلی اور اپنے زمانہ کے دانشوروں میں شمار ہونے لگے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ شاہزادہ جواں بخت ایک بہت سخت بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ تمام اطباء اس کے علاج سے ہار گئے۔ اس نے (بہادر شاہ ظفر) سید شاہ مولا بخش کو بلوایا ور انھوں نے شاہزادے کا بڑی آسانی سے علاج کردیا۔

شاہزادہ جواں بخت اور یہ (بہادر شاہ ظفر) بہت زیادہ خوش ہوئے۔ اور ان کو بہت نوازا اور سلطنت کے دوسرے تمام بزرگوں پر ان کو ترجیح دی اور ان کی خواہش پر اپنی لائبریری کو ان کے حوالہ کردیا۔ شاہ مولا بخش نے کئی مہینے اس لائبریری میں گذارے اور دن رات کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہے۔

یکم محرم الحرام ۱۲۶۶ھ

مہر شہنشاہ سراج الدین
محمد بہادر شاہ ظفر
دلی - ہند

Scanned with CamScanner

پورے ہندوستان میں مسلم بادشاہوں کی حکمرانی میں تکیہ دار خانقاہی سید مداریوں کا بڑا زور تھا جیسا کہ بادشاہ ابراہیم شرقی جونپور کے واقعات سے لے کر آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر تک سند محررہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں 1857 تک تکیہ دار خانقاہی سید مداریوں کا علم و ادب کے اوپر زبردست عبور حاصل تھا جیسا کہ پہلی محرم ''یکم محرم الحرام'' 1266 ہجری شہنشاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر دلی - ہند اپنی سند تحریر میں لکھا ہے۔ فقیر زادہ سید شاہ علی بخش بڑے حکیموں میں سے جانی پہچانی شخصیت سید نہار شاہ کے صاحبزادے سرائے میاں کول علی گڑھ کے رہنے والے ہیں۔

ان کے باپ کا تعلق مکن پور کے بزرگوں سے اور ان کی ماں کا تعلق کول (علی گڑھ) سے ہے۔ سید شاہ مولا بخش بچپن ہی سے حد درجہ سمجھدار تھے۔ ان کے والد نے ان کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھا۔ سید شاہ مولا بخش نے جوانی ہی میں علوم ادبیہ، علوم ریاضی، علوم فقہ، علوم منطق اور حکمت کی تعلیم حاصل کرلی۔ اس کے بعد طب کے وصول پر توجہ کی اور بہت تھوڑے عرصے میں جملہ علوم میں دست گاہ پیدا کرلی اور اپنے زمانے کے دانشوروں میں شمار ہونے لگے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ شہزادہ جواں بخت ایک بہت سخت بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ تمام اطباء اس کے علاج سے ہار گئے۔ بہادر شاہ ظفر نے سید شاہ مولا بخش کو بلایا اور انھوں نے شہزادے جواں بخت کا بڑی آسانی سے علاج کردیا۔

شہزادہ جواں بخت اور بہادر شاہ ظفر بہت زیادہ خوش ہوئے اور ان کو بہت زیادہ انعام و اکرام سے نوازا اور سلطنت کے دوسرے تمام بزرگوں پر ان کو ترجیح دی اور ان کی خواہش پر اپنی لائبریری کو ان کے حوالے کردیا۔ سید مولا بخش نے کئی مہینے اسی لائبریری میں گذارے اور دن رات کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہے۔

آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی یہ سند محررہ خود پوری قوم مداریہ کے لیے سربلندیوں کے اضافے میں ایک اور اضافہ ہے۔ مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں یہی تکیہ دار خانقاہوں سے علم کی روشنی پھوٹتی تھی اور تاریخی کتاب ''فخر وطن'' میں مولف فاروق ارگلی نے صحیح لکھا ہے کہ تکیہ ہی ہندوستان میں وہ متبرک مقام ہے جہاں سے دین کی روشنی نکل کر پورے ہندوستان میں پھیل کر روشن کیے ہوئے ہے۔ تکیہ وہ متبرک مقام اس لیے ہے کہ وہاں پر معلم ہند، صوفیاء کرام، اولیاء کرام، علماء کرام، مفتیانِ کرام، فقہائے کرام روحانی قلبی سکون ملتا ہے۔ شرع کی رکھوالی کرنے والے اسی تکیہ پر رہتے ہیں۔ تکیہ قلبی بیماری کے علاج کے لیے بہترین عمدہ جگہ ہے۔ جیسا کہ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی سند محررہ سے فاروق ارگلی کی تحریر کو تقویت دیتی ہے

کہ تکیہ ہی متبرک مقام ہے جہاں سے دین اسلام کی تبلیغ کے لیے علماء کرام کو پورے ہندوستان میں دین اسلام کا مبلغ بنا کر بھیجا جاتا تھا۔

علی گڑھ جس کو زمانہ قدیم میں ''کول'' نام سے پکارا جاتا تھا اور مکن پورے کے رہنے والے سید نہار شاہ تھے علی گڑھ ''کول'' آگئے اور فقیر زادہ سید شاہ مولا علی بخش ''کول'' علی گڑھ میں رہنے لگے تھے کیونکہ والد کا آبائی وطن مکن پور تھا اور والدہ کا تعلق ''کول'' علی گڑھ سے تھا یعنی کہ ننہال علی گڑھ ''کول'' تھا اور ددیہال مکن پور کانپور تھا۔ اس طرح علی گڑھ اور مکن پور کانپور دو الگ الگ مقام ہیں اور دونوں جگہوں پر سید شاہ مداریہ کی مختصر آبادی آج بھی موجود ہیں جبکہ ''کول'' علی گڑھ والوں کو علوی سے منسوب کیا جاتا ہے اور مکن پورے والے سید مداریہ سے منسوب کیے جاتے ہیں اور پورے ہندوستان میں تکیہ دار فقیر زادے تھے وہی اصل سید زادے تھے اور جو سید زادے ہیں وہی اصل فقیر زادے ہیں جیسا کہ ہندوستانی بادشاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر نے اپنے سند محررہ میں لکھا ہے اور ہندوستان میں کچھ اس قسم کی تحریر انگریزوں کے اور ہندوستان کے پہلے گورنر جنرل لارڈ کلائیو نے بھی لکھا ہے کہ جب ان سید شاہ فقیر زادوں نے انگریزی حکومت پر پہلی بار حملہ کیا تو گورنر جنرل لارڈ کلائیو نے بھی لکھا آرائیول آف دِی فقیر "Attach arrival of the Fakir" جیسا کہ مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر نے بھی اپنے افتتاحی لفظوں میں فقیر زادہ یعنی کہ اللہ والوں کی ایک جماعت مداریہ تھی جو انگریزیوں پر حملے برابر کررہی تھی۔ بہادر شاہ ظفر نے فقیرہ زادہ سید شاہ مولا بخش کو فقیرہ زادہ والے تکیہ دار خانقاہی لکھا ہے دراصل وہی سید زادے ہیں اور جو تکیہ دار خانقاہی دراصل میں وہی سید زادے فقیر زادے ہیں کیونکہ ان تکیہ داروں کو حکومت، شہرت نام و نمود کی قطعی کوئی ضرورت نہیں تھی بلکہ مذہب اسلام و دین اسلام کی تعلیمات اور اس کے پرچار کے سخت علمبردار تھے۔ اسی طرح کے خطوط سید احمد شہیدؒ نے انگریزی حکومت کے خلاف مختلف راجاؤں، نوابوں، جاگیرداروں اور زمینداروں کو لکھے تھے تاکہ مسلمانوں کی عزت و آبرو کے ساتھ ساتھ مادر وطن کی عزت آبرو لٹنے سے بچ جائے۔

لیکن بادشاہ وقت، نواب، راجے مہاراجے، جاگیردار، زمیندار سبھی نے مل کر سید احمد شہیدؒ کی کسی نے بات نہیں سنی اور سبھی نے مل کر انگریزوں کے آگے گھٹنے ٹیک دیے اور ان کی پھینکی ہوئی روٹی ''پنشن'' پر گزارہ کرنے والے پنشن خوار بن گئے اور یہی پنشن خوار بعد میں انگریزوں کے دلال بن گئے تھے۔ پھر کیا تھا جیسا انگریزوں نے چاہا یہی پنشن خوار عامل بن کر انگریزوں کے لیے حق نمک ادا کرنے لگے۔ انگریزوں کی حکومت قائم کرنے سے بہت پہلے پرتگیزی، فرانسیسی اور انگریزوں نے مل کر مشترکہ عیسائی مشنریز قائم کیا تھا جو عیسائی

Scanned with CamScanner

مذہب کے لیے ہندوستان میں پرچار کرتے تھے۔ ہندوستان کے چار وارن میں شوردر وارن کے لوگ عیسائی بن گئے کیونکہ ہندوستانی برہمنوں کے مظالم سے ان شودروں کو ایک جائے پناہ کی سخت تلاش تھی اور مواقع عیسائی مذہب نے شودروں کو فراہم کردیئے۔ اسی طرح ہندوستان مسلم بادشاہوں کی آمد سے بہت پہلے صوفی کرام اور اولیاء کرام نے ہندوستان میں قدم رکھتے ہی مذہب اسلام کی بنیادی چیز اخوت و بھائی چارے کی مثال قائم کردی اور ایک نعرہ دیا کہ **لا الہ الا اللہ** کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور **محمد رسول اللہ** اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔تو بہت سے شودر وارن کے لوگ مذہب اسلام کی پناہ میں آگئے تھے۔

کل کائنات میں دنیا کے تمام انسانوں کے لیے مذہب اسلام نام کا ایک گھر فراہم کردیا اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے مسلمانوں کا بھائی قرار دے دیا۔ اس طرح مذہب اسلام میں داخل ہر مسلمان بھائی بھائی ہوگیا اور پیغمبر اسلام محمد ﷺ نے تاکید فرماتے ہوئے حکم دیا کہ نہ ہی عربی کو عجمی پر نہ عجمی کو عربی پر ، نہ ہی گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر کسی قسم کی کوئی فوقیت حاصل نہیں بلکہ مذہب اسلام نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اونچ نیچ، ادنیٰ وعلیٰ کے غرور کی دیوار کو گرا دیا اور ہمیشہ کے لیے ختم کردیا تھا کہ شیطانی راستے جو جہنم کی آگ میں لے جاتے ہیں جیسا کہ ابلیس و آدم کا واقعہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ مذہب اسلام میں سب سے بڑا وہ شخص ہے جو بڑا ہی متقی و پرہیز گار ہوگا۔ لہٰذا ذات پات کی مذہب اسلام کے گھر میں کوئی گنجائش نہیں بچتی ہے لیکن ہندوستان میں چار وارن کا سب سے بڑا المیہ ہے کہ چاروں وارن میں برہمن سب سے اونچے مقام پر رکھا گیا ہے اور ان چاروں میں برہمنوں نے الگ الگ بہت بڑی دوریاں بنانے میں برہمنوں نے اہم رول ادا کیا ہے اور مذہب اسلام اس کی سختی سے مخالفت کرتا ہے۔ کھلے لفظوں دنیا کے ہر شخص کو چیلنج کرتے ہوئے بانگ دیتا ہے کہ دنیا میں سب سے اونچا مقام اس کا ہے جو بہت ہی متقی پرہیزگار ہے نہ کہ اونچا مقام برہمنوں کا ہے۔ اس طرح صوفیاء کرام و اولیاء کرام نے ہندوستانی شودروں کو مذہب اسلام کی شکل میں پناہ گاہ مہیا کردی اور یہی صوفیاء کرام اولیاء کرام نے اپنی ہمدردی سے ان مظلوم شوددرں کو اپنے سینے سے لگایا۔ راجاؤں ومہاراجوں برہمن کے ظلم ستم کے مظالم نے شودروں کو مذہب اسلام قبول کرنے پر مجبور کردیا جیسا کہ بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر نے قبول کیا ہے کہ برہمنوں کے مظالم سے تنگ شودروں کو ایک مضبو جائے پناہ کی تلاش تھی جو کہ مذہب اسلام کے گھر نے فراہم کردیا اور مذہب اسلام نے ان کو اپنے گھر میں اچھے اچھے نام و خطاب دے کر ان کی عزت افزائی کی، پیروں تلے کچلے ہوئے لوگوں کے سر پر انسانیت کا تاج پہنا دیا۔

مغل شہزادہ داراشکوہ سفینۃ اولیاء میں بھی اس کی تصدیق کرتا ہے کہ مداریہ سلسلہ کے زیادہ تر فالور ماننے والے لوگ اجلاف فرقے سے تعلق رکھتے تھے اور مریدین اشراف بھی تھے۔ اشراف میں حکمرانِ وقت ، وقت کے امراء شرفاء شامل تھے اور اجلاف میں زیادہ سے زیادہ شودر پریوار مذہب اسلام قبول کر دین اسلام کے مضبوط قلعہ میں داخل ہوگئے اور بڑے بڑے القاب سے شودر نوازے گئے تا کہ ان کے اندر کمزوروں والی بزدلی کی سوچ ختم ہوجائے تا کہ وہ بہادر بن جائیں۔ اس کی موٹی مثال ہے کہ صرف مسلمانوں کے ساتھ رہنے سے شاہ جی اور شیواجی بھونسلے مرہٹے بہادر بن گئے۔

راجے مہاراجے، شہنشاہ و بادشاہ، جاگیردار اور زمینداروں کی رہنمائی میں برہمنوں نے جو مظالم اپنی عوام اور شودروں پر کیے ہیں ان مظالموں کو دیکھ کر ابلیس بھی شرمسار ہوجاتے تھے اور سوائے تکیہ دار کی خانقاہ کے علاوہ ہندوستان میں ان مظلوں کو کہیں کوئی پناہ گاہ نہیں تھی نہ یہی ان کے علاوہ کوئی پناہ دینے والا تھا۔

بددعا کا خوف:

راجے مہاراجے، شہنشاہ و بادشاہ، جاگیردار نواب، زمیندار ہندوستان صرف کسی سے خوف کھاتے تھے تو وہ تھے صرف تکیہ دار کی خانقاہ سید شاہ فقیر زادے اللہ والے کہیں ان حاکموں کو بددعا نہ کردے کہ تخت و تاج جاتا رہے ور مفلسی کے تختے پر نظر آنے لگیں جیسا کہ '' اخبار الاخبار'' تاریخی کتاب میں صفحہ نمبر 81/80 پر عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ اسی زمانے میں قادر شاہ بن سلطان فیروز شاہ تغلق کالپی کا بادشاہ بنا تھا کسی بات پر سید بدیع الدین شاہ مدارؒ نے بادشاہ قادر شاہ کو بد دعا کردی جس کی وجہ سے بادشاہ وقار کالپی کے جسم میں جلن سوزش کی پھنسیاں نکل آئیں اس کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی لیکن ایک اللہ سراج سوختہ کے کہنے پر سید شاہ بدیع الدین زندہ مدارؒ نے اپنا پیرہن '' کرتا'' بادشاہ قادر کالپی کو پہنایا جس کی وجہ سے اس کو سوزش و جلن سے فوراً نجات مل گئی۔ صوفیاء کرام اولیاء کرام کے اس طرح کے واقعات تاریخی کتابوں تحریر پڑھنے کو ملتے ہیں۔ ظالم سے ظالم بادشاہ ان تکیہ داروں خانقاہی اللہ والوں سے ڈرتے تھے۔ اسی طرح واقعہ اجمیر کے خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ہے کہ ان کی بدعاؤں سے مشہور بادشاہ پرتھوی راج چوہان کی حکومت ہندوستان کے نقشے سے مٹ گئی۔

Scanned with CamScanner

مرتے کو ماریں زندہ شاہ مدارؒ:

ایک کہاوت بہت مشہور ہے کہ مرتے کو ماریں زندہ شاہ مدارؒ یعنی کہ ظالموں کو سید بدیع الدین شاہ مدارؒ کی بددعا صفحہ ہستی سے مٹا دیتی تھی۔ اس طرح مستقل مظلوموں کی پناہ گاہ تکیہ و خانقاہی ہوتی تھی جہاں پر کھانے کے انتظام کے نام پر دن رات لنگر چلتے تھے۔ کھانا کھانے والوں کے نام ذات پات مسلک و مذہب نہیں پوچھے جاتے تھے بلکہ ان کے زخموں پر محبت و شفقت ہمدردی کے مرہم لگائے جاتے تھے۔ سبق آموز شودروں پر مظالم کے تاریخی واقعات ہیں کہ کس طرح سے راجے مہاراجے، شہنشاہ و بادشاہ، نواب جاگیردار اور زمینداروں کی حکومت کی باگ ڈور چلانے والے برہمنوں نے ظلم کے پہاڑ شودروں پر توڑتے رہے ہیں۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اوروں کی طرح یہ تکیہ دار خانقاہ والے صوفیاء کرام و اولیاء کرام بادشاہوں کے یہاں جھک کر فرشی سلام مارتے تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہی وہ تکیہ دار لوگ تھے جو صاحب اقتدار ظالم سے دو - دو ہاتھ کرنے پر کمر بستہ رہتے تھے۔ تکیہ دار خانقاہ والے سید احمد شہیدؒ کے تاریخی واقعات اس بات کے ثبوت ہیں کہ ہندوستان کے تمام تکیہ داروں سے 1659ء سے انگریزوں اور عیسائی مشنریز کی کشمکش جاری تھی اور یہی کشمکش 1763ء میں جنگ کی شکل اختیار کرلی تھی۔ یہی تکیہ دار خانقاہی لوگ کس طرح سے ظالموں مثلاً راجے مہاراجے، شہنشاہ و بادشاہ، نواب، جاگیردار اور زمیندار کے طرف دار انگریز اور بنیاؤں اور ان کے دلالوں مخبروں ظالم حکومت اور مشترکہ عیسائی مشنریز کے خلاف چند دینی مجاہدین وطن کو لے کر حکومت وقت سے اور بے سروسامانی کے عالم میں کس طرح تمام مخالفین سے نبرد آزما تھے جن کو نہ حکومت کی چاہت تھی نہ کسی قسم کی لالچ تھی اور نہ ہی نام و نمود کی خواہش نہ کسی قسم کی ان کو شہرت چاہیے تھی۔ ایک اہم سوال مورخوں، مولفوں ور تحقیق کرنے والوں کے سامنے سوالیہ نشان چھوڑ جاتا ہے؟

تکیہ شاہ علم اللہ:

مورخ فاروق ارگلی صاحب تاریخی کتاب ''فخر وطن'' میں صفحہ نمبر 73/72 پر لکھتے ہیں کہ 29 نومبر 1786ء میں ضلع رائے بریلی میں سید احمد شہیدؒ تکیہ شاہ علم اللہ کے یہاں پیدا ہوئے۔ ان کے جد اعلیٰ حضرت شاہ علم اللہ کا شمار اپنے زمانے کے اکابر علماء وصوفیاء کرام میں ہوتا تھا۔ شاہ علم اللہ تکیہ دار خانقاہ والے کے پوتے شاہ ابوسعید شاہ ولی اللہ کے خاص عزیز مریدوں میں سے تھے۔ سید احمد شہیدؒ بن شاہ محمد عرفان اور ماں

شاہ ابوسعید کی بیٹی تھیں۔ شاہ عبدالعزیزؒ ولد شاہ ولی اللہ نے کہا کہ ددیہال اور ننہال دونوں رشتے کے وراثت آپ کو مل جائے گی شاہ ابوسعید نانا تھے اور چچا سید شاہ نعمان صاحب تھے۔ جب سید احمد خانقاہ والے شاہ ولی اللہ کی دلی میں پہنچے تو سید احمد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے مصافحہ و معانقہ فرمایا اور اپنے قریب ہی برابر بٹھا دیا اور خیریت دریافت کی اور پوچھا کہاں سے تشریف لائے؟ سید احمد صاحب نے فرمایا رائے بریلی سے۔ پھر پوچھا کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں؟ جواب میں سید احمد نے فرمایا وہاں کے سادات خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز نے پھر دریافت کیا، کیا آپ سید شاہ ابوسعیدؒ صاحب اور سید شاہ نعمانؒ صاحب کو جانتے ہیں؟ جواب دیتے ہوئے سید احمدؒ صاحب نے بتایا کہ سید شاہ ابوسعیدؒ میرے حقیقی نانا ہیں اور سید شاہ نعمانؒ صاحب میرے حقیقی چچا ہیں۔ یہ سنتے ہیں شاہ عبدالعزیز صاحب فطری محبت سے دوبارہ اٹھ کر سید احمد سے معانقہ کیا اور سینے سے لگاتے ہوئے اپنے گلے میں بھینچ لیا اور پھر پوچھا کہ کس غرض سے اتنی دور طویل سفر کی تکلیف کیوں برداشت کی؟ سید احمد نے جواب دیا کہ آپ کی ذات مبارک کو غنیمت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی طلب نے یہاں تک کھینچ لائی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا اللہ کا فضل و کرم شامل حال رہا تو ددیہال اور ننہال کی مراث تم کو مل جائے گی۔

اس وقت آپ نے ایک ملازم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بلایا اور اس کو حکم دیتے ہوئے کہا کہ سید احمد صاحب کو بھائی مولوی عبدالقادرؒ صاحب کے یہاں پہنچا دو۔ اور پھر جوشِ محبت سے سر پر ہاتھ پھیرا اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے کر ملازم سے کہا کہ اس عزیز مہمان کی قدر کریں اور خدمت میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ چنانچہ سید احمدؒ صاحب کو سید شاہ عبدالقادر کی خدمت میں اکبر آبادی مسجد میں رہنے لگے۔

ترجمان القرآن حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی قربتوں سے سید احمدؒ خوب فیضان حاصل کیا اور آپ شاہ عبدالعزیز سے بیعت ہوئے اور سلسلہ چشتیہ، سلسلہ قادریہ اور سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے اور یہیں انھوں نے سلوک و طریقت کی تربیت پائی۔ اس طرح سید احمدؒ صاحب ددیہال و ننہال کی دونوں میراث بھی حاصل کرلی۔

Scanned with CamScanner

تحریک سید احمد شہیدؒ:

تاریخی کتاب ''تحریک سید احمد شہیدؒ'' تالیف حضرت مولانا غلام رسول مہرؒ صفحہ نمبر 33-32-31 پر لکھتے ہیں کہ سید احمدؒ شہید نے قلمی خط مختلف حکمرانوں کو روانہ کیا تھا جس میں ایک خط کی نقل یہاں پر درج ہے۔ ہندو راؤ کو تلقین کی اور حوالہ کاتب شاہ اسماعیل شہید قلمی نسخہ میں صفحہ 38-37 پر درج ہے لکھتے ہیں کہ ہندو راؤ گھوٹکے دولت راؤ سندھیا والی گولیار کا بردار نسبتی تھا اور سندھیا کی بیماری کے زمانے میں ریاست کا انتظام اسی کے حوالے ہوگیا تھا۔ یاد ہوگا کہ سید صاحب ہجرت کے سلسلے میں گوالیار پہنچے تھے تو ہندو راؤ نے آپ کا پرجوش استقبال کیا تھا ایک مکتوب میں اسے لکھتے ہیں۔

''بیگانگان بعید الوطن ملوک زمین و زمن گردیده اندو تاجران متاع فروش به پایہ سلطنت رسیده امارات امرائے کبار و ریاست روسائے عالی مقدار برباد کرده اندو عزت و اعتبار شان بالکل ربوده چوں اہل ریاست و سیاست درزاویہ خمول نشتہ اند لاچار چندے از اہل فقر و مسکنت کمر ہمت بستہ ایں جماعت ضعفاء محض بنا خذمت دین رب العلمین برخاستہ اند ہرگز ہرگز از دنیا داران چاه طلب نیستند۔ وقتکہ میدان ہندوستان از بیگانگاں شمنان خالی گرویده تیر سعی ایشاں بر ہدف مراد رسیده آئند مناصب ریاست و سیاست بہ طالبین ان مسلم باد (ا)''

ترجمہ:- وہ غیر جن کا وطن بہت دور ہے بادشاہ بن گئے۔ جو تاجر سامان بیچ رہے تھے انھوں نے سلطنت قائم کرلی۔ بڑے بڑے امیروں کی امارتیں اور رئیسوں کی ریاستیں خاک میں مل گئیں۔ ان کی عزت اور ان کا اعتبار چھن گیا جو لوگ ریاست و سیاست کے مالک تھے وہ گمنامی کے گوشے میں بیٹھ گئے۔ آخر فقیروں اور مسکینوں میں سے تھوڑے سے آدمیوں نے کمر ہمت باندھی ضعیفوں کا یہ گروہ محض خدا کے دین کی خدمت کے لیے اٹھا ہے۔ یہ لوگ نہ دنیا دار ہیں نہ چاہ طلب، جب ہندوستان کا میدان غیروں اور دشمنوں سے خالی ہوجائے گا اور ضعیفوں کی کوشش کا تیر مراد کے نشانے پر جا بیٹھے گا تو آئندہ کے لیے ریاست و سیاست کے عہدے طالبوں کو ہی مبارک رہیں۔

غور فرمایئے کہ دور سے آئے ہوئے انگریز کون تھے؟ جو تجارت کرتے کرتے سلطنت کے مالک بن گئے تھے ظاہر ہے کہ صرف شیطان انگریز تھے اور ان ہی کے خلاف جنگ کے لیے سید احمدؒ تکیہ دار خانقاہ والے خود اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی غرض سے روساء، امراء، عوام ہند کو اٹھانا جگانا چاہتے تھے لیکن یہ پنشن خوار ذلت بھری زندگی کو غنیمت جانا بالکل اسی مضمون کا خط غلام حیدر خان کے نام بھی سید احمدؒ صاحب نے لکھا جو سید احمدؒ کا قریبی دوست اور بچپن کا رفیق کار تھا اس وقت وہ گوالیار میں ممتاز فوجی عہدے پر فائز تھا۔ سید احمدؒ صاحب نے اسے تاکید کی تھی کہ یہ راجا ہندو راؤ کو ذہن نشین کرکے جگانے کی کوشش کریں۔

لوٹ:

سید احمد شہیدؒ نے اپنے اس خط میں تمام حالاتِ ہند کو تحریر کردیا کہ ہندوستانی رؤساء و امراء کی اوقات کیا تھی اور یہ تمام حکمران پنشن کو اپنے لیے عافیت سمجھتے تھے۔ پورے ہندوستان پر بغیر انگریز فوج کے انگریزوں نے اپنی شیطان فطرت اور چالبازی سے قبضہ کرلیا یہ تمام انگریز ہندوستان میں تجارت کی غرض سے بنیاء گیری کرتے تھے اور ترازو کے ایک پلڑے میں غداروں کو رکھا اور دوسرے پلڑے میں پنشن خوار نمک حراموں کو رکھ کر ہندوستان پر ان کی ہی مدد سے قبضہ کرلیا۔ اور ان نمک حرامیوں کی وجہ سے ہندوستان میں مذہب اسلام کی اشاعت پر انگریز عیسائی پادریوں نے پابندی لگائی اور اشاعت دین کو روکا۔ اور یہاں تک بانی اسلام کے پیغمبر محمد ﷺ کو مسلمانوں کے مسجدوں میں گھس کر برا کہنے سے نہیں ہچکچاتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ وقت، راجے مہاراجے، جاگیردار، زمیندار بھی انگریزوں کے تلوے چاٹنے پر مجبور تھے۔ ان ظالموں کے خلاف صرف تکیہ دار خانقاہی لوگوں نے انگریز سرکار اور اس کی عیسائی مشنریز سے مقابلہ کرتے رہے۔ تاریخ کے اوراق میں ان رپورٹوں ایک جگہ جمع کردیا جائے تو مستند تاریخی کتاب تیار ہوجائے گی۔ آگے سید احمد شہیدؒ کے شجرہ اور تاریخی واقعات درج ہیں جو اس طرح ہیں:

Scanned with CamScanner

تکیہ دار سید احمد شہید کا شجرۂ نسب

امیر المومنین حضرت علیؑ
|
حضرت حسن امامؑ
|
سید حسن مثنیٰ
|
سید عبداللہ المحض
|
سید مہدی ذوالنفس الذکیہ
|
سید ابو محمد عبداللہ الاشتر
|
سید محمد ثانی
|
سید حسن الجواد الاموری
|
سید ابو محمد عبداللہ
|
سید قاسم
|
سید ابو جعفر
|
سید ابو الحسن
|
سید حسن
|
سید عیسیٰ
|
سید یوسف
|
سید رشید الدین
|
سید قاضی الغزنوی الکروی
|
امر سید نظام الدین
|
قاضی سید رکن الدین
|
سید صدر الدین

سید قیام الدین
|
سید علی
|
سید احمد
|
سید زین الدین
|
سید صدر الدین
|
سید قطب الدین
|
سید علاؤ الدین
|
قاضی سید محمود
|
قاضی سید احمد
|
سید محمد معظم
|
سید محمد فضیل
|
سید علم اللہ شاہ تکیہ دار
|
سید محمد بدئی شاہ
|
سید محمود نور شاہ
|
سید محمد عرفان شاہ
|
سید احمد شہید

تحریک سید احمد شہید جلد اول صفحہ 55
تالیف حضرت مولانا غلام مہرؒ
نے اوپر شجرۂ نسب سید احمد شہید کا لکھا تھا نقل کردیا ہے۔

حکمرانوں کے دردناک منظر:

تاریخی کتاب ”فخر وطن“ میں مولف فاروق ارگلی نے لکھا ہے کہ 1799ء میں میسور کے سلطان ٹیپو کو جب انگریزی فوج کا کمانڈر لارڈ ہارس نے میر صادق کی غداری کی وجہ سے میدانِ جنگ میں شہید کروا ڈالا تو اعلان کیا کہ آج سے پورا ہندوستان ہمارا ہے۔ آج سے پورے ہندوستان پر بالواسطہ یا بلاواسطہ ہمارے زیرنگرانی میں رہے گا۔ انگریزوں نے بلا تاخیر پروگرام کے مطابق 1800ء کو جنرل لارڈ لیک کی قیادت میں انگریزی فوجیں حکومت مغلیہ کے بجھتے چراغ کو اپنے قبضے میں لینے کے لیے دلی پہنچ گئی۔ بابر کی اولادوں کے محافظ مرہٹوں کی فوجیں تھیں لیکن یہ مرہٹے انگریزی فوج کے آگے نہیں ٹک سکی اور 1803ء کو انگریز فاتح کی حیثیت سے دہلی پر قبضہ کرلیا۔ اور انگریز اپنے من مرضی کے مطابق مغل بادشاہ شاہ عالم سے پنشن خواری پر مجبور کیا گیا۔ مغل بادشاہ کو صرف قلعہ تک کا محدود بادشاہ رہنے دیا گیا۔ تمام کاغذات و دستاویزات پر زبردستی دستخط کروا لیا گیا۔ زیرنگرانی انگریزوں نے مغل بادشاہ شاہ عالم کو پنشن خواری پر زندہ رکھا گیا۔ تاریخی کتاب ”مسلمانوں کا شاندار ماضی“ میں مصنف و مولف عبدالجبار اجمیری نول گڑھ راجستھان صفحہ نمبر 157 پر ایک بہت دردناک منظر کشی کی ہے۔ لکھا ہے کہ شاہ عالم مغل شہنشاہ کو 1803ء میں انگریزی فوجوں نے شکست دے کر دلّی پر قبضہ کرلیا تھا بابر کی اولادوں کو مرہٹے حفاظت نہ کرسکے پنشن خوار حکمران کے کارندے بھی جو حکومت کے ماتحت میں تھے رشوت خور بن چکے تھے۔ سلطنت قلعہ کے حالات اتنے خراب ہوگئے تھے جیسا کہ مصنف و مولف نے اپنی تحریر سند میں لکھا ہے۔ تنگ حالی اتنی تھی کہ اس نے شہزادیوں کو بھی نہیں بخشا۔ سر سے ٹاٹ کے برقعے میں ڈھکی ہوئی شہزادیاں گود میں پھول سا بچہ لیے بھیک مانگتی تھیں۔

کیا کہنے اپنے عہد میں جتنے امیر تھے
ٹکڑوں پر جان دیتے تھے سارے فقیر تھے

واقعہ کا ذکر مصنف و مولف نے لکھا ہے کہ شاہ عالم کو شعر و سخن سے بھی بہت دلچسپی تھی۔ ”وقائع عالم شاہی“ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر و خضر میں درباری شاعران کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ نوادرات شاہی ان کے اردو، فارسی اور پنجابی شعروں کا مجموعہ ہے۔ شاہ عالم بزرگوں کا بڑا احترام کیا کرتے تھے۔ خواجہ میر درد کے یہاں ہر مہینے صوفیوں کا جلسہ ہوتا تھا۔ ایک بار اس محفل میں پاؤں میں درد ہونے سے آپ نے پاؤں پھیلا دیئے تو خواجہ صاحب نے شاہ عالم سے عرض کیا یہ امر فقیر کے آدابِ محفل کے خلاف ہے۔ اگر طبیعت ناساز تھی تو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ شاہ عالم کو قوالی سننے کا بھی بہت شوق تھا“ ان میں سے مکھو

Scanned with CamScanner

رنگ رس'' بہت مشہور تھے۔
شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ قلعہ معلیٰ میں ان کا عرس بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا تھا۔

ایک دردناک واقعہ:

جب بادشاہ شاہ عالم مرہٹوں کے ساتھ مل کر غوث گڑھ تباہ کرکے ضابطہ خان کی بیوی بچوں کو پکڑ کر لائے تھے ضابطہ خان کا لڑکا غلام قادر خان ۸ سال یا ۱۰ سال عمر کا لڑکا تھا یہ بہت ہی خوبصورت و حسین تھا اوباش عیاش بادشاہ شاہ عالم کا مزاج ہر وقت ناچ گانوں میں ہی اسیر رہتا تھا۔ چنانچہ غلام قادر خان کو زنانے کپڑے پہنا کر نچایا کرتا۔ غلام قادر خان روہیلہ پٹھان تھا جب تک وہ نادان رہا شاہ عالم بادشاہ کا ناروا سلوک کو برداشت کرتا رہا۔

غلام قادر خان روہیلہ پٹھان جب جاگیردر بن گیا تب اکتوبر 1787ء کو دلی پر فوج کشی کی کیونکہ روہیلوں کے پٹھانوں کی تباہی و بربادی اور اس کے ساتھ بادشاہ عالم کے ناروا سلوک کا پس منظر آنکھوں کے سامنے گھومتا رہتا تھا۔ اپنے خاندان و پٹھانوں کی تباہی و بربادی کا ملال ہر لمحہ اسے ستاتا رہتا تھا۔ لہٰذا اس نے شہزادوں اور شہزادیوں کو مار پیٹ کر بھوک و پیاس کی تکلیفیں دیں صرف تن کے کپڑوں کے علاوہ سب کچھ چھین لیا۔

غلام قادر خان روہیلہ پٹھان مغل شہزادوں اور مغل شہزادیوں سے اپنی بے عزتی کا ایسا بدلہ لیا کہ برسر عام عوام کے درمیان کھلے منہ مغلوں کے سامنے شہزادوں اور شہزادیوں کو نچواتا جس طرح مغل بادشاہ شاہ عالم غلام قادر خان پٹھان روہیلہ کو نچاتا تھا۔ ویسے ہی غلام قادر خان روہیلہ پٹھان نے مغل بادشاہ شاہ عالم کو ہی زبردستی شہزادوں اور شہزادیوں کا ناچ دیکھنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا۔

غلام قادر خان پٹھان روہیلہ کا انتقام یہیں پر نہیں ختم ہوا بلکہ غصے میں انتقام لینے کے لیے پاگل ہوگیا۔ 10 اگست 1788ء کو دیوانِ عام میں مغل بادشاہ شاہ عالم کو بلا کر اس سے روپیوں کا مطالبہ کیا اور بادشاہ نے انکار کرنے پر غلام قادر خان پٹھان روہیلہ نے بادشاہ شاہ عالم کو زمین پر نیچے گرا کر (پٹک کر) اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں۔

راجیہ سندھیا نے شاہ عالم بادشاہ کی یہ درد بھری کہانی سن کر فوراً مرہٹوں کی فوج شاہ عالم کی مدد کے

لیے بھیجا۔ غلام قادر خان پٹھان روہیلہ مرہٹوں کے ڈر کی وجہ سے میرٹھ بھاگ گیا۔ مرہٹوں نے اس کا تعاقب کرکے دسمبر 1788ء کو غلام قادر خان پٹھان روہیلہ قتل کر نام و نشان مٹا دیا۔

واسکوڈی گاما:

کتاب ''تحریک آزادی ہند میں مسلم علماء اور عوام کا کردار'' صفحہ نمبر 16 سے 34 تک مصنف محمد سلمان منصور پوری مدرسہ شاہی مراد آباد تاریخی واقعات کو اس طرح قلم بند کیا ہے۔ صفحہ نمبر 16

1498ء میں واسکو ڈی گاما ہندوستان میں پہلی مرتبہ آیا اور اپنی تجارتی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور پھر جنوب کے ساحلی علاقوں پر قبضہ کرلیا اور بحر ہند میں قزاقی لوٹ مار کا بازار گرم کردیا۔ پورے ساحلی علاقے کو خطرناک شکل دے دی جو بھی ان کی مخالفت کرتا انھیں بے دردی سے قتل کردیتے۔ ستم ہائے ستم ڈھاتے اور جبراً تمام ہندوستانیوں کو عیسائی بنایا جاتا اور عیسائی مشنریز کے نام پر پادریوں کی عیسائی ذوالقضاء قائم کرلیا تھا۔ جابجا دارالقضاء بنائے جانے کے بعد مخالفین کو بدترین سے بدترین اور سخت سے سخت وحشت ناک سزائیں دی جاتی تھیں جو عیسائیت کے لیے رکاوٹ کھڑی کرتا تھا انھیں بے دردی سے قتل کردیا جاتا۔ سونے کی چڑیا ہندوستان کو حاصل کرنے کے تمام انگریز تجاروں نے مل کر 101 تاجروں نے مشترکہ طور پر 30 ہزار پونڈ کا سرمایہ جمع کر ایسٹ انڈیا نام کی کمپنی کی بنیاد کلکتہ میں 1601ء میں رکھی اور تجارت کی آڑ میں ملک ہندوستان پر قبضہ کرنے کے لیے آہستہ آہستہ خطرناک سازشیں کرنے لگے۔

اورنگ زیبؒ کے بعد مغل حکمران تباہ ہوگئے:

1707ء میں شاہان مغلیہ کے سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کا انتقال ہوگیا اور پھر شاہان مغلیہ کا شیرازہ بہت تیزی کے ساتھ بکھرنے لگا۔ مغلیہ سلطنت کا کیا انجام ہوا اوپر تاریخی واقعات خود آئینہ دکھاتے ہیں کہ برقعہ پہن کر شہزادیاں گود میں بچہ لے کر دلی کی گلیوں میں بھیک مانگتی پھرتی تھیں جیسا کہ مورخ عبدالجبار اجمیر لال گڑھ راجستھان ''مسلمانوں کا شاندار ماضی'' میں لکھا ہے کہ 1803ء میں انگریزوں کی فتح نے جبر و قہر کے سارے حدود توڑ دیے تھے یہاں تک انسانیت دم توڑ چکی تھی۔ ظلم و ستم، وحشت و بربریت، استماریت و لطائیت کی خطرناک مہیب کالی گھٹا چھا چکی تھی۔ مگر اس وقت ایک پھٹے پرانے بوریہ پر بیٹھا ایک فقیر دہلی کو

اپنی بے مثال چشم بصیرت سے مستقبل کا نقشہ کھلے بندوں سے دیکھ رہا تھا۔ یہ چشم بصیرت اپنے والد ماجد حجۃ الاسلام والمسلمین شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ورثہ میں ملی تھی جن کی اثر انگیز بیت نے اس نور جوگر کو واقعہ "الدولہ سرلابیہ" کا مصداق بنا دیا تھا۔ آج دنیا امام الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے نام سے جانتی ہے۔ جنھوں نے دہلی کی حکومت ہند انگریزوں کی بنائی ہوئی ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف دارالحرب ہونے کے فتویٰ کا کھلے عام اعلان کردیا۔ اور اپنے خاص مرید اور معتقد شاہ سید احمدؒ کو رائے بریلوی کو نواب امیر خان کی فوج میں شامل ہونے کا حکم دیا۔ شاہ سید احمدؒ تقریبا 7 سال فوج سے وابستہ رہے۔ جب آپ نے دیکھ لیا کہ نواب امیر علی خان اور منہ بولے بھائی مہاراجہ جسونت راؤ ہلکر انگریزوں سے صلح کرنے والے ہیں تو 1816ء میں شاہ سید احمدؒ فوج سے علیحدہ ہوگئے۔

شاہ سید احمدؒ اپنے پشتینی وطن رائے بریلی کی خاندانی خانقاہ تکیہ شاہ علم اللہ کا ہی اپنا مرکزی دارالخلافہ بنایا۔ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا عبدالحیؒ جیسے جلیل القدر علماء کی مشاورت کمیٹی تشکیل دی داماد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی عمر 50 تھی اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی عمر 48 سال تھی تو ان حضرات نے تکیہ دار خانقاہی شاہ سید احمدؒ کی قیادت کی ترجیح دی۔ خود حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنے اعزاء واقارب کو ہدایت کردی تھی کہ تمام حضرت شاہ سید احمدؒ تکیہ دار کے دست مبارک پر باقاعدہ بیعت طریقیت کریں اور اس روحانیت کا اثر بہت جلد لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مختصر مدت میں ہزار ہا ہزار عوام و خواص نے آپ کے دامن فیض سے وابستہ ہوکر اپنی آخرت بنالی راہ ہدایت پر گامزن ہوگئے۔ شاہ سید احمدؒ تکیہ دار کے پاس 7 سال کا جنگی فوجی تجربہ تھا جو انھوں نے نواب امیر خان کے لشکر میں رہ کر حاصل کیا تھا۔

1818ء میں سرپرست اعلیٰ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے شاہ سید احمد شہیدؒ تکیہ دار کی قیادت میں 50 افراد پر مشتمل دردمندانِ قوم و ملک کا قافلہ دلّی سے روانہ ہوگیا۔ لیکن روانگی سے قبل عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی سیاہ دستار اور سفید استعمال شدہ کرتا اپنے دست مبارک سے قائد ملت قائد حریت خادمِ قوم شاہ سید احمد شہیدؒ تکیہ دار کو پہنچایا۔

دہلی سے غازی آباد، مرادنگر، میرٹھ، سردھنہ، بڑھانہ، پھلت، مظفر نگر، دیو بند، سہارانپور، گڑھ مکتیشور، مراد آباد، شاہجہاں پور ہوتے ہوئے اپنے اصلی آبائی وطن خاندانی خانقاہ تکیہ شاہ علم اللہ پہنچ کر چند ماہ قیام کیا پھر آپ الہ آباد، کانپور، بنارس، سلطان پور تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً 3 ماہ لکھنوں میں قیام فرمایا۔ گھوم گھوم کر جہاد فی سبیل اللہ کی روح پھونک دی۔

1819ء میں مئی یا جون میں شاہ سید احمد شہیدؒ تکیہ دار اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ خانقاہ سے آخری ملاقات کی۔

1822ء میں مقدس فریضہ حج کے لیے روانہ ہوگئے۔ 29 اپریل 1824 کو حج کر وطن واپس آگئے۔ آج کے اہلحدیث ہندوستان کے اسٹیجوں پر اپنی تقریر میں کھلے عام شاہ سید احمد شہیدؒ تکیہ دار کو "وہابی" اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے زیر اثر بتا کر فالور تسلیم کرنے کرانے میں لگے ہوئے ہیں جو ایک سچ جھوٹ پر مبنیٰ ہے۔ جب شاہ ولی محدث دہلویؒ حج پر تشریف لے گئے تھے اس وقت محمد بن عبدالوہاب نجد طفل مکتب تھا "یعنی کم عمر بچہ تھا" اور جب شاہ سید احمد شہیدؒ تکیہ دار 1822ء میں مقدس فریضہ حج ادا کرنے گئے تھے تو محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ اس کے بہت پہلے ہی 1792 کو 30 سال پہلے وفات پا چکے تھے۔ سچائی یہ ہے کہ محمد عبدالوہاب نجدی نہ ہی شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے ملاقات ہوئی اور نہ شاہ سید احمد شہیدؒ تکیہ دار سے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ملاقات ہوئی نہ ہی نجودیوں کی نہ ہی وہابیوں کی کسی قسم کی تحریک ہندوستان میں رہی، نہ چلی تھی۔ بلکہ آج کے اہل حدیث ہندوستان میں اور علمائے دیوبند کے درمیان سخت اختلافات موجود ہیں۔ کبھی بھی اہل حدیثوں کا زور نہیں تھا نہ ہی کوئی اہلحدیث کی تحریک تھی بلکہ دیوبندی کو ہی آج تک اہلحدیث سمجھا جاتا تھا اور دیوبندیوں کو ہی وہابی کہا جاتا تھا۔ اس کی کئی وجوہات ہیں اتنا سمجھنا کافی ہے 1963ء میں دارالسلفیہ کی بنیاد رکھی گئی تھی یہ سلفی اپنے آپ کو اہلحدیث سے منسوب کرنے لگے ہیں۔

6 مئی 1824ء کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا تقریباً 80 سال کی عمر میں وصال ہوگیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کے گدی جانشینی خانقاہ دلی کی سعادت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کو حاصل ہوئی۔

17 جنوری 1826ء کو آپ یعنی شاہ سید احمد شہیدؒ تکیہد ار خانقاہ شاہ علم اللہ رائے بریلی مرکز سے جہاد کے لیے روانہ ہوئے۔ پنجاب میں سکھوں کی حکومت جو انگریزوں کی حلیف و مددگار تھی، اپنی مسلم رعایا پر ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔

21 دسمبر 1826ء کو انگریزوں اور سکھوں کی فوج سے شاہ سید احمد شہیدؒ تکیہ دار سے جنگ ہوگئی۔ جنگ میں سکھوں اور انگریزوں کی شکست ہوگئی۔ شاہ سید احمد شہیدؒ تکیہ دار کے مجاہدوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اس پورے علاقے میں شاہ سید احمد شہیدؒ کے مجاہدوں کی قوت و بہادری کے چاروں طرف چرچے عام پھیلے ہوئے تھے۔ خانقاہی تکیہ دار شاہ علم اللہ کے شاہ سید احمد شہیدؒ تکیہ دار نے پورے ہندوستان کے راجاؤں کے نوابوں اور جاگیردار زمینداروں کے نام لکھا اور انگریزی انگریزوں کی شیطان چال سے آگاہ کیا حتی کہ راجہ رنجیب سنگھ کو

Scanned with CamScanner

بھی خط لکھ کر خطے سے آگاہ کیا کہ انگریز تمہیں بھی کسی لائق نہیں چھوڑیں گے۔ آپ ہمارا ساتھ دیں اور ہمارے رفیق بن جاؤ دشمن کے خلاف جہاد کرکے ہم ملک آپ کے حوالے کردیں گے لیکن بدنصیب راجہ رنجیت سنگھ کو یہ دعوت منظور نہ تھی اور لڑائی پر کمر باندھا۔

بعد کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں نے سکھوں کو بے دخل کر اپنی حکومت میں پنجاب کو شامل کرلیا۔ 1826ء دسمبر میں جنگ جیتنے کے بعد اپنے زیر اثر علاقے میں 10 جنوری 1827ء کو عارضی حکومت قائم کردی اور قصبات میں اپنے عمال و مبلغین مقرر فرما دیئے۔ دور دراز علاقوں میں چھوٹے چھوٹے مراکز قائم کردیئے تاکہ جہاد کے لیے سامان رسد مہیا ہوتا رہے اور مجاہدوں کی تشکیل کی جاتی رہی۔ دہلی کے خانقاہی مرکز کے گدی نشین مولانا محمد اسحٰق صاحبؒ سے برابر تحریک جاری رکھنے کے لیے مالیات و رسد کی فراہمی کا کام انجام دیتے رہے۔ شاہ سید احمد شہیدؒ تکیہ دار خانقاہی کے ساتھی مولانا علی رراپموریؒ، مولانا ولایت علی صاحبؒ، مولانا عنایت علی صاحبؒ، مولانا محمد قاسم پانی پتیؒ اور مولانا سید اولاد حسین قنوجیؒ بالترتیب مدراس، حیدر آباد، بنگال، بمبئی، یوپی میں تبلیغ و تنظیم کے لیے قاصد روانہ کیے گئے تاکہ ان مراکزوں سے مالیات فراہم ہوتا رہے اور مجاہدین کی بھی تشکیل ہوتی رہے۔

مسلمان غداروں نے ملت اسلامیہ کو بہت ہی سخت نقصان پہنچایا ''سیدو'' کے میدان میں سکھوں اور انگریزوں کی فوج کا مقابلہ میں تکیہ دار سید احمد شہیدؒ کے مجاہدوں سے ہوا معرکہ کار زار میں جیسے ہی تکیہ دار سید احمد شہیدؒ کو فتح کی کامیابی ملنے ہی والی تھی کہ پشاور کے حاکم یار محمد خان نے اسی رات غداری کرتے ہوئے تکیہ دار سید احمد شہیدؒ کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ زہر نے جب اپنا کمال دکھایا تو تکیہ دار سید احمد شہیدؒ کی حالت خراب ہوگئی لیکن میدانِ جنگ میں تکیہ دار سید احمد شہیدؒ ہاتھی پر سوار ہوکر مجاہدوں کا حوصلہ بڑھا رہے۔

تکیہ دار سید احمد شہیدؒ کی قیادت میں مجاہدوں کی ایک لاکھ فوج لڑ رہی تھی۔ مجاہدوں کی فوج کو فتح ملنے ہی والی تھی کہ عین وقت پر پشاور کے حکمران و حاکم یار محمد خان اپنے فوجی اور اسلحوں کو لے کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا اور فتح کو شکست میں بدل دیا اور تمام مجاہدین کا لشکر اپنی اپنی جان بچا کر بھاگ نکلنے پر مجبور ہوگئے۔ ایک گاؤں میں تکیہ دار سید احمد شہیدؒ کو مجبوراً پناہ لینی پڑی۔

تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ نے اب فیصلہ کرلیا کہ سب سے پہلے غداروں کو سبق سکھانے کے لیے کر کس لی اور ''ہنڈ'' کے حکمران سردار ولی خان ولی پر حملہ کردیا مقابلہ سخت ہوا لیکن تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ کے مجاہدوں کی فتح ہوگئی۔ سردار ولی خان ولی کو شکست دینے کے بعد ''ہنڈ'' پر مکمل قبضہ تکیہ دار سید احمد شہیدؒ کا

ہوگیا۔

1829ء کو پشاور کے حکمران محمد خان پر تکیہ دار سید احمد شہیدؒ نے حملہ کیا یہی وہ غدار یار محمد خان جو ''سیدو کے میدانِ جنگ'' میں سکھوں اور انگریزوں کے مقابلے میں تکیہ دار سید احمد شہیدؒ کے ساتھ غداری کرکے بھاگ نکلا تھا اور جنگ میں سید احمد شہیدؒ کو شکست ہوگئی تھی اور اسی دھوکے باز نے تکیہ دار سید احمد شہیدؒ کو کھانے میں یار محمد خان نے زہر دے کر جان سے مارنے کی کوشش بھی کرچکا تھا۔ آج 1829ء کو تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ کے مجاہدوں کے ہاتھوں اپنی حکومت گنوا بیٹھا تھا۔

پشاور کا حکمراں یار محمد خان میدانِ جنگ میں تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ کے ہاتھوں شکست کھا جانے کے بعد راجہ رنجیت سنگھ کی حکومت اور ان کے امراء اور سرداروں نے سید احمد شہیدؒ سے اپنے لیے خطرہ محسوس کرنے لگے جو ان کو موت کا پیغام دے رہی تھی۔ راجہ رنجیت سنگھ اپنے لیے خطرہ محسوس کرتے ہوئے اپنی حکومت بچانے کے لیے تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔

تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ سے شکست کھا جانے کے بعد تمام مسلمان غداروں نے سکھوں اور انگریزوں سے مل کر مشترکہ ایک ساتھ مل کر مجاہدوں کے خلاف سازش میں برابر شریک تھے۔ مجاہدوں کی طاقت چھوٹے بڑے زمیندار اور جاگیردار تھے اگر یہی لوگ ساتھ چھوڑ دیں تو تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ کی فوجی طاقت وقوت ختم ہوجائے گی۔ مذہبی اعتبار سے کون سی شئے مسلمانوں میں نفرت پھیلا سکتی اس کی کھوج نکالا گیا وہ شئے تھی لفظ ''وہابی'' جس سے پورے ہندوستانی مسلمان نفرت کرتے تھے بس کیا تھا مسلمان غداروں، سکھوں اور انگریزوں نے مل کر تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ کی تحریک کو وہابی تحریک سے جوڑ دیا اور عوام میں جھوٹا وہابیت کا ڈنکہ بجوا دیا کہ یہ تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ کے مجاہدوں کی تحریک دراصل میں وہابی تحریک ہے جو تشدد آمیزی کے لیے اس وقت پوری دنیا میں بدنام تھی اور ہندوستانی مسلمانوں میں وہابی اور نجدیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ نجدیوں سے وہابیوں سے ہر ہندوستانی مسلمان سخت نفرت کرتے تھے۔

تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ کی تحریک آزادی کو مسلمان غداروں، سکھوں اور انگریزوں نے ''وہابی'' تحریک سے جوڑ کر عوام کے درمیان افواہ پھیلا دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرحدی علاقے کے پٹھانوں نے تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ کے خلاف ہوگئے اور ''وہابی'' کے نام پر نفرت کا ماحول ایسا گرم ہوگیا کہ نفرت ہی نفرت کا سیلاب بڑھنے لگا۔ اس طرح چاروں طرف سے نفرت ہی نفرت کا گھیرا شاہ سید احمد شہیدؒ کے خلاف تنگ ہونے لگا۔ وہابیت کے نام پر سرحدی پٹھان سرداروں نے سینکڑوں مجاہدین کو مقامی لوگوں نے وہابیت

Scanned with CamScanner

کے نام پر نہایت بے دردی سے تہہ تیغ کر قتل کردیا گیا۔ مسلمان غداروں، سکھوں اور انگریزوں نے نجدی وہابیت کی تحریک کی افواہ زوروں سے پھیلایا کہ تکیہ دار خانقاہی شاہ سید احمد شہیدؒ کی بچھائی گئی تحریک آزادی کی ساری بساط الٹ گئی اور وہابیت کے نام پر 4000 تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ کے مجاہدوں متوالوں کو راتوں رات قتل کردیا گیا۔

تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ وہابیت کے نفرت کی آندھی سونگھ چکے تھے جس میں خطرے کی بو آنے لگی تھی کہ مفاد پرست غدار مسلمانوں پر بھروسہ کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا لہٰذا ''پنجتار'' سے نکل کر سندھ میں آکر ایک دوسرا مرکز مجاہدین وطن کے لیے قائم کیا۔

1831ء 7 مئی کو مجاہدوں کے لشکر بلاکوٹ پہنچ گیا۔ راجہ رنجیت سنگھ کا بیٹا شیر سنگھ بالاکوٹ سے چند میل کے فاصلے پر 20 ہزار کے لشکر کے ساتھ مقیم تھا۔ مسلمان غداروں، امراء، سکھوں اور انگریزوں نے ملک کر کوشش کی تھی کہ تکیہ دار ں قاہی شاہ سید احمد شہیدؒ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کردیا جائے تاکہ پھر آئندہ کسی حکومت کے لیے کوئی خطرہ نہ رہے۔ چنانچہ اس طرح غدار وطن نے انگریزوں سے مل کر راتوں رات تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ کے مجاہدوں پر اچانک حملہ کردیا۔ تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ، حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے مجاہدوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا لیکن دشمن کی کثرت اور پہلے سے باقاعدہ تیار فوج نے مجاہدوں پر حملہ کیا کہ بروز جمعہ 7 مئی کو دس گیارہ بجے تک تکیہ دار شاہ سید احمد شہیدؒ اور خانقاہی حضرت شاہ اسماعیل شہید کے ساتھ 300 مجاہدین وطن کو مسلم غداروں، سکھوں اور انگریزوں نے مل کر شہید کر ڈالا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون. اس طرح ایک اور تکیہ دار خانقاہی مولانا شاہ سید احمد شہیدؒ دین اسلام اور مادر وطن پر شہید ہوگئے اور بعد میں ان کے بعض خلفاء نے جہاد کو جاری رکھا۔

1837ء میں اکبر شاہ ثانی کی موت ہوگئی اور ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر ایک لاکھ روپے کی پنشن اور انگریز کمپنی کے رحم وکرم پر لال قلعے کے بادشاہ ہوئے۔

بہادر شاہ ظفر کی پیدائش 1775ء میں اکبر بادشاہ کی ایک ہندو بیگم لال بائی کے بطن سے ہوئی تھی۔ اکبر شاہ کی دیگر بیگمات سے 11 بیٹے اور 6 بیٹیاں تھیں۔ بہادر شاہ ظفر ان سب سے بڑے تھے ان سب میں بڑے تھے۔ یہ نہایت بلند کردار، راست گو، سنجیدہ اور بردبار شہزادے تھے۔ علم و ادب اور شعر وسخن سے بے حد لگاؤ تھا۔ بہادر شاہ ظفر کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے بڑے سلیقے کے ساتھ اس قلیل پنشن اور برائے نام آمدنی پر لال قلعے کی شاہانہ روایات اور رکھ رکھاؤ کو قائم رکھنے کی کوشش کی۔ اقتصادی اور خانگی

الجھنوں میں مبتلا ہوکر بھی انھوں نے دہلی کی اس آخری شمع کو روشن رکھا جو مغل سلطنت کے مٹ جانے کے باوجود اوردو زبان و ادب کے ایوان کو دائمی اجالا ثابت ہوئی۔

حیرتناک امر ہے کہ قلعہ معلّٰی کا یہی آخری دور اردو شعر و ادب کی اس زریں تاریخ کا گواہ بنا جب بہادر شاہ ظفر کا دربار غالب، ذوق، مومن، سیفتہ، صہبائی، مجروح، تفتہ اور آرزو جیسے عہد ساز شعراء سے جگمگا رہا تھا۔ خاقانی ہند ذوق بادشاہ کے استاد تھے، نجم الدولہ نظام جنگ کے خطابات سے آراستہ مرزا نوشہ تاریخ سلاطین تیموریہ قلمبند کررہے تھے۔ دہلی کاملین علم و ہند، رؤساء، نجباء، تجار، صنعت کاروں اور ہنرمندوں کا بظاہر خوشحال شہر تھا۔ عوام وخواص کی زندگی امن وسکون میں گزر رہی تھیں، لیکن انگریزوں کی ہندوستان کو پوری طرح غلامی کے شکنجے میں جکڑ لینے کی کوششیں، عوام پر مظالم، نا انصافیاں، چھوٹی بڑی ریاستوں پر سازشی چیرہ دستیاں، ہندوستانیوں کی صنعت و حرفت، تجارت یہاں تک کہ تہذیبی و مذہبی شناخت کو ختم کردینے اور برصغیر کو مکمل عیسائی مملکت میں تبدیل کرنے کی کاوشوں نے اس سرزمین کو اندر ہی اندر سلگتے ہوئے آتش فشاں میں تبدیل کردیا تھا۔

بہادر شاہ ظفر کثیر العیال تھے ان کی متعدد بیگمات سے 61 بیٹے اور 21 بیٹیاں ہوئیں۔ شہزادوں میں مرزا سلیمان شکوہ کی دختر ذکیہ سلطانہ کے بطن سے تھے۔ مرزا غلام فخر الدین عرف مرزا ابونصر بلاقی شاہ مرزا مہدی، مرزا خضر سلطان اور مرزا جواں بخت اہمیت کے حامل ہیں۔ جواں بخت سب سے چھوٹی ملکہ زینت محل کے فرزند تھے۔ زینت محل سے بہادر شاہ ظفر نے 1840 میں شادی کی تھی اس وقت بادشاہ کی عمر 65 برس کی تھی جبکہ زینت محل صرف 19 سال کی تھیں۔ شہزادہ جواں بخت نکاح کے ایک سال بعد پیدا ہوا تھا۔

بہادر شاہ ظفر 1837ء میں بادشاہ بنتے ہی اپنے بڑے بیٹے مرزا دار بخش کو ولی عہد نامزد کیا تھا لیکن 1839ء میں دار بخش کی موت ہوگئی۔ اس کے بعد بہادر شاہ ظفر نے بیگم زینت محل کے بیٹے جواں بخت کو ولی عہد نامزد کرنا چاہا لیکن انگریز زینت محل کی لیاقت اور ذہانت سے واقف تھے انھیں اس خاتون اور اس کے ہونہار بیٹے سے اندیشہ تھا انھوں نے جواں بخت کی ولی عہدی کو تسلیم نہیں کیا۔

1857ء کے واقعات نے ثابت کردیا کہ ملکہ زینت محل کس قدر باصلاحیت اور باہمت خاتون تھیں۔ اس بات کے دستاویزی شواہد موجود ہیں کہ انگریز اس زمانہ میں برائے نام بادشاہت کو بھی پوری طرح ختم کرنا چاہتے تھے۔ اس سازش کے تحت خفیہ طور پر گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی نے شہزادہ مرزا فخرو سے یہ عہد نامہ لکھوا لیا کہ اگر اسے ولی عہد بنایا گیا تو تخت نشین ہوتے ہی لال قلعہ کمپنی کے حوالے کردو گے۔ انگریز جہاں چاہیں

Scanned with CamScanner

گے رہائش اختیار کرے گا۔ انگریزوں نے بہادر شاہ کی رضا مندی کے بغیر مرزا فخرو کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔

لیکن 1854ء میں مرزا فخرو کی بھی موت ہوگئی۔ اس وقت بہادر شاہ کے 9 بیٹے زندہ تھے جن میں جواں بخت سب سے زیادہ لائق سمجھا جاتا تھا۔ بادشاہ نے جواں بخت کو ولی عہد بنانے کے لیے کمپنی کو خط لکھا لیکن لارڈ ڈلہوزی نے شہزادہ کویاش سے سازشاً لکھوا لیا کہ ولی عہد بننے کے بعد اسے بادشاہ کے بجائے '' پرنس'' کہا جائے گا۔ دہلی کا لال قلعہ خالی کرنا ہوگا اور ایک لاکھ روپیہ ماہور کے بجائے صرف 15 ہزار روپیہ پنشن ملے گا۔ یہ 1856ء کا واقعہ ہے اس کے ایک سال بعد ہی جنگ آزادی کا طوفان برپا ہوگیا۔

اور پھر وہ دن آگیا جب 82 سالہ ضعیف اور کمزور انسان کو وقت کے طاقتور ہاتھوں نے عظیم ہندوستان کی '' دوسری جنگ آزادی'' کی کمان سنبھالنے پر آمادہ کیا اور اس کے بعد ہندوستانی قوم کی بے مثال حریت اور عظیم قربانیوں کے ساتھ حملہ اور انگریزوں کی بربریت اور حیوانیت کی خونیں داستاں لوح جہاں پر ثبت ہوگئی جس کا عنوان تھا بہادر شاہ ظفر۔

کارتوس میں گائے و سور کی چربی کا استعمال:

اس خوں آشام کہانی کا آغاز 6 مئی 1857ء کو میرٹھ میں واقع انگریزوں کی فوجی چھاؤنی سے ہوا جہاں 90 ہندوستانی سپاہیوں کی ایک کمپنی کو ایسے کارتوس دیے گئے جن کو دانت سے کاٹنا پڑتا تھا۔ مشہور تھا ان میں گائے اور سور کی چربی لگی ہوئی ہے۔ 90 میں 85 سپاہیوں نے کارتوس لینے سے انکار کر دیا۔ ان سپاہیوں کا فوراً کورٹ مارشل ہوا۔ انھیں دس دس سال کی سزا دی گئی۔

ہندوستانی فوجیوں پر انگریزوں کی اس زیادتی کا شدید ردِعمل ہوا اور بغاوت کے خوفناک شعلے بھڑک اٹھے۔ 1857ء، 10 مئی کو باغی فوجیوں اور مسلح شہریوں نے انگریزوں پر حملہ کر دیا۔ جس قدر بھی انگریز وہاں تھے سبھی کو قتل کر دیا گیا۔ باغی سپاہیوں نے جیل توڑ کر اپنے ساتھیوں کو آزاد کرالیا۔ سرکاری دفتر جلا دیے گئے، ٹیلی گراف کے تار کاٹ دیے گئے، ریلوے لائن پر انقلابیوں کا قبضہ ہوگیا۔ ہر طرف آوازیں گونج رہی تھیں '' فرنگیوں کو مارو مارو'' 10 مئی کی رات کو ہی انقلابیوں کی یہ فوج دہلی روانہ ہوگئی۔ 2 ہزار مسلح سوار 11 مئی کی صبح آٹھ بجے دہلی پہنچ گئے۔

معتبر مورخین کے مطابق میرٹھ کی یہ بغاوت فوری ردِعمل کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ میرٹھ سے لے کر دہلی تک

حریت پسندوں کا طے شدہ منصوبہ تھا جس کے لیے 31 مئی کی تاریخ مقرر تھی لیکن سپاہیوں کے کورٹ مارشل کے بعد حالات اس طرح بگڑے کہ ہندوستانی سپاہی 31 تاریخ کا انتظار نہیں کر سکے۔ اس بغاوت کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دہلی کے انگریزوں کو اس کا علم نہیں تھا جبکہ وہاں موجود انقلابیوں کو یہ خبر مل چکی تھی۔ دہلی میں کمپنی کی فوج کا انگریز کرنل ریپلے کو خبر ملتے ہیں 54 نمبر کی دیسی پلاٹون کے ساتھ میرٹھ کے باغیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جمنا کے کنارے پہنچا۔ باغی فوج بہادر شاہ زندہ باد کے نعرے لگا رہی تھی۔

دہلی کے دیسی سپاہی بجائے مقابلہ کرنے کے اپنے میرٹھ کے بھائیوں سے گلے ملنے لگے۔ کرنل یہ منظر دیکھ کر حواسہ باختہ ہوکر بھاگنے لگا لیکن اسے وہیں ختم کر دیا گیا۔ انقلابیوں کی یہ فوج ظفر موج کشمیری دروازے سے شہر میں داخل ہوئی۔ دریا گنج میں انگریزوں کے تمام بنگلے جلا دیئے گئے۔ دہلی کی فوج کے تمام افسران کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا دہلی کے قلعے پر انقلابیوں کا قبضہ ہوگیا۔ باغی یا انقلابی جو اپنے سر پر کفن باندھ کر نکلے تھے اب اس بوڑھے بادشاہ کے سامنے کھڑے تھے یہ مغلیہ سلطنت کے اقبال اور اپنے بادشاہ سے روحانی عقیدت کا عملی نظارہ تھا کہ ہزاروں ہندو مسلمان سرفروش اپنے شہنشاہ سے قیادت اور سربراہی کی درخواست کر رہے تھے۔ اس وقت کے عینی شاہد بہادر شاہ ظفر کے خصوصی ملازم اور استاد ذوق کے فرزند مظہر دہلوی کے مطابق سواران باغیہ نے عرض کیا '' حضور جہاں پناہ آپ دین دنیا کے بادشاہ ہیں حق تعالیٰ نے آپ کو 22 صوبوں کا مالک کیا ہے۔ تمام ہندوستان آپ کا محکوم و فرمانبردار ہے۔ ہندوستان کی رعیت آپ کی رعیت میں شمار ہوتی ہے ہم لوگ آپ کے پاس فریادی آئے ہیں امیدوار انصاف ہیں۔'' بہادر شاہ ظفر نے جواب کہا '' سنو بھائی ! مجھے بادشاہ کون کہتا ہے۔ میں تو فقیر ہوں، ایک تکیہ بنائے اپنے اولاد کو لیے بیٹھا ہوں میں تو ایک گوشہ نشین آدمی ہوں کیوں مجھے ستانے آئے ہو، میرے پاس خزانہ نہیں ہے کہ میں تم کو تنخواہ دوں گا۔ فوج نہیں کہ تمہاری امداد کروں گا۔ ملک نہیں کہ تحصیل کرکے تمہیں نوکر رکھوں گا۔'' (طراز ظہیری غدر) داستان غدر مصنف کا بیان ہے کہ باغیوں نے بادشاہ سے کہا ہم لوگ ہندوستان بھر کے انگریزوں کے خزانے لاکر آپ کے قدموں میں ڈال دیں گے۔

1857ء اور اس کے بعد انگریزوں کی سازش کے تحت یا حکومت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسی باتیں لکھی گئی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بہادر شاہ ظفر کو باغیوں نے زبردستی انقلاب کی قیادت کے لیے تیار کیا ورنہ وہ ہرگز اس کے لیے تیار نہ تھے۔ اگر وہ واقعی ایسا چاہتے تو وہ انقلابیوں کو دھوکہ دے کر انگریزوں کی پناہ میں چلے جاتے۔ حق تو یہ ہے کہ بقول پنڈت سندر لعل بوڑھے بادشاہ نے جنگ آزادی کی قیادت

Scanned with CamScanner

قبول کرلی اور قلعہ معلیٰ کے در و دیوار بادشاہ سلامت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھے۔ بادشاہ کو 21 توپوں کی سلامی دی گئی۔ دہلی کے ہزاروں شہری انقلابیوں کے ساتھ مل گئے جو انگریز جہاں ملا وہیں جہنم رسید کردیا گیا۔ دہلی کے مسلمان میرٹھ سے آئے مجاہدین کے ساتھ ہوگئے۔ ہندو جگہ جگہ اپنی لٹیاں لیے انقلابیوں کو شربت پلانے لگے۔ انگریزی بینک پر قبضہ کرلیا گیا اور انگریزوں کی بہت سی عمارتوں کو مسمار کردیا گیا۔
(بھارت میں انگریزی راج)

اس وقت شہر میں انگریزی فوجی باقی نہیں تھے۔ قلعے کے قریب انگریزوں کا میگزین تھا جس میں گولہ بارود کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ انقلابیوں کی فوج میگزین کے قریب پہنچی اور میگزین کے انگریز افسر لیفٹیننٹ دلوبی کو حکم دیا۔ سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر بادشاہ دہلی کے حکم سے میگزین ہمارے سپرد کردو۔ اس وقت کچھ انگریز اور ہندوستانی تھے جنھوں نے لال قلعہ پر سبز پرچم لہراتے دیکھا تو بھاگ بھاگ کر انقلابیوں سے جاملے۔ یہ سبز پرچم ہی 1857ء کی جنگ آزادی میں پورے ملک کے مجاہدین کا نشان تھا۔ میگزین کے 9 انگریز محافظوں نے پہلے تو پوری طاقت سے مزاحمت کی لیکن پھر انھوں نے بارود میں آگ لگا دی۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا، 9 انگریز، 25 ہندوستانی سپاہی اور آس پاس واقع مکانات کے 300 سے زائد نفوس اس قیامت خیز دھماکے میں جاں بحق ہوگئے تھے۔ وہاں جمع بندوقیں مجاہدین کے ہاتھ آگئیں۔ ایک ایک سپاہی کے پاس کئی کئی بندوقیں ہوگئیں۔ چھاونی کے تمام انگریز قتل کردیئے گئے۔ دہلی میں انگریزوں کا یہ قتل عام 16 مئی تک جاری رہا۔ سینکڑوں انگریز جانیں بچا کر شہر سے بھاگ گئے۔ بعض چہروں پر سیاہی پوت کر فقیروں کے لباس میں رہے تھے ان میں سے بہت سے راستوں کی سختی اور گرمی سے مر گئے اکثر انگریزوں کو آس پاس کے گاؤں والوں نے مار ڈالا لیکن کچھ رحم دل ہندوستانیوں نے انگریزوں کو پناہ بھی دی اور مرنے سے بچایا۔

16 مئی 1857ء کو ہندوستان کا قدیم دارالسلطنت دہلی کمپنی کے قبضے سے آزاد ہوگیا اور بہادر شاہ ظفر ملک کے شہنشاہ بن گئے۔ بادشاہ نے شہزادہ مرزا مغل کو مجاہدین کی فوج کا کمانڈر انچیف مقرر کیا اور مرزا جواں بخت کو وزیر اعظم نامزد کیا۔ شہر کے نظم ونسق قیام امن اور انتظامی امور کے لیے شاہی عہدیدار مقرر کیے۔ بہادر شاہ ظفر کی شخصیت خواہ کتنی ہی کمزور رہی ہو لیکن وہ ہندوستان کی قدیم گنگا جمنی تہذیب کے علمبردار تھے۔ ان کی نگاہ میں ہندو مسلمان میں کوئی فرق نہیں تھا۔ احترام کل مذاہب ان کی شاعرانہ فطرت کا خاصہ تھا۔ دہلی کی بڑی رام لیلا اور پھول والوں کی امیر جیسا سیکولر عوامی میلہ ان ہی کی یادگار ہے۔ دہلی پر قبضے کے بعد بہادر شاہ ظفر کے شاہی اعلانات میں سب سے تاریخ ساز اعلان یہ تھا کہ شہر میں گئوکشی قطعی ممنوع قرار دی

گئی۔ مجرموں کے لیے عبرتناک سزا مقرر کی گئی۔ بہادر شاہ ظفر نے مجاہدین آزادی کے نام اپنے شاہی پیغام میں کہا تھا :

"ہندوستان کے ہندوؤ اور مسلمانو اٹھو، بیدار ہو، خدا نے جتنی برکتیں انسان کو عطا کی ہیں ان میں سب سے عظیم آزادی ہے۔ کیا وہ ظالم قوت جس نے دھوکہ دے کر یہ برکت ہم سے چھین لی ہے۔ کیا اس سے ہمیشہ کے لیے ہمیں محروم رکھ سکے؟ کیا خدا کی مرضی کے خلاف مظالم کا یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ فرنگیوں نے اتنے ظلم کیے ہیں کہ ان کے گناہوں کا پیالہ لبریز ہوگیا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاکیزہ مذہبی عقیدوں پر حملہ کرنے لگے ہیں کیا اب بھی تم خاموش بیٹھے رہو گے؟ خدا اب یہ نہیں چاہتا کہ تم خاموش رہو کیونکہ اس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے دلوں میں انگریزوں کو اپنے ملک سے باہر نکال دینے کی خواہش پیدا کردی ہے۔ خدا کے فضل اور تمہاری ہمت وشجاعت کے طفیل اس ملک میں انگریز کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا۔ ہماری فوج میں اعلیٰ و ادنیٰ کا امتیاز نہیں ہوگا اور سب کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے گا کیونکہ اس جنگ میں اپنے دین و مذہب کی حفاظت کے لیئے جو تلوار اٹھائے گا اجر و ثواب میں سب کے برابر کا شریک ہوگا۔"

مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ بہادر شاہ ظفر کی قیادت کا باقیماندہ ملک میں زبردست اثر ہوا۔ نانا صاحب اور دوسرے انقلابیوں نے بہادر شاہ ظفر کے نام پر ہی ہندوستان کے تمام راجاؤں، نوابوں اور عوام کو انگریزوں کے خلاف جنگ کی ترغیب دی۔ بہادر شاہ ظفر کا پرچم ہی ہندوستانی مجاہدین آزادی کا نشان تھا۔ دہلی کی فتح نے ہرطرف انقلاب برپا کردیا اور الہ آباد، علیگڈھ، مین پوری اٹارہ، نصر آباد وغیرہ سبھی مقامات پر آزادی کا پرچم لہرانے لگا اور فضاؤں میں شہنشاہ بہادر شاہ ظفر زندہ باد کے نعرے گونجنے لگے۔ بریلی میں عظیم مجاہد آزادی خان بہادر خان اور جنرل بخت خان کی قیادت میں روہیل کھنڈ کی آزادی کا اعلان کردیا گیا۔

1857ء کی جنگ آزادی میں بہادر شاہ ظفر کے سپہ سالار جنرل بخت خان روہیلہ کے کارنامہ نہایت نمایاں ہیں۔ بخت خان انگریزوں کی فوج میں ملازم تھے۔ دہلی میں جنگ آزادی کے آغاز کے وقت وہ بریلی چھاؤنی میں توپ خانے کے انچارج تھے لیکن وطن کی آزادی کے جذبے سے سرشار ہوکر خان بہادر خان کے

Scanned with CamScanner

ساتھ ہوگئے۔ خان بہادر نے انھیں مجاہدین کی فوج کا بریگیڈیر مقرر کیا۔ دہلی ان دنوں سخت تباہی کا شکار تھی آزادی کے سپاہی جن کی روزی روٹی کا کوئی انتظام نہیں تھا شہریوں کو لوٹنے لگے۔ اس آڑ میں سماج دشمن عناصر نے بھی فائدہ اٹھایا۔ کئی تذکرہ نویسوں کے مطابق اس لوٹ مار میں خود کئی شہزادے بھی شریک تھے۔ غرضیکہ ہر طرف لا قانونیت کا راج تھا۔ ایسے میں دہلی سے خان بہادر خان کو بھیجے گئے پیغام کے بعد وہاں سے جنرل بخت خان چار لاکھ روپے نقد، توپخانہ اور 14 ہزار روہیلہ سپاہیوں کا بھاری لشکر لے کر دہلی پہنچے۔ دہلی کے شہریوں اور بادشاہ کی طرف سے ان کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ اس وقت دہلی میں مختلف مقامات کے فوجیوں کی آمد سے انتظامیہ بری طرح بگڑا ہوا تھا۔ کمانڈر انچیف مرزا مغل میں فوجی اور تنظیمی سوجھ بوجھ کا فقدان نہ تھا۔ بہادر شاہ ظفر نے اپنے فرزند کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کرکے جنرل بخت خان کو دہلی کی افواج کا کمانڈر انچیف اور گورنر مقرر کردیا۔ بخت خان بہادر اکھڑ فوجی تھے انھوں نے بادشاہ سے کہا اگر کوئی شہزادہ بھی میرے کام میں رخنہ اندازی کرے گا تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔ بادشاہ زیرک اور جہاندیدہ تھے انھوں نے جنرل بخت خان کی شرط کو تسلیم کرلیا۔

بخت خان کے تقرر کا اعلان سارے شہر میں کردیا گیا جنرل بخت خان نے فوری طور پر شہر کا انتظام و انصرام سنبھال لیا۔ جنرل مٹکاف اپنی کتاب Native Narrative میں لکھا ہے جنرل بخت خان اپنی فوج کو 6 ماہ کی تنخواہ پیشگی عطا کردی تھی تب دہلی آئے تھے۔ انھوں نے شہر میں امن و امان قائم کیا اور اعلان کرایا کہ کوئی بھی شہری گھر سے نکلتے وقت غیر مسلح نہ دکھائی دے جن کے پاس ہتھیار نہیں تھے انھیں مفت فراہم کیے گئے تھے۔ اس کے بعد شہر میں لوٹ مار بند ہوگئی اگر کوئی کسی سے چیز قیمت ادا کیے بغیر لیتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا۔

انگریزوں کے آزمودہ کار فوجی افسران اور سپاہی پنجاب سے آکر کمپنی کی فوج میں شامل ہورہے تھے پھر بھی انگریز جنرل برنارڈ کو انقلابی فوج پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہورہی تھی لیکن 4 جولائی کو جنرل بخت خان نے انگریزوں پر حملہ کردیا۔ دونوں جانب سے گولہ باری اور جھڑپیں جاری رہیں۔ کمپنی کی افواج کو دہلی کی دیواروں کے قریب پڑاؤ ڈالے ایک مہینہ سے زیادہ وقت ہوچکا تھا۔ انگریزوں کا خیال تھا کہ وہ بہت جلد دہلی پر قبضہ کرلیں گے لیکن یہ ممکن نہیں ہوا۔ اسی دوران کمانڈر برنارڈ ہیضے سے مرگیا۔ اس کے بعد جنرل ریڈ نے کمان سنبھالی لیکن جنرل بخت خان کی فوج انگریزوں پر مسلسل حملے کرتی رہی۔ 9 جولائی کو بخت خان نے زبردست حملہ کیا جس میں انگریزوں کا بہت جانی نقصان ہوا کئی انگریز سپاہی غم و غصہ سے پاگل ہوگئے اور

انھوں نے ہندوستانیوں سے اپنی نفرت کا اظہار اپنے ہی کالے ملازموں کو موت کے گھاٹ اتار کرکیا۔

جنرل ریڈ اس حملے سے اس قدر سراسیمہ ہوگیا کہ استعفیٰ دے کر شملہ بھاگ گیا لیکن اس طویل محاصرے میں انگریزوں کی فوج کو شہر میں داخل ہونے کی ہمت نہیں ہوتی تھی تو انقلابی فوج نے بھی یہ کوشش نہیں کی کہ فصیل سے بہار نکل کر انگریزی فوج کا قلع قمع کردے۔ شہر میں آزادی کے سپاہیوں کی بھاری تعداد اور سامان جنگ موجود تھا لیکن سب س سے بڑی کمی نظم و ضبط کی تھی۔ انقلابیوں میں کوئی ایسا قائد نہیں تھا جو ان سب کو ساتھ لے کر فیصلہ کن جنگ میں آگے بڑھ سکے شہزادہ مرزا مغل نا اہل ثابت ہوچکا تھا لیکن اس کے ہمنوا فوج میں موجود تھے۔ جنھیں شہزادہ کی شہ حاصل تھی جو جنرل بخت خان کو اپنا سپہ سالار تسلیم نہیں کرتے تھے جبکہ صرف وہی ایک قائد تھے جو درحقیقت جنگ کو جیتنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ بادشاہ شہزادوں اور ان کے وفاداروں کی طرف سے بے حد فکر مند تھے انھوں نے کئی بار لوگوں کو سمجھانے کی کوشش بھی کی لیکن بے سود رہی۔

جنرل بخت خان کی حکم عدولی تعصب، انا کی من مانی اور شہر و دربار میں موجود انگریزوں کے جاسوسوں نے جنگ آزادی کی دوسری لڑائی کی کمر توڑ دی۔ خود بادشاہ کا مقرب اور طبیب احسن اللہ خان اور مرزا الٰہی بخش لمحہ لمحہ کی اندرونی خبریں انگریزوں کو پہنچاتے رہتے تھے۔ اس وقت دہلی میں طاقتور اور با اثر فوجی قیادت کی ضرورت تھی۔ شہر میں 50 ہزار کے قریب فوج تھی جو اگر باہر نکل کر انگریزوں سے بھڑ جاتی تو لڑائی کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ بادشاہ بہادر شاہ ظفر نے حالات کو سنبھالنے کے لیے جے پور، جودھپور اور الور وغیرہ ریاستوں کو پیغام بھیجا۔

''میری دلی خواہش ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو فرنگیوں کو ہندوستان سے باہر نکال دیا جائے اور ہندوستان آزاد ہوجائے لیکن اس مقصد کی تکمیل کے لیے جو انقلابی جنگ شروع کی گئی ہے وہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک کوئی ایسا شخص جو اس تحریک کی قیادت سنبھال سکے اور جو قوم کی مختلف طاقتوں کو متحد کرکے صحیح جہت میں آگے بڑھا سکے اور جو اپنے تئیں تمام قوم کا نمائندہ کہہ سکے۔ میدان میں آکر اس انقلاب کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لے۔ انگریزوں کو ملک سے نکال باہر کردینے کے بعد اپنے ذاتی فائدے کے لیے ہندوستان پر حکومت کرنے کی ذرا بھی خواہش مجھ میں نہیں ہے۔ اگر آپ سب ملکی راجگان دشمن کے خلاف تلوار کھینچنے

Scanned with CamScanner

کو تیار ہوں تو میں اس بات کے لیے تیار ہوں کہ تمام شاہی اختیارات اور حقوق دیسی راجگان کی کسی تنظیم کو سونپ دوں جسے اس کے لیے منتخب کیا جائے۔

(Native Narraive) "

یہ حسرت آمیز اور جذبات پیغام بہادر شاہ ظفر کے دل میں ملک کی آزادی کے شدید جذبے اور ہندوستانیوں کے تئیں بے پایاں خلوص کا آئینہ تھا لیکن شکوک وشبہات میں گرفتار ان حکمرانوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

دہلی کا محاصرہ جاری تھا پنجاب سے جنرل نکلس کی قیادت میں گورکھوں اور سکھوں کی تازہ دم فوج نے آکر کمپنی کی افواج میں نئی جان ڈال دی لیکن اس کے باوجود اگست کے آخر تک انگریز فصیل تک پہنچنے کی ہمت نہیں کر سکے۔

25 اگست 1857ء کو جنرل بخت خان نے پوری شدت کے ساتھ انگریزی فوج پر دھاوا بولنا چاہا تو دہلی میں اس وقت دو اہم فوجیں تھیں ایک بریلی اور دوسری نیمچ کی۔ بدقسمتی سے ان دونوں فوجوں میں زبردست پھوٹ اور عداوت پیدا ہوگئی۔ جنرل بخت خان نے اس دن انگریزوں کے گڑھ نجف گڑھ پر فیصلہ کن حملے کے لیے کوچ کیا لیکن عین وقت پر نیمچ کے فوجیوں نے جنرل کے احکام ماننے سے انکار کردیا وہ اس مقام پر نہیں رکے جہاں جنرل بخت خان نے رکنے کی ہدایت کی تھی اس طرح وہ لوگ فوج سے الگ ہوگئے۔ یہ خبر پاتے ہی انگریز جنرل نکلسن کی فوج نے نافرمانوں پر حملہ کردیا۔ خوفناک جنگ میں نیمچ کا ایک سپاہی بھی زندہ نہیں بچا۔ انگریز کمپنی کو فتح حاصل ہوگئی اور جنرل بخت خان کو پسپا ہونا پڑا۔

انگریزوں نے اس کے بعد حملوں میں تیزی لائی اور شہر پر زبردست گولہ باری سے کشمیری دروازے ٹوٹ گئے۔

1857ء، 14 ستمبر کو انگریز فوج کا دہلی میں داخلہ ہوا اور مجاہدین اور شہریوں کا قتل عام ہوا دہلی کی تباہی اور ہندوستان کی دوسری جنگ آزادی کی ہار کی ناکامی کی لرزہ خیز داستان ہے جو کہ ہندوستان کے سینے پر کبھی مندمل نہ ہونے والے گہرے زخم کی طرح نقش ہے۔

پناہ

1857ء، 19 ستمبر کی شام کو جب شہر کا بڑا حصہ انگریز کمپنی کے قبضے میں جا چکا تھا 20 ستمبر کو بہادر

شاہ ظفر نے لال قلعہ چھوڑ کر ہمایوں کے مقبرے میں پناہ لی اسی دن جنرل بخت خان بہادر شاہ ظفر سے ہمایوں کے مقبرے میں جا کر ملے۔ شہزادوں کی نا اہلی، جھوٹی انا پرستی، نسلی تفاخر اور بادشاہ کو گھیرے ہوئے حکیم احسن اللہ خان، وزیر محبوب علی خان اور مرزا الٰہی بخش جیسے غداروں نے ان کی ہر کوشش کو ناکام کردیا۔

غدار حکیم احسن اللہ خان :

غدار حکیم احسن خان کے بارے میں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ہی چوڑی دالان میں واقع مجاہدین کے گولہ بارود کے کارخانے میں آگ لگوائی تھی۔ جنرل بخت نے نہ صرف مورچہ پر مردانہ وار دشمن کا مقابلہ کیا بلکہ علامہ فضل حق خیرا بادی اور مقتدر علماء کے ساتھ مل کر لاکھوں لوگوں کے دلوں میں انقلاب اور جہاد کا جذبہ پیدا کیا۔ لیکن جنرل بخت خان جنگ ہار جانے کے بعد ہمت نہیں ہاری۔

جنرل بخت خان نے بادشاہ کو دہلی سے باہر نکل کر محفوظ مورچوں سے جنگ جاری رکھنے کا مشورہ دیا۔ بہادر شاہ ظفر ان سے متفق تھے لیکن غدار مرز الٰہی بخش کو انگریزوں کی ہدایت تھی کہ کسی بھی قیمت پر بادشاہ شہر سے باہر نہ جانے پائیں۔

غدار مرزا الٰہی بخش نے اپنی چرب زبانی سے پٹھان جنرل بخت خان کو مغلوں کا دشمن قرار دیتے ہوئے بادشاہ کو جنرل بخت خان کے ساتھ نہ جانے کے لیے رضا مند کرلیا۔ مرزا الٰہی بخش نے بہادر شاہ ظفر کو روہیلوں اور مغلوں کی دشمنی اور بادشاہ عالم کے ساتھ غلام قادر روہیلہ کے ظالم کی کہانی سنا کر اپنا ناپاک مقصد بالآخر پورا کرلیا لیکن بادشاہ کو اس وقت بھی یہ یقین تھا کہ بخت خان کا مشورہ صائب ہے۔ انھوں نے کہا "بہادر تیری ہر بات کا مجھے یقین ہے لیکن جس کی قوت جواب دے چکی ہے اس لیے اب اپنا معاملہ تقدیر پر چھوڑتا ہوں۔"

مرزا کے دھوکے

دوسری جنگ آزادی کے جنرل بخت خان حسرت و یاس کے عالم میں مقبرے کے مشرقی دروازے سے باہر نکل گئے۔ مرزا الٰہی بخش نے مغربی دروازہ سے باہر جا کر انگریزوں کو اشارہ کیا۔ کپتان ہڈسن نے پچاس سواروں کے ساتھ مقبرے کو گھیر لیا۔ گرفتاری کے لیے آگے بڑھتے ہوئے انگریزوں کی طرف دیکھ کر

Scanned with CamScanner

بادشاہ نے مرزا الٰہی بخش کو گھورتے ہوئے کہا ''تم نے مجھے اس کے ساتھ جانے سے روکا'' غدار مرزا الٰہی بخش گردن جھکائے کھڑا رہا۔

بادشاہ بہادر شاہ ظفر نے اس وقت بھی ارادہ کیا کہ کسی کو بھیج کر جنرل بخت خان کو واپس بلالیں لیکن وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ انگریز کپتان ہڈسن نے بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کرلیا۔ شہزادوں میں مرزا مغل، مرزا خضر سلطان اور پوتا مرزا ابوبکر مقبرے میں چھپ گئے تھے۔ مرزا الٰہی بخش نے ان کی نشاندہی کرکے گرفتار کروایا۔ انگریز کپتان ہڈسن نے ان تینوں کو دہلی دروازے کے پاس لاکر گولیوں سے چھلنی کردیا۔ لاشیں خونی دروازے پر لٹکا دیں اور ان کے سر کاٹ کر ظالم کپتان ہڈسن نے بادشاہ کو پیش کرتے ہوئے کہا ''کمپنی کی طرف سے تحفہ قبول کیجیے۔'' بادشاہ نے بے حد صبر اور استقلال کے ساتھ اپنے جگر گوشوں کے سر کو دیکھتے ہوئے کہا ''الحمد للہ! تیمور کی اولاد اسی طرح سرخرو ہوکر باپ کے سامنے آیا کرتی تھیں۔''

سزا:

دوسری جنگ آزادی کے قائد بہادر شاہ ظفر پر کمپنی کی نام نہاد فوجی عدالت نے مقدمہ چلا کر جلاوطنی سزا دی اور انھیں ان کی بیگم زینت محل اور چند افراد کے ساتھ 17 اکتوبر 1858ء کو رنگون بھیج دیا گیا جہاں نے 7 نومبر 1862 کو آخری سانس لی۔ بہادر شاہ ظفر کو کمزور بے بس ثابت کرنے کے لیے ہر طرح کی باتیں لکھی اور کہی گئیں لیکن یہ حقیقت ہے پیرانہ سالی اور اپنوں کی دغابازی سے دوسری جنگ آزادی ہار گیا۔ بہادر قائد انقلاب کمزور ہرگز نہیں تھا جیسا کہ خواجہ حسن نظامی کی اس تحریر سے پتہ چلتا ہے:

''بہادر شاہ ظفر اسیری میں بھی صحیح دماغ رکھتے تھے۔ مقدمے میں ان کی جرح خاص قانونی نکتوں پر ہوئی تھی۔ حالانکہ بیٹوں اور پوتوں کی ہلاکت بڑھاپے میں اپنے گھر بار کی تباہی کے بعد کوئی ہوش و حواس قائم نہیں رکھ سکتا مگر بہادر شاہ ظفر کی یہ خصوصیت قابل تعجب ہے کہ وہ آخر تک مضبوط رہے۔ بعض ہندو اور انگریز گواہوں سے جو جرح انھوں نے ان کے بیانات کو بناوٹی ثابت کرنے کے لیے گرفت نما انداز سے کی وہ معمولی دل و دماغ کا انسان نہیں کرسکتا۔'' (مقدمہ بہادر شاہ ظفر)

1857ء میں بہادر شاہ ظفر کی شخصیت کیسی بھی رہی ہو لیکن بقول ڈاکٹر اسلم پرویز ہمارے لیے دہلی کے پانی پت کا وہ میدان ہے جہاں بہادر شاہ ظفر کے بینر تلے پورے ہندوستان کی دوسری جنگ آزادی لڑی گئی جو ناکام ثابت ہوئی اور جنگ غداروں کی وجہ سے ہار گئے۔

ن کی زندگی:

17 اکتوبر 1858ء کو براہِ راست کولکتہ معزول بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو روانہ کردیا گیا۔ اس کے بعد بذریعہ بحری جہاز سخت حفاظتی دستے کے ساتھ رنگون روانہ کردیا گیا۔ 29 دسمبر 1858ء کو یہ جہاز رنگون کی بندر گاہ پر آلگا۔ بادشاہ وقت کو ایک ایک معمولی سے مکان میں رہائش مہیا کردی گئی تھی۔ گذارے کے لیے 600 روپیہ ماہانہ خرچ مقرر کیا گیا تھا۔ بادشاہ کے ساتھ ملکہ زینت محل اور شہزادہ جواں بخت نے تنگ دستی میں نئی زندگی کی شروعات کی۔ خاندانی جاہ و جلال، غیرت وحمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے نہایت ہی صبر و شکر کے ساتھ زندگی کے شب و روز گزارنے والے اس شاہی خاندان نے کبھی بھی زبان پر حرفِ شکوہ نہیں لایا نہ ہی انگریزوں کی منت وسماجت کی۔

کسمپرسی کے ایام گزرتے رہے وقت کا بے رحم چکہ چلتا رہا۔ بہادر شاہ ظفر کے پیرو و مرشد کا نام کالے صاحب تھا اور ان کی روحانی شخصیت کے سبب ہی بادشاہ کا دل فیض باطن سے مالا مال تھا۔ تنہائی میں شاعری بھی کرتے تھے۔ ان کی بہت سی غزلیں اور اشعار انگریز سرکار سے اجازت لے کر بادشاہ وقت سے ملاقات کرنے والوں کے ذریعے دلی تک پہنچتے رہے۔

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں

یہ شعر ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ دن گزرتے رہے جواں بخت کی شادی ہوگئی۔ بادشاہ پر ایک روز فالج کا شدید حملہ ہوا۔ ایک معمولی مکان میں معمولی پلنگ اور بستر پر اپنے وقت کا شہنشاہ کا آخر وقت بھی آگیا۔ 1279 ہجری 14 جمادی الآخر، جمعہ صبح 5 بجے، 1862ء 7 نومبر آخری سانس لی۔ دلی کے شاہجہاں آباد میں 1775ء میں طلوع ہونے والا سلطنت مغلیہ کا یہ آفتاب بنام ''ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر'' دور دراز رنگون کی سرزمین میں دفن ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

بادشاہ بہادر شاہ ظفر مغل سلطنت کا آخری تاجدار تھا اپنوں کی غداری کی وجہ سے زندگی کے آخری ایام جلاوطن انگریزی کی قید میں کسمپرسی کے حالات میں گذارا ایک سبق تو دے دیا کہ انگریزوں کے آگے سر کٹایا لیکن سر نہیں جھکایا، اسی روز شام 4 بجے کچھ چند لوگوں کے ہاتھوں رنگون میں دفن کردیئے گئے۔

اس کے بعد زینت محل کو معمولی خرچہ ملتا رہا 24 سال گمنامی اور بے بسی کے عالم مزید زندہ رہ کر بیگم زینت محل بھی چل بسی اس کے بعد جواں بخت بھی چل بسا بہادر شاہ ظفر کی پوری رونق زمانی بیگم کو حقیر سا

Scanned with CamScanner

150 روپیہ ماہانہ خرچ انگریزوں نے مقرر کردیا۔ وہ بھی 150 روپیہ میں اپنا گذارہ کرتی تھیں زبان پر کبھی شکوہ نہیں لائی اور شکر خداوندی ادا کرتے کرتے تنگی حالات میں 30 اپریل 1930ء کو اس دارفانی سے کوچ کرگئیں۔ اس طرح سلطنت مغلیہ کے خاندان کی چشم و چراغ بھی رخصت ہوئی اور رنگون کی سرزمین میں دادا دادی کے پہلوؤں میں دفن ہوگئی۔ اخبار نے آگے لکھا ہے کہ (اردو ٹائمز 15 اگست 2011ء)

'' یہ تھی سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر کی بادشاہت اور اس کے بعد کے گذرے ہوئے شب و روز کا احاطہ کرتی ہوئی مختصر داستان جو ظاہر کرتی ہے کہ یہ آخری مغل بادشاہ بھی انگریزوں کے عتاب کا شکار ہوکر جلا وطن کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوا۔ مگر انگریزوں سے کوئی سودا نہیں کیا اور خاندانی جاہ وجلال، مذہبی وقار اور وطن کی محبت سے پُر زندگی گزار کر رہتی دنیا کو ایک سبق دے گیا۔ متعصب ذہنیت رکھنے والوں کے لیے بھی شاہ کی زندگی درس عبرت ہی ہے جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ آزادی ان کی مرہون منت ہے۔ 1857ء کے انقلاب کے بعد صرف اور صرف مسلمان ہی انگریزوں کے نشانے پر نہ تھے بلکہ 1757ء سے لے کر 1947ء تک صرف اور صرف مسلمان ہی انگریزوں کے نشانے پر تھے دہلی سے خیبر تک ہر درخت پر علماء اکرام اور مسلمانوں کی لاشیں پھانسی کے پھندے پر لٹک رہی تھیں۔''

مشہور زمانہ انگریز مورخ '' سر ایڈور تھامسن'' نے اپنی کتاب '' سائیڈ آف دی ماڈل Side of the Model'' میں حقائق کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دہلی اور اس کے قرب و جوار میں درختوں پر مسلمانوں کی لاشیں ہی لٹک رہی تھی جو تقریباً ساڑھے 52 ہزار صرف علماء اکرام کو تختہ پر لٹکا دیا گیا تھا۔

ایک مشہور ہندو مورخ اپنی کتاب میں رقمطراز ہے کہ اندازے کے مطابق 5 لاکھ مسلمانوں کو 1857ء کے غدر کے بعد پھانسی پر چڑھایا گیا تھا۔ جہاں بھی کوئی مسلم نظر آتا اسے ہاتھی پر بٹھا کر درخت کی شاخوں پر پھندے دے کر ہاتھی کو آگے بڑھا دیا جاتا اور بہت سے مسلمانوں کو دہکتی ہوئی آگ میں زندہ ڈال دیا جاتا۔

انگریزی فوجی دستے کا فوجی افسر میجر ٹاسن انگریز سرکار کو اپنی رپورٹ پیش کرنے والی روز مرہ کی ڈائری میں لکھتا ہے کہ ہندوستان میں قدم جمانا دشوار ہوتا جارہا ہے۔ مسلمان سب سے بڑی رکاوٹ ہیں وہ اپنے وطن کے لیے ہمارے سامنے ڈھال بنے ہوئے ہیں۔ (اردو ٹائمز 15 اگست 2011)

نوٹ :

تاریخ کی سچائی یہ ہے کہ انگریزوں کے پہلے گورنر لارڈ کلائیو سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے سید مجنوں

شاہ مداریہ نے سراج الدولہ کی پلاسی کی جنگ میں شکست کھا جانے کے بعد انگریزوں کے سامنے سینہ سپر ہوگیا اور ہندوستان کی تاریخ گواہ ہے کہ راجے مہاراجے، بادشاہ شہنشاہ، جاگیردار، زمیندار یا بڑے سے بڑا کوئی بلباء یا تجار انگریزوں کے مدمقابل نہیں آیا۔

انگریزوں سے مادر وطن کی آزادی کی خاطر گھوم گھوم کر ہندوستان میں مداریہ سلسلے کی دینی تبلیغ کرنے والے مداریہ سلسلے کا مجاہد سید مجنوں شاہ مداریہ پہلا حملہ انگریزوں پر کیا جس کی وجہ سے انگریزوں پہلا گورنر لارڈ کلائیو تلملا گیا اور سید مجنوں شاہ مداریہ نے ایک بار حملہ نہیں کیا بلکہ لگاتار انگریزوں پر مسلسل حملے جاری رکھا۔ جہاں انگریز مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے ساتھ 1857ء میں شکست کے بعد سزا مقرر کی تھی وہیں اسی جگہ 1757ء میں جنگ جاری کرنے والے سید مجنوں شاہ مداریہ کے سلسلے والوں کے ساتھ کتنا بھیانک سلوک کیا ہوگا بار بار لکھنا مناسب نہیں کہ مداریہ سلسلے والے ہی انگریز سرکار کے عتاب کا شکار ہوئے۔ آج بھی جو لوگ 1757ء کی جنگ آزادی کی پہلی شروعات کو بھول گئے ہیں اور 1857ء کو پہلی جنگ آزادی قرار دے کر پوری قوم کو دھوکہ دیتے ہیں یہ اس زمانہ کی تحریک ہے جب نہ کوئی مسلک تھا نہ کوئی دیوبندی تھا نہ بریلوی نہ اہلحدیث نہ ہی تبلیغ اس قسم کی کوئی جماعت نہ تھیں جو جنگ آزادی میں حصہ لیا ہو کیونکہ ان کی بنیادی بہت بعد میں 1866ء میں شروع ہوئی تھی۔ چار سلسلے ضرور تھے قادری، چشتی، مداریہ اور نقشبندی لہٰذا جو بھی پھانسی کے پھندے پر لٹکائے گئے وہ صرف مداریہ سلسلے کے متعلق تھے جن کو انگریز کمپنی اور انگریز حکومت ہر لمحہ تلاش کرنے اپنا کافی وقت صرف کرتی تھی مل جانے پر ان مداریہ سلسلہ والوں کو پھانسی پر یا آگ میں جلا کر مار دیا جاتا تھا۔ سچائی یہ بھی ہے کہ مداریہ سلسلے والوں کو اپنی شناخت چھپانی پڑتی تھی کیونکہ مادر وطن کی آزادی کی شمع جو سید مجنوں شاہ نے جلائی تھی مداریہ سلسلے والے اس کو کبھی بجھے نہیں دیتے کسی نہ کسی صورت میں انگریزوں سے کہیں نہ کہیں مداریہ سلسلے جنگ میں مصروف رہے آگے سید مجنوں شاہ مداریہ کا تذکرہ ضرور کیا جائے گا۔ بادشاہ بہادر شاہ ظفر اور سید مجنوں شاہ مداریہ کا جب موازنہ کیا جائے گا تو سید مجنوں شاہ مداریہ تو صرف دین اسلام کی تبلیغ کرنے والا اولیاء اللہ والا تکیہ دار خانقاہوں میں دین کی تعلیم دینے والا تھا جبکہ بہادر شاہ ظفر دہلی کا بادشاہ تھا۔ انگریزوں نے اقتدار پانے کے لیے کیا نہیں کیا؟ تاریخی واقعات بھرے پڑے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مکمل تحقیق کی جائے کہ انگریزوں نے کیسے کیسے مظالم مسلمانوں پر کیے ہیں وجوہات کیا تھے؟ سلسلہ مداریہ کو انگریزوں نے کیوں تباہ و برباد کردیا اور مرکز مکن پور کانپور کو جلا کر خاک میں کیوں ملا دیا؟ اور دوبارہ اس مرکز کو آباد کیوں نہیں ہونے دیا؟

Scanned with CamScanner

مدداریہ سلسلہ سے بیعت، جنگ آزادی میں پٹھان مجاہدین لشکر:

مورخ سیوار ام گپت ستوریا نے اپنی تحریر میں تاریخی کتاب ''ہندوستان کی جنگ آزادی کے مسلمان مجاہدین'' صفحہ نمبر 144/145 پر لکھا ہے کہ جنگ آزادی میں 1857ء میں مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو پورے ہندوستان نے اپنا بادشاہ تسلیم کیے ہوئے تھے اور بہادر شاہ ظفر کی سرپرست میں جنگ آزادی لڑ رہے تھے۔

بہت سارے مورخوں نے 1857ء کی جنگ آزادی پر تاریخی واقعات پر روشنی ڈال چکے ہیں مورخ میوا رام گپت موریا کی پوری تفصیل جو لکھی ہے وہ قابل غور ہے کہ 1757ء سے لے کر 1858ء تک مداریہ سلسلہ والے کسی نہ کسی شکل میں انگریزوں سے لڑتے رہے اور انگریزی سرکار بھی ان مداریہ سلسلہ والوں کا قتل عام کر اور پھانسیوں پر لٹکاتے رہے لیکن مداریہ سلسلہ والے بہت ہی سخت جان ثابت ہوئے صفحہ ہستی سے مٹنا گوارا تھا لیکن انگریز سرکار کی قدم بوسی نہیں کی یہی وجہ تھی کہ مداریہ سلسلہ والے انگریز فرنگی سرکار کی نیند حرام کر رکھی تھی۔ جن علمائے دین کا ذکر جنگ آزادی میں شامل ہونے کا ملتا ہے دراصل وہ مداریہ سلسلہ کے عالم دین و علماء کا ذکر ہے کیونکہ 1866ء کے بعد ہی دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث مکتب فکر کے لوگ پیدا ہوئے اور دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث کی اپنے اپنے طریقے سے مکتب فکر کی بنیاد رکھی 1866ء کے پہلے جو بھی ذکر ملتا ہے وہ دینی تبلیغ کے سلسلہ والوں کا ذکر ملتا ہے۔ (۱) قادریہ سلسلہ، سید عبدالقادر جیلانیؒ اس کے بانی تھے۔ (۲) ہندوستان میں سب سے بڑا دوسرا سلسلہ مداریہ تھا جس کے بانی سید بدیع الدین شاہ مدارؒ تھے۔ (۳) تیسرا سلسلہ چشتیہ سلسلہ ہے جس کے بانی خواجہ معین الدین چشتیؒ تھے۔ (۴) اور چوتھا بہاؤ الدین ذکریہ ملتانیؒ کا تھا سفینہ اولیاء کے بانی تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے خود اپنے بارے میں اپنی کتاب ''کتاب حجتہ البلاغہ'' میں لکھا ہے کہ چاروں سے بیعت تھے اور چاروں سلسلہ سے فیض حاصل کرتے تھے اور اپنے آباء و اجداد کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ لوگ سلسلہ والے خانقاہ والے تھے۔ صحیح تاریخ یہ ہے کہ 1866ء سے پہلے ہندوستانی مسلمان مسلکی نفرت کی وبا و بیماری سے پیاک صاف تھا اور سلسلہ والوں کے دین اسلام کی تبلیغ کا بڑا زور تھا۔ تاریخ میں ان چاروں سلسلہ والوں میں کسی قسم کا اختلاف کا ذکر نہیں ملتا بلکہ چاروں سلسلہ والوں میں محبت اخوت ایک دوسرے کا احترام کرنے ایک دوسرے کے یہاں آنے جانے اور چلہ قائم کرنے کا ذکر ملتا ہے اور دین اسلام کی تبلیغ کے لیے آپس میں ایک دوسرے کے فالور تھے۔

دین اسلام کی تبلیغ میں ایک دوسرے کے خلاف نقص نہیں نکالتے تھے نہ ہی ایک دوسرے کے خلاف لب کشائی کی نہ ہی مذہب اسلام سے ملک و مسلک کی بنیاد پر کسی بھی سلسلہ والے کو اسلام سے خارج کرنے

کا فتویٰ دیا نہ ہی مذہب اسلام سے خارجہ کا اعلان کیا نہ ہی آپس میں مسلمانوں کے درمیان نفرت کا بیج بو کر مسلمانوں میں اختلافات پیدا کر نفرت کی دیوار کھڑی کی بلکہ پورے ہندوستان کے مسلمان کو جوڑے رکھا یہاں تک کہ شیعہ کو سنیوں کے ساتھ جوڑے رکھا یہ اپنے آپ میں جوڑے رہنے کی سب سے کامیابی کی مثل تھی۔

مشہور مورخ میوا رام گپت موریہ نے لکھا ہے کہ'' دوسری جنگ آزادی 1857ء میں شروع ہوئی تھی انقلابیوں نے اس کے لیے 13 مئی 1857ء کی تاریخ مقرر کی گئی مگر آزادی کے دیوانوں کو صبر کہاں تھا؟ انھوں نے 10 مئی 1857ء کو ہی میرٹھ میں آزادی کی جنگ شروع کردی اور 11 مئی 1857ء کو بہت سے آزادی کے پروانے دہلی کے لیے کوچ کیا۔ کیونکہ دہلی کے بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتے ہوئے پورا ہندوستان ایک جھنڈے تلے جمع ہوگیا تھا ور وہ لوگ انھیں جنگ میں ان کی سرپرستی میں اپن لیڈر بنا کر جنگ لڑنا چاہتے تھے۔ جو مقامات دہلی کے قریب تھے وہاں کے جنگ آزادی کے انقلابی دوسرے دن تو کوئی تیسرے دن اور چوتھے دن دہلی پہنچ رہے تھے اور دہلی پہنچ کر انھوں نے انگریز سرکار اور انگریزی فوج سے باقاعدہ جنگ لڑنا شروع کردیا تھا۔

میرٹھ کی 10 مئی 1857ء کی اشتعال انگیز خبریں قرب و جوار میں چاروطرف بڑی تیزی سے پھیل رہی تھیں۔ بریلی، پیلی بھیت اور شاہجہاں پور وغیرہ میں بہت زیادہ لوگوں میں اشتعال پیدا کردیا اور جوق در جوق لوگ جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف لڑنے مرنے پر آمادہ ہوگئے تھے۔

بریلی کے احمد خان پٹھان ولد رحمت خان پٹھان (مداری) اس وقت صد الصدور کے عہدے پر فائز تھے۔ جنرل بخت خان پٹھان روہیلہ مداریہ کے مشورے پر انگریزوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کردیا۔ بہت سے انگریزوں کو قتل کردیا گیا اور شہر کے مختلف مقامات پر جنگ آزادی کے انقلابیوں نے انگریزی فوج کا سامنا کیا۔ یہ جنگ آزادی کی جنگ انگریزوں سے کئی دنوں تک چلی اور اس میں بریلی کے کئی وطن پرست مجاہدوں نے جامِ شہادت نوش کیا تھا۔ کچھ کے نام حسب ذیل ہیں جنھوں نے کھرکا گاؤں میں 11 مئی 1857ء کو احمد خان عرف بہادر خان پٹھان روہیلہ ''مداری'' کی کمان میں لڑتے ہوئے انگریزوں کے چھکے چھڑا دیتے تھے اور بریلی، پیلی بھیت، بدایوں اور شاہجہاں پور وغیرہ سے انگریزوں کو بھگا دیا تھا۔ مگر بے شرم انگریزوں کی کمک آجاتی اور وہ پھر ایک جٹ ہوکر جمع ہوجاتے۔ دوبارہ تیزی سے حملہ کرتے تھے۔'' انقلابی مداریہ بٹالین'' نے فروری 1858ء تک انگریزوں کے پیر دوبارہ اس علاقے میں نہیں جمے دیے تھے۔ اس

Scanned with CamScanner

چھوٹے سے مضمون میں صرف موضع کھر کا تحصیل بریلی، اب ضلع بریلی کے نام سے جانا جاتا ہے، مداریہ سلسلے بیعت یہ پٹھان اپنے نام کے آگے پیچھے مداری لکھتے اور اپنے آپ کو مداریہ سے وابستہ رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ''مداریہ'' پٹھانوں کی بٹالین بڑی ہی جواں مردی سے جام شہادت کو نوش فرمایا۔ یہ لوگ بھاٹیہ چھتری و کھتری سے مسلمان ہوئے یہی چھتری بھاٹیہ پٹھان تھے جس طرح شیر شاہ سوری، شوریہ ونشی پٹھان تھا اسی طرح کھر کا گاؤں تحصیل بریلی ضلع بریلی کے بھاٹیہ پٹھان اپنے آپ کو بھٹی روہلیہ کہلاتے تھے اور اپنے نام کے پیچھے مداریہ سلسلہ سے بیعت ہونے کی وجہ سے ''مداری'' لکھتے اور کہلاتے تھے۔ جو تاریخی کتاب ''ہندوستان کی جنگ آزادی کے مسلمان مجاہدین'' کے صفحہ نمبر 145 / 144 سے نقل کیا گیا۔

(۱) روہیلہ پٹھان کالے خان بھٹی مداری کھر کا گاؤں کا جس نے انگریزوں سے لڑتے ہوئے 5 مئی 1858ء کو جامِ شہادت نوش کیا۔
(۲) روہیلہ پٹھان اعجاز خان بھٹی مداری نے بھی 5 مئی 1858ء کو شہادت پائی تھی۔
(۳) روہیلہ پٹھان تلو خان بھٹی مداری نے 5 مئی 1858ء کو شہادت پائی تھی۔
(۴) روہیلہ پٹھان اندر خان بھٹی مداری یہ بھی کھر کا گاؤں تحصیل و ضلع بریلی کے رہنے والے تھے اور 6 مئی 1858ء کو وفات پائی۔
(۵) روہیلہ پٹھان عزیز احمد خان بھٹی مداری کھر کا گاؤں ضلع بریلی کے رہنے والے تھے 6 مئی 1858ء کو جامِ شہادت نوش کیا۔
(۶) روہیلہ پٹھان قاسم خان بھٹی مداری بھی 6 مئی 1858ء کو شہادت پائی تھی۔
(۷) روہیلہ پٹھان شاکر داؤد خان بھٹی مداری کھر کا گاؤں کے 6 مئی 1858ء کو شہید کر دیئے گئے تھے۔
(۸) روہیلہ پٹھان اشرف خان بھٹی مداری کھر کا گاؤں کے 6 مئی 1858ء کو شہید ہوئے تھے۔
(۹) روہیلہ پٹھان محراب خان بھٹی مداری کھر کا گاؤں کے سخت زخمی ہوگئے تھے اور کچھ دنوں بعد زخموں کی تاب نہ لا کر وفات ہوئی تھی۔ لیکن یہ جس مقام پر سخت زخمی ہوئے تھے اور جس سرزمین پر ان کا خون گرا تھا انھوں نے خاندان والوں کو نصیحت کردی تھی ان کے انتقال کے بعد ان قبر اسی مقام پر بنائی جائے۔

نوٹ:

روہیلہ پٹھان حکیم نصرت علی خان بھٹی مداری شمسی دواخانہ ٹھریا، نجابت خان ضلع بریلی بھٹی مداری ضلع بریلی کی اطلاع کے مطابق ان تمام بھٹی مداری شہیدوں کی قبروں کو بطور یادگار انھیں مقامات پر قبریں بنا دی گئی تھیں جہاں پر وہ شہید ہوئے تھے۔ کچھ قبروں کے نشانات آج بھی اب تک موجود ہیں۔ انگریزوں نے اور انگریز سرکار نے کھر کا گاؤں کے روہیلہ پٹھانوں کے خاندان بھٹی مداریوں کو مکمل طور پر تباہ و برباد کردیا تھا اور جو سلسلہ مداریہ کے پٹھان بھٹی مداری شہید ہونے سے بچ گئے تھے انہیں تلاش کرکے سارے کھر کا گاؤں کے بھٹی مداریوں کو پیڑوں پر لٹکا کر پھانسی دے دی گئی تھی۔ کھر کا گاؤں کے روہیلہ پٹھان بھٹی مداری، جنگ آزادی کی لڑائی میں موضع کھر کا گاؤں تحصیل و ضلع بریلی کے شہیدوں اور زخمیوں کے ناسور بن کر ٹیش رہے ہیں۔ انگریزوں کے مظالم کی کہانی آج بھی جنگ آزادی کی داستان پوری مسلم قوم کو رلا جاتی ہے کہ ان مسلمانوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔

تبصرہ:

پہلی بار پٹھان اور مغلوں میں اتحاد قائم ہوا تھا جو کہ اٹوٹ تھا۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں بہادر شاہ ظفر کی سرپرستی میں جو کہ مغل بادشاہ تھا روہیلہ پٹھان جنرل بخت خان بھٹی مداریہ جنگ آزادی کے مجاہدین کا سپہ سالار کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف لڑی جا رہی تھی۔ تاریخ گواہ ہے اور یہی سچائی ہے کہ پٹھانوں اور مغلوں میں ہمیشہ دشمنی ہی تھی پٹھانوں کی حکومت ختم ہوجانے کے باوجود مغلوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے بلکہ ہمیشہ مغلوں کو نمبر 1 دشمن قرار دے کر مغلوں کے مدمقابل رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ مغل جس ہندو راجہ پر حملہ کرتے بلا شرط اس ہندو راجہ کی طرف سے پٹھان مغلوں سے مقابلہ کرتے اور اگر پٹھانوں نے کسی ہندو راجہ پر حملہ کیا تو اس ہندو راجا کی مدد بلاشرط مغلوں نے ہندو راجا کی طرف سے جنگیں لڑی ہیں۔ مغل اور پٹھان تاریخ کے اوراق میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ یہاں دو واقعات کا ذکر تحریر کرنا مناسب ہے۔

(ا) اکبر بادشاہ اور رانا پرتاپ کے درمیان جنگ میں اکبر کی طرف سے راجپوتوں کی ایک بڑی فوج تھی اور اکبر بادشاہ کی فوج کا سپہ سالار بھی راجپوت تھا تو رانا پرتاپ کی فوج کا سپہ سالار حکیم شور خان پٹھان تھا اور رانا پرتاپ کی فوج تقریباً دس ہزار مسلمان پٹھانوں کی فوج پر مشتمل تھی اور رانا پرتاپ کی طرف سے اکبر بادشاہ کے خلاف جنگیں لڑی تھی۔ رانا پرتاپ کا سپہ سالار حکیم شور خان پٹھان شوریہ

Scanned with CamScanner

ونشی چھتری تھا۔

(۲) دوسرا واقعہ یہ ہے کہ رانا سنگا کی بیوی کرناواتی پر بادشاہ بہادر شاہ گجراتی خان پٹھان نے حملہ کیا تو رانی کرناواتی نے ہمایوں کو راکھی باندھ کر بھائی بنایا تھا اور ہمایوں بادشاہ اپنے دشمن شیر خان شوری سے جنگ میں چاروں طرف سے گھرا ہوا تھا ایسے حالات میں ہمایوں نے شیر شاہ شوری کی شرائط پر صلح کر اپنی راکھی ذات بہن کرناواتی کی حکومت بچانے کے لیے پٹھانوں سے جنگ کی اور بہن کرناواتی کی حکومت ہی نہیں بچائی بلکہ راکھی کی لاج میں دشمن کی حکومت فتح کر کے وہ بھی راکھی ذات بہن کو تحفے میں دے دیا۔

اس طرح ایک دو نہیں بلکہ تاریخ میں بہت سارے اس طرح کے واقعات بھرے پڑے ہیں لیکن 1857ء کی جنگ آزادی میں پورے ہندوستان کے راجے مہاراجے ، بادشاہ، جاگیردار، نواب اور زمیندار سبھی نے اپنی آپسی دشمنی کو بھلا کر ایک جٹ ہوکر ایک ساتھ انگریزوں پر پورے ہندوستان میں حملہ کیا گیا تھا۔ دلی میں انگریزوں کے خلاف جنرل بخت خان پٹھان روہیلہ مداریہ مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی طرف سے سپہ سالار مقرر کیے گئے تھے اور جنرل بخت خان پٹھان کی خاص بٹالین - فوجی دستہ " سلسلہ مداریہ کے روہیلہ پٹھان" بھٹی مداری پر مشتمل تھا۔ جنگ آزادی کے بارے میں مختلف مورخوں نے اپنے اپنے انداز میں تحریر کیا ہے کہ اس جنگ آزادی میں جنرل بخت خان پٹھان روہیلہ کو فتح ملنے ہی والی تھی کہ بہادر شاہ ظفر کے خونی رشتے والے مغلوں نے خود بہادر شاہ ظفر سے غداری کرتے ہوئے فتح کو شکست میں بدل دیا۔ اور بہادر شاہ ظفر کی اولاد کے ساتھ بہادر شاہ ظفر کو ذلت کے ساتھ انگریزوں کے ہاتھوں گرفتار کروا کر قیدی بنوا دیا۔ پورا واقعہ بہادر شاہ ظفر جنگ آزادی کے حشر میں لکھا ہوا ہے۔

میوا رام گپت سنوریا نے " ہندوستان کی جنگ آزادی کے مسلمان مجاہدین" لکھ کر ثابت کردیا کہ 1757ء سے لے کر 1858ء تک مسلسل کسی نہ کسی شکل میں " سلسلہ مداریہ" کے مداری انگریزوں سے ہندوستان کی جنگ آزادی لڑتے رہے ہیں یہاں تک کہ تحقیق طلب موضوع ہے کہ جنرل بخت خان روہیلہ پٹھان بھی سلسلہ مداریہ سے بیعت تھا یہی وجہ ہے کہ اس کا خاص فوجی دستہ روہیلہ پٹھان بھٹی مداری (بھاٹیہ چھتری) مسلمانوں کا یہ دستہ مداری سلسلہ پر مشتمل تھا جس کو" مداریہ بٹالین" کہہ سکتے ہیں۔ نوٹ کرلیں کہ سلسلہ مداریہ کے فالور اپنے آپ کو نام کے اخیر میں مداری لکھتے تھے یہ ان کی اپنی شناخت ہوتی تھی کہ وہ مداریہ سلسلے سے بیعت ہیں۔ ہندوستان میں سب سے بڑا سلسلہ مداریہ سلسلہ تھا جیسا کہ داراشکوہ نے اپنی

تاریخی کتاب سفینۃ الاولیاء میں بھی تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے روس اور چائنا سے لے کر کنیا کماری تک اور بنگال سے لے کر گجرات تک صرف مداریہ سلسلہ کا ہی زور تھا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس زمانے کی پرانی قدیم تاریخ کو منظر عام پر لایا جائے۔

بہت سارے مورخوں نے لکھا ہے کہ مادر وطن ہندوستان کی جنگ آزادی کی ابتداء سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار نے 1763ء میں انگریزوں کی سرکار کے پہلے گورنر جنرل لارڈ کلائیو پر حملہ کرکے شروع کیا تھا۔ سید مجنوں شاہ مداریہ کے واقعات میں تفصیل درج ہے۔ جنرل بخت خان روہیلہ پٹھان" مداری" اپنے خاص دستہ" مداریہ سلسلہ" والوں کی فوج لے کر 1857ء میں بہادر شاہ ظفر کی سرپرستی میں انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی کا آخری معرکہ لڑا تھا جس میں مغل مسلمانوں نے غداری خود اپنے مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے خلاف کی تھی اور بہادر شاہ ظفر کو شکست دے دی اور خود غداروں نے بادشاہ بہادر شہا ظفر کو گرفتار بھی کروایا تھا۔

مورخ ڈاکٹر اوم پرکاش پرساد" اورنگ زیب ایک نیا زاویہ نظر" صفحہ نمبر 48/49 پر لکھا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی خاطر سراج الدولہ، ٹیپو سلطان، بہادر شہا ظفر، ویر کنور سنگھ، جھانسی کی رانی لکشمی بائی، ناناٹوپے، حضرت محل کو اپنی جانیں گونانی پڑی تھی اس سے بڑھ کر قومی یکجہتی کی ہندوستان میں مثال نہیں ملتی ہے۔ ہندوستان میں مذہب اسلام کی تبلیغ کرنے والے مداریہ سلسلہ نے جنگ آزادی لڑتے لڑتے خود ہی سلسلہ مداریہ تباہ و برباد ہوگیا۔ مداریہ سلسلہ کا مرکز مکن پور کانپور کو انگریزوں نے تباہ و برباد کردیا تھا۔ ہندوستان کی جنگ آزادی کی خاطر زیادہ سے زیادہ اگر کسی قوم کا خون بہا ہے تو وہ مسلمان تھے اور خاص کر مداریہ سلسلہ والے پیش پیش" مداری" تھے جیسا کہ میوا رام گپت ستوریا نے صفحہ نمبر 11 پر مسلمان مجاہدین میں لکھا ہے کہ بنگال میں 1762ء سے 1774 تک مسلمان" مداریہ سلسہ" اور ہندو سنیاسیوں نے مل کر انگریزوں کے خلاف آزادی کی جنگ شروع کردی تھی۔ تاریخ میں اس جنگ آزادی کو" سنیاسی و دروہ" بغاوت کا نام دیا گیا ہے۔ مگر ان جنگ آزادی کے متوالوں میں مسلمان مداریہ سلسلہ والے کافی تعداد میں موجود تھے۔ جیسا کہ ہندوستان کے بہت سارے مورخوں نے اپنے اپنے انداز میں لکھا ہے۔ اور خود ہی پہلا گورنر جنرل لارڈ کلائیو نے لکھا ہے کہ شمالی ہند سے فقیروں کا دستہ آ آکر ان پر حملہ کرتا ہے Arivel of the Fakir اور اپنے آپ کو مداریہ سلسلہ والے بتاتے ہیں۔ یہ لوگ نئی نئی انگریز سرکار کے سخت خلاف تھے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ سرکار کی کوئی بات نہیں سنتے تھے ور اپنے آپ کو انگریزی سرکار کے تابع نہیں مانتے تھے اور

Scanned with CamScanner

خود کو آزاد سمجھتے تھے۔ وہ تو اللہ کے بندے تھے اور ایک اللہ کی وہ بندگی کرتے تھے اور اسی ایک اللہ کے آگے جھکتے تھے اور اسی کے آگے سجدہ کرتے تھے۔ انھیں انگریزوں کی بندگی سے صاف انکار تھا۔ وارن ہسٹنگ انگریز انہیں ہندوستانی جپسی کہتا تھا۔ ان جنگ آزادی کے متوالے '' مداریہ سلسلہ'' والوں کا شمال میں کابل سے لے کر چین کی سرحد تک ایک طرح سے مکمل قبضہ تھا۔ بہت سے مورخوں نے لکھا ہے کہ ان مداریہ سلسلہ والوں میں سے سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی نے ڈھاکہ کی انگریز فیکٹری پر 1763ء میں قبضہ کرلیا تھا اور 1768 میں سیوان ضلع بہار میں انگریز سرکار کی فوج کے ساتھ تصادم ہوگیا تھا (جنگ ہوئی تھی) اور مداریہ سلسلہ انگریزوں کے لیے سر درد بن گئے تھے جیسا کہ سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے واقعات میں لکھا ہے۔

انگریزی سرکار کی فوج کے ساتھ مداریہ سلسلہ والوں کی مسلسل کئی سالوں تک کئی بار جنگیں ہوئی جیسا کہ سید مجنوں مداریہ میواتی کی جنگ آزادی کے واقعات میں لکھا ہے ان جنگ آزادی میں بہت سے سپوت شہید ہوئے اور وہ بھی مرتے دم تک انگریزوں کے ہمیشہ دشمن رہے۔ آگے مورخ میوا رام گپت ستوریا نے لکھا ہے صفحہ نمبر 74/75 پر کہ غداروں کو انگریز سرکار نے سر آنکھوں پر بٹھایا ہی نہیں بلکہ ان غداروں کو انگریزی سرکار کے انگریزوں نے جاگیریں اور زمینداری دی اور بڑی بڑی ڈگریاں خطاب کے نام پر دی گئی تھیں۔

1857ء کی جنگ آزادی میں جن غداروں نے خاص مادر وطن کے ساتھ غداری کی تھی اور انگریزوں کی ہر ممکن مدد کی تھی ان خاص غداروں نے ہی جنگ آزادی کو ناکام بنانے میں پوری طرح ملوث تھے اور بڑے بڑے غداری کے کارنامے انجام دیے تھے اور انگریزوں کا ساتھ دیا تھا ان غداروں کو انگریزوں نے بڑے بڑے انعامات دیے تھے۔ بڑی بڑی جائیدادیں دے کر سر بلندی کے لیے فخر سے نوازہ گیا تھا۔ وطن دشمنوں کو ہی رائے بہادر، خان بہادر اور سر جیسے بڑی بڑی لقب کی ڈگریاں غداری کے عوض میں ان غداروں میں تقسیم کی گئی تھیں۔ ان کے گلوں میں یہ لقب کی ڈگریاں ہندوستان کے لیے غلامی کے تمغے تھے کیونکہ انھوں نے اپنے ہی ہم وطنوں کے سینے میں گولیاں ماری تھیں اور اپنے ہی وطن بھائیوں کے سروں کو تلواروں سے کاٹ کر پورے ہندوستان کا خون انگریزوں کی غلامی حاصل کرنے کے لیے بہایا تھا۔ غداروں کو انعام و اکرام سے نوازہ گیا لیکن مادر وطن کے سپوتوں کو کیا ملا؟ رہتی دنیا تک سوال باقی رہ جاتا ہے؟

انگریزوں نے مادر وطن ہند کی آزادی کی جنگ کو غدر قرار دے کر مادر وطن کے سپوتوں کو بغاوت کے الزام میں باغی قرار دے کر مادر وطن کے سپوتوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے رہے جو انسانیت کو شرمسار کر رہی تھی یہاں پر چند مثالیں سمجھنے کے لیے کافی ہوں جو انگریزوں نے اپنی سرکار کے زیر قیادت میں انجام دیا

تھا۔

(۱) ہزاروں ہندوسانیوں کو ایک ساتھ ہندو اور مسلمانوں کو درختوں سے لٹکا کر پھانسی دے دی گئی تھی۔

(۲) ہزاروں ہندوستانیوں کو ہندو اور مسلمانوں کو لٹکا کر نیچے آگ جلا کر انھیں بھونا گیا تھا۔

(۳) ہزاروں ہندوستانیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو بغاوت کے نام پر گولیوں سے بھون دیا گیا تھا۔

(۴) ہزاروں ہندوستانیوں کو ہندوؤں اور مسلمانوں کو بغاوت کے الزام میں توپوں کے دھانے پر باندھ کر توپ داغ کر بارود اور گولوں سے اڑا دیا گیا تھا۔

(۵) ہزاروں ہندوستانیوں کو ہندوؤں اور مسلمانوں کو مکانوں میں قید و بند کرکے ان کے مکانوں کو آگ لگا کر بھونا گیا تھا۔

(۶) ہزاروں ہندوستانی خواتین کی عصمت دری کرکے ان خواتین کی بے حرمتی کی گئی تھی۔

(۷) انگریزوں نے ہزاروں ہندوستانیوں کی ہندوؤں اور مسلمان مجاہدین جنگ آزادی کی جائیدادیں ایک لخت ضبط کرلی گئی تھیں۔

(۸) ہزاروں ہندوستانیوں پر بغیر کسی قسم کا کوئی مقدمہ چلائے بغیر کسی کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے حرف اربابِ اقتدار کے انگریز صاحبان کے حکم پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

نوٹ:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انگریزوں نے گورکھا اور سکھ رجمنٹ بنائی تھی جو آج بھی ہندوستانی فوج کا حصہ ہیں اور اسی انگریزی نام کی رجمنٹ 1857ء میں انگریزی حکومت کی فوجی حصہ تھیں۔ گورکھا رجمنٹ اور سکھ رجمنٹ تمام کی تمام ہندوستانی سپاہیوں پر مشتمل تھی جو مادر وطن کے سپوتوں کو گولی مار کر شہید کر رہے تھے۔ خود ہندوستانی بھائی اپنے ہی ہندوستانی بھائیوں کو گولی مار کر فخر محسوس کررہے تھے۔ اگر مسلمانوں کی طرح سکھوں نے وطن کے لیے جنگ کی ہوتی اور مسلمان انقلابیوں کا ساتھ دیا ہوتا تو ہندوستان میں 1857ء کو انگریزوں کو کہیں بھی پناہ نہیں ملتی اور مادر وطن ہند انگریزوں سے پاک ہوگئی ہوتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا جہاں گورکھا اور سکھ رجمنٹ مادر وطن کے سپوت مسلمان مجاہدوں پر گولی برسا رہے تھے اور تلواروں سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے سروں کو کاٹ رہے تھے وہیں اسی جگہ غداروں کی کمی نہیں تھی۔ حکیم احسن اللہ اخان، مرزا الٰہی

Scanned with CamScanner

بخش اور منشی رجب علی غداری کرتے ہوئے پورے ہندوستانیوں کی جنگ آزادی کی قربانی پر پانی پھیر رہے تھے کیونکہ غداروں کو ہمیشہ اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے اور پوری اپنی قوم سے اسے کچھ کوئی لینا دینا نہیں رہتا۔ آج بھی قوم کے غداروں کو اپنے ذاتی مفاد قوم کے اوپر مقدم ہوتا ہے اور آج بھی اپنے مفاد کی خاطر پورے ہندوستانی مسلمانوں کو بلی کا بکرا بنانے میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔ یہ واقعہ 15 ستمبر 1857ء کا ہے کہ مرزا الٰہی بخش بہادر شاہ ظفر بادشاہ کو دھوکہ دیتا رہا اور جھوٹے وعدے پر اس کے گلے میں پھانسی کے پھندے کو پہنانے میں دن رات کوشش کرتا رہا۔

مرزا الٰہی بخش غدار نے انگریزوں کو خبر پہنچائی کہ بہادر شاہ ظفر اور اس کی اولادیں ہمایوں کے مقبرے میں چھپے ہوئے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ بہادر شاہ ظفر کی اولادیں نکمی اور بزدل تھیں اور اوباش عیاش بھی۔ غدار مرزا الٰہی بخش نے بہادر شاہ ظفر کی اولادوں کو انگریز میجر ہڈسن کے حوالے کردیا اور اس کے عوض میں بھاری موٹی رقم رشوت میں لی تھی۔ انگریز میجر ہڈسن نے فوراً اپنی تکوار سے بہادر شاہ ظفر کے نکمے شہزادون کو قتل کردیا۔

غدار مرزا الٰہی بخش نے فوراً مخبری کرتے ہوئے غدار منشی رجب علی کو خبر پہنچا دی کہ بہادر شاہ ظفر کو فوراً گرفتار کرلیا جائے تو نہیں تو سپہ سالار جنرل بخت خان پٹھان روہیلہ مداریہ بہادر شاہ ظفر کو بچا کر نکال لے جائے گا۔ 21 سمبتر 1857ء کو انگریز میجر ہڈسن نے بہادر شاہ ظفر کو قیدی بنا لیا دیکھیے تاریخی کتاب ''ہندوستان کی جنگ آزادی کے مسلمان مجاہدین'' مورخ میوا رام گپت 48/49

بہت سارے مورخوں نے لکھا ہے کہ طشت میں سجا کر انگریز میجر ہڈسن نے شہزادوں کا سر کاٹ کو قیدی بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی خدمت میں انعام کے طور پر پیش کیا تھا اور ان کی لاشوں کو دلّی کی کوتوالی کے صحن میں پھنکوادیا تھا جہاں سے دوسرے دن مہتروں کے ذریعہ لاشوں کو ہٹایا گیا۔

تبصرہ:

جس طرح سے گورکھا رجمنٹ اور سکھ رجمنٹ نے انگریزوں کی طرف سے جنگیں لڑی ہیں اگر ہندوستانی مسلمان بھی انگریزوں کا طرف دار ہوتا اور انگریزوں کی طرف سے جنگیں کرتا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہندوستان کو آزادی مل پاتی؟ جواب ہے نہیں آج بھی ہندوستان آزاد نہیں ہوتا یہ انگریزوں کا غلام ہی رہتا۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ آزدی ملنے کے بعد مسلمانوں نے کیا کھویا ور کیا پایا تو جواب ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے صرف کھویا ہی کھویا پایا کچھ نہیں سوال پھر بھی تحقیق کا باقی رہ جاتا آگے مسلمانوں کا مستقبل کیا

ہوا؟ جنگ آزادی کی شروعات 1757ء میں سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی نے شروع کی تھی تو جنرل بخت خان پٹھان روہیلہ مداریہ نے 1858ء کو انجام تک پہنچایا۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی اور سعودی حکومت

شجرہ شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آلِ سعود

صفحہ نمبر 52 کتاب کا نام ''شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آلِ سعود''

مولف و تالیف بحر اللہ ہزاروی کے مطابق

مانع
|
موسیٰ
|
ابراہم
|
دخان
|
مرقان
|
محمد
|
سعود
|
محمد بن سعود نے حکومت کی بنیاد ڈالی تو محمد کے بعد حکومت قبائلی جنگوں میں الجھ کر رہ گئی تھی
|
عبداللہ — 1745ء محمد بن سعود اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجد میں معاہدہ ذمہ داریوں کا ہوا کہ محمد بن سعود سیاست و حکومت دیکھیں گے اور محمد بن عبدالوہاب کو دینی امور پر مقرر کر نگراں بنایا گیا۔
|
ترکی
|
فیصل
|
عبدالرحمٰن
|
29 ذوالحجہ 1293 ہجری عبدالعزیز 1876ء میں الریاض مملکت السعودیہ میں پیدا ہوئے 9 نومبر 1953ء میں طائف میں انتقال ہوگیا۔ اس وقت ان کی عمر 73 سال تھی۔

Scanned with CamScanner

بحر اللہ ہزاری نے اپنی تاریخی کتاب '' شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود'' میں صفحہ نمبر 17 لکھا ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے مضبوط آل سعودیہ کی بنیاد رکھی ہے اور آگے مزید لکھا ہے شیخ محمد بن عبداللہ عبدالوہاب سلیمانی بن علی التیمی 1115 ھجری کے مطابق 1703ء میں عیینہ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ایک مذہبی علمی گھرانے سے تھا۔ ہندوستانی اہلحدیث ائمہ اربعہ کو چار مذہب ثابت کرتے ہیں ان میں سے ایک مذہب شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا مذہب حنبلی تھا؟

شیخ محمد کے دادا کا نام شیخ سلیمان بن علی تھا وہ نجد کے مشہور عالم دین تھے اور حنبلی فقہ کے عظیم علماء میں شمار ہوتا تھا وہ فتویٰ بھی جاری کرتے تھے انھوں نے بے شمار طلبا کو اپنی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا تھا۔ ہندوستانی جدید دور کے اہلحدیث کے ۱۹ ویں صدی کے مطابق مذہب اربعہ کے حساب سے محمد بن عبدالوہاب حنبلی مذہب کے پیروکار تھے وہ اہلحدیث نہیں تھے۔ شیخ محمد کے والد محترم کا نام عبدالوہاب تھا وہ بھی قاضی کے منصب پر فائز تھے۔ نجد کے رہنے والے تھے اس لیے نجدی کہا جاتا تھا۔ مولف نے صفحہ نمبر 21 پر لکھا ہے کہ شہزادہ محمد بن سعود اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے درمیان ایک تاریخی ملاقات 1745ء میں ہوئی۔ اس ملاقات سے تاریخ کا نیا باب شروع کیا گیا۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور شہزادہ محمد بن آل سعود کے درمیان ذمہ داریوں کی تقسیم ہوئی (ا) شہزادہ محمد سعود سیاست اور (۲) شیخ محمد بن عبدالوہاب نجد ''نجدی'' نے شعبہ دین کا کام کرنا طے ہوا۔ یہ معاہدہ جو محمد بن سعود اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجد کے درمیان طے ہوا تھا اس کا بنیادی مقصد صرف کلمہ توحید " لا الــه الا الله مــحــمــد رسـول الله " کی سربلندی تھی اور ساتھ ساتھ میں ایک عظیم اسلامی مملک کے خواب کو شرمندہ تعبیر کو تعمیر کرنا تھا تا کہ عرب اور دنیا کے مسلمانوں سامنے ان کی پرانی تاریخ دہرائی جائے۔ یہ تعمیری واقعات سعودی عربیہ میں ہورہے تھے اور ہندوستان کی تاریخی حقیقت کی سچائی کچھ اور بیان کررہی تھی کہ 1659ء سے پہلے مداریہ سلسلے بانی سید بدیع الدین شاہ مدارؒ نے ہندوستان میں پرزور ایک نعرہ دیا تھا وہ صرف " لا الــه الا الله مــحــمــد رسـول الله " پر مشتمل تھا۔ جو کہ پورے ہندوستان میں گونج سنائی دیتی تھی جبکہ سلسلہ مداریہ والوں کو اقتدارِ ہوش کی کوئی خواہش نہیں تھی اور نہ ان کے پاس کسی قسم کے آلات حرب کا اسلحہ نہ تھے صرف باآواز بلند " لا اله الا الله محمد رسول الله " کی سربلندی کے نعری گونجتے تھے۔ کامیابی و کامرانی کے مذہب اسلام کے ڈنکے بجنے لگے تھے لیکن جیسے ہی انگریزوں نے ہندوستان میں قدم رکھا انگریز بھی عیسائی مذہب کا پرچار شروع کردیا تھا اور اسی وقت سے مداریہ سلسلے اور عیسائی بنیوں سے عیسائی مذہب کے پرچار کو لے کر ٹکراؤ شروع ہوگیا تھا۔ ایک طرف ہندوستان کے غداروں کی لمبی لسٹ جو

انگریزوں کے مددگار تھے تو دوسری طرف ہندوستانی بنئے انگریزوں کے مخبری کرنے میں پیش پیش تھے۔ اس طرح ہندوستانی راجے مہاراجے جو عیاشی میں اپنی زندگی میں داخل کر صرف شباب کباب اور شراب کی نذر کرچکے تھے انگریزوں کی پنشن پر گذارہ کرنے کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔ ایسے برے حالات اور چاروں طرف سے ہندوستان اندھیروں میں گھر چکا تھا۔ مداریہ سلسلہ والوں نے اپنے حسن اخلاق سے تمام مظلومانِ ہند کا دل جیت لینے میں کامیابی حاصل کرلی تھی اور ان مظلومانِ ہند کی جائے پناہ بھی یہی سلسلہ مداریہ والے تھے اور انسانیت کے علمبردار بھی یہی تھے۔ اس لیے ایک نعرہ عوام میں بہت مشہور تھا کہ '' مرتے کو ماریں زندہ شاہ مدارؒ'' یہ ہندوستان کے سچے تاریخی واقعات میں رقم کیا گیا تھا اور مثلاً مثل بھی بہت مشہور ہے۔

کتاب عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آلِ سعود کے واقعات صفحہ نمبر 22 پر راقم بحر اللہ ہزاروی نے حوالے دیتے ہوئے لکھا ہے کہ '' علامہ بن بشیر اپنی کتاب عنوان المجد فی تاریخ نجد میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے سعود کے زمانہ میں درعیہ کو دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مال و اسباب کی کثرت تھی۔ مال و زر اور اسلحہ بے شمار تھے۔ عمدہ گھوڑے اور عمانی اونٹنیاں بھی تھیں لوگ بہترین کپڑے پہنتے تھے۔ آل سعود درعیہ کے مغربی سمت کے بہترین گھروں میں رہتے تھے۔ آلِ شیخ مشرقی سمت بجیری نامی محلے میں رہائش رکھتے تھے۔ یہ 1824ء شروع میں اسی سال امام ترکی بن عبداللہ نے دوبارہ ریاض پر قبضہ کرلیا تھا۔ ریاض پر سے قبضہ مصری حکومت اور ترکی کے تسلط ختم کرنے کے بعد سعودی حکمران کا دوبارہ دور شروع ہوگیا۔ آل سعود کا دوبارہ قبضہ ہوگیا۔''

صفحہ نمبر 23 مولف نے آگے لکھا کہ 1791ء میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کا نجد میں انتقال ہوگیا۔

مولف نے صفحہ نمبر 183 پر تحریر کیا ہے کہ مدینہ منورہ پر حسین بن علی کی حکومت تھی اور مدینہ منورہ پر 1925ء کو شاہ عبدالعزیز نے قبضہ کرلیا۔

مولف نے صفحہ نمبر 440 پر راقم کیا ہے کہ حسین بن علی نے اپنے دور حکومت میں 1788ء میں نجدیوں پر 5 سال تک حج کی پابندی لگا دی تھی تا کہ وہ لوگ حج ادا نہ کرسکیں۔

ریاض پر شہزادہ شاہ عبدالعزیز نے 1904ء میں قبضہ کرلیا کیونکہ یہ نجد کے شہروں میں ایک عظیم شہر تھا جس پر ابن رشید نے قبضہ کرلیا تھا۔ شہزادہ ابن سعود نے اپنی جدوجہد کی ابتدا ریاض کے قبضے کو لے کر شروع کی تاکہ سارے کا سارا نجد ان کے قبضے میں آجائے جو کہ شہزادہ شاہ عبدالعزیز آلِ سعود کے خاص وفادار اور طرفدار تھے یہ سارے نجد والے شاہ عبدالعزیز کے قریبی اور حمایتی تھے۔ لہٰذا شاہ عبدالعزیز نجد پر قبضے کو

Scanned with CamScanner

ضروری قرار دے رکھا تھا اور 1904ء میں قبضہ کرلیا۔ ریاض پر قبضہ کے بعد شاہ عبدالعزیز کی فوجی طاقت اور قوت دوبالا ہوگئی، دوگنی ہوگئی اس طرح شاہ عبدالعزیز نے ایک مضبوط حکومت آلِ سعود کی بنیاد رکھی اس طرح سعودی کی سرزمین پر آہستہ آہستہ نصرت فتح و قبضہ جار رکھا۔

(۱) العریف پر فتح، 16 فروری 1901ء کو قبضہ کیا حکومت قائم کرلی گئی۔

(۲) ریاض پر فتح، 15 جنوری 1902 کو قبضہ کیا حکومت میں شامل کیا گیا۔

(۳) خرج پر فتح، 1902 کو قبضہ اور حکومت میں شامل کیا گیا۔

(۴) المصمک قلع پر فتح، 1902ء

(۵) ریاض پر دوبارہ فتح 16 جون 1904ء کو قبضہ کیا ابن رشید کو شاہ عبدالعزیز نے شکست دے کر دارالخلافہ قائم کیا۔

(۶) عنبرہ پر فتح، 23 مارچ 1904ء کو قبضہ کر سرکار میں شامل کرلیا گیا۔

(۷) البکریہ پر فتح، 16 جون 1904ء کو قبضہ ک حکومت میں داخل کیا گیا۔

(۸) الشنانہ پر فتح، 29 ستمبر 1904ء کو قبضہ جمانے کے بعد اقتدار میں شامل کیا گیا۔

(۹) روضہ المنہا پر فتح، 14 اپریل 1907ء کو قبضہ کرنے کے بعد حکومت میں شامل کیا گیا۔

(۱۰) الطرقیہ، 14 ستمبر 1907 کو قبضہ کیا گیا اور حکومت میں شامل

(۱۱) ہدیہ کو فتح، 13 اپریل 1918ء کو قبضہ کرنے کے بعد سرکار میں داخل

(۱۲) الاحساء کو فتح دوبارہ، 13 اپریل 1913ء کو قبضے میں لے کر حکومت میں شامل کیا گیا۔

(۱۳) جراب کو فتح، 1915ء کو قبضہ اور سرکار میں شامل کیا گیا۔

(۱۴) تراب کو فتح، 25 مئی 1919ء کو قبضہ کر سرکار میں داخل کیا گیا۔

(۱۵) الجہری کو فتح، 1920ء کو شاہ عبدالعزیز نے قبضہ میں لے لیا۔

(۱۶) حائل کو فتح، 1921ء کو شاہ عبدالعزیز نے فتح کر حکومت میں شامل کیا۔

(۱۷) سقوط طائف کو فتح، 7 ستمبر 1924ء کو قبضہ کر حکومت میں شامل کیا۔

(۱۸) مکہ مکرمہ کو فتح، 1924ء کو قبضہ کر حکومت میں شامل کیا۔

(۱۹) مدینہ منورہ کو فتح، 5 جون 1925ء کو قبضہ میں لے کر حکومت میں شامل کیا۔

(۲) جدہ کو فتح، 22 جون 1925ء کو اپنے قبضہ میں لے کر حکومت میں شامل کیا۔

اس طرح شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آلِ سعود نے اپنی فتح وکامرانی کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ نوٹ تحریر میں شاہ عبدالعزیز کے کچھ دیگر گوں حالات شاہ عبدالعزیز 29 ذوالحجہ کو 1293 ہجری میں پیدا ہوئے یعنی کہ 1876ء کے مطابق اس وقت ریاض پر ابن رشید کی حکومت قائم تھی۔ شاہ عبدالعزیز کے والد محترم عبدالرحمٰن اپنے خاندان اور بچوں کو ساتھ لے کر الشیخ مبارک الصباح کویت میں جلاوطن کی زندگی گذارنے پر مجبور تھے اور پورا خاندان چاروں طرف سے مشکلات میں گھرا ہوا تھا۔ ان مشکلات اور مجبوراً جلا وطن زندگی گذارنے کے باوجود ہمیشہ اپنے ملک و اقتدار حاصل کرنے اور تعمیر نو کی کوشش و خواہش کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ جس حکومت کی بنیاد ان کے آباء و اجداد محمد بن سعود نے رکھی تھی اور شاہ عبدالعزیز کے والد محترم امام عبدالرحمٰن نے آلِ سعود کی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح سے حکومت کو دوبارہ حاصل کرلیا جاوے اور اپنے بال بچوں کو اپنی حکمرانی کی کہانی روزمرہ کی زندگی میں دہراتے تھے۔ اس لیے بچوں کو گھوڑ سواری، تیراندازی، تلوار بازی یعنی کہ فوجی حربے سے آراستہ و پیراستہ کرنے میں لگے ہوئے تھے اور ہر طرح کے مصائب و تکالیف اور مشکلات میں صبر کرنے سبق پر زور دیتے تھے۔ فجر کی نماز سے دو گھنٹہ قبل بیدا ہوتے صبح دو گھنٹہ پیدل چلنے کی مشق کرتے اور کرواتے۔ شہزادہ عبدالعزیز کے آباء و اجداد کی داستانِ حکمرانی اور جلا وطنی کی زندگی کے پس منظر کو دیکھ کر آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی تھیں۔

شہزادہ عبدالعزیز قدر آور اور سخت جان اور کڑیل جوان تھے۔ سخت محنت کرنے کے عادی تھے۔ آمین الہانی نے اپنے کتاب نجد وملحقانہ و سیرۃ الملک عبدالعزیز صفحہ نمبر 114 پر لکھا ہے کہ شہزادہ عبدالعزیز کی پیدائش ریاض میں ہوئی ان کے آباء و اجداد جہاں کلی حکمرانی تھی انھوں نے دیکھا کہ ان کے چچا ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے انھوں نے دیکھا کہ پورے نجد پر قبضہ دشمن کرنا چاہتے تھے اور ان کے والد محترم اپنی مملکت کو پانے کے لیے لڑتے لڑتے ہتھیار آخر کار ڈال کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا تھا پھر وہ اپنے والد کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور الاحساء میں ان کے والد عثمانی سلطنت و حکمران کی شرط کو نامنظور کردیا تھا اور اسی کے ساتھ تمام دروازے حکمرانی کے بند ہوگئے تھے۔ صرف صحرا کی طرف بھٹکنے کے راستے باقی رہ گئے تھے وہ اب خیموں کی زندگی پر منحصر ہوکر رہ گئے تھے۔

21 سال کی عمر میں 1900ء کو شہزادہ عبدالعزیز نے اپنی چھوٹی سی فوج تیار کرلی تھی اور اپنی کوشش سے کویتی فوج کے ساتھ جنگ حریف میں شریک ہوئے۔ نوجوان شہزادہ عبدالعزیز کی کوشش یہ تھی کہ کسی بھی طرح سے ریاض پر قبضہ ہوجائے لہٰذا وہ کویتی فوج سے الگ ہوکر حملہ کرنا چاہتے تھے تاکہ ریاض پر قبضہ

Scanned with CamScanner

ہوجائے جہاں پر محمد الرشید کی حکومت کے بعد بھتیجے عبدالعزیز الرشید چچا کے مرنے کے بعد حکومت قائم تھی تاریخی شواہد کے بعد عبدالرحمٰن ابن فیضان کی حکومت ابن رشید کی طرف سے مقرر تھی۔ جنگ ہوئی امیر کویت کی فوجوں کو آلِ رشید کی افواج کے درمیان حریف نامی جگہ پر لڑائی شروع ہوئی اور 7 مارچ 1901ء کو ابن الرشید نے کویتی افواج کو شکست دے دی اس طرح شہزادہ عبدالعزیز کویتی فوج کی شکست کے بعد کویتی فوج کے ساتھ واپس کویت آگئے۔

کویتی فوج کی الحریف میں شکست کے بعد جب عبدالعزیز کویت پہنچ کر 1901ء میں اپنے والد محترم کے سامنے صرف دو شرط رکھی یا تو ان کو قتل کردیا جائے یا پھر ریاض پر دوبارہ حکومت قائم کرلی جائے۔ والد محترم نے دوسری شرط کو مان لیا کہ ریاض پر دوبارہ حکومت حاصل کرلی جائے اس کی اجازت دے دی اور گلے سے لگایا اور رونے لگے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گر کر دعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیا کہ اے اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو کامیابی اور کامرانی عطا فرما اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی۔

شہزادہ عبدالعزیز اپنی چھوٹی سی فوج کویت سے لے کر نکل پڑے اور یوسف نے لکھا ہے کہ شاہ عبدالعزیز آلِ سعود عجمانی میں رکے اور کچھ لوگ ان کے ساتھ آکر ملے اور افواہ پھیلا دی کہ ابن سعود لڑائی کے لیے جارہے ہیں تو آلِ قبائل سبیعی اور سھول قبائل کے لوگ جنگ میں شہزادہ عبدالعزیز کے ساتھ دینے کے لیے تیار ہوگئے ان کا ساتھ ملنے کے بعد شہزادہ عبدالعزیز 600 میل تک اندر جو اہل رشید کے زیر اثر تسلط میں تھا شہزادہ عبدالعزیز نے فتح کر قبضے میں کرلیا اس وقت پیدال 1000 سپاہی مگر 400 گھوڑ سوار پر موجود تھے۔

شہزادہ عبدالعزیز جب الدھناء پہنچے تو قحطان نے جو ابن رشید کا حامی تھا شہزادہ عبدالعزیز کی ماتحتی قبول کرکے ساتھ ہو لیے اور الاحساء کی طرف واپس آئے اور ترک حکمرانی کی حکومت کو ختم کرکے اپنی حکومت الاحساء میں قائم کرلی اس طرح مطیر قبلہ پر حملہ کرکے قبضے میں کرلیا جنگ جیتنے کی شروعات اور فتوحات کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔ قبائل مارات کے مطابق جو فاتح فتح حاصل کرتا اس کے اس کی حمایت کرنے والوں میں شامل ہوجاتے اس طرح سے شہزادہ عبدالعزیز کی طاقت وقوت میں فوجی اضافہ ہوتا گیا اور حکمرانی کے حدود بڑھتے گئے۔ فتوحات کا سلسلہ جاری ہوگیا جیسا کہ اوپر لکھا ہے کہ شہزادہ عبدالعزیز نے 1925ء میں مکمل طور پر سعودی سرزمین پر دوبارہ قابض ہوکر حکمرانی کی مضبوط بنیاد ڈالی جس کو محمد بن سعودی عارضی حکومت کی بنیاد رکھی تھی یہ سچے واقعات پر مبنی تاریخی حقیقت ہے لیکن محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک جو آلِ سعود کے

...ساتھ وابستہ تھی اس کا تاریخی نمونہ بھی یہی ہے کہ ہندوستان میں اسلامی تعلیم کو پھیلانے والے صرف سلسلہ والے صوفیاء کرام تھے نہ کوئی راجہ نہ مہاراجہ نے حصہ لیا نہ ہی اس وقت مدرسہ دیوبند کا وجود تھا نہ ہی بریلوی مدرسہ کا وجود تھا نہ ہی اہلحدیث کے کسی جگہ مدرسے کا وجود تھا بلکہ اسلامی تعلیم اور مذہب کی تبلیغ کرنے والے صرف خانقاہی صوفیاء کرام تھے چاہے وہ قادری سلسلے والے تھے یا چشتی سلسلے والے تھے یا مداریہ تھے یا نقشبندی سلسلے والے تھے یہی چار سلسلے والے تھے۔

نوٹ:

جس طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو ہندوستان کے اہلحدیث اپنا ہیرو مانتے ہیں اور اہلحدیث کا ...ہیرجانتے ہیں دراصل وہ جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ شیخ محمد اور ان کے والد محترم عبدالوہاب نجد "نجدی" خود کو ...امام احمد حنبلؒ کا پیروکار مانتے ہیں جن کو یہ ائمہ اربعہ کے چار مذہب کہتے ہیں۔ ان چار مذہب میں امام احمد ...حنبل بھی آتے ہیں اس طرح ہندوستانی اہلحدیث شاہ ولی اللہ محدث دہلی کو ہندوستان میں اہلحدیث کی بنیاد ...رکھنے والا کہتے ہیں اور خانقاہ دہلی رحیمیہ کو مدرسہ اہلحدیثؒ سے منصوب کرتے ہیں جو صرف جھوٹ پر مبنی ہے ...سچائی سے کوسوں دور ہیں جبکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی خود اپنی کتاب "حجتہ اللہ البالغہ" اردو صفحہ نمبر 9/10 ...میں لکھا کہ میں اور میرے آباء و اجداد سلسلہ والے تھے اور چاروں سلسلہ اپنے آپ کو اور آباء و اجدا کو وابستہ ...ہی نہیں بتایا باقاعدہ تحریر لکھ کر سلسلہ والے اور فیض یاب تحریر کیا ہے صفحہ نمبر 10 پر لکھا ہے سندات حدیث اور ...سند حاصل فرمائے تھے۔ 1144 ھجری میں اور اپنا طریقہ چاروں سلسلہ یعنی قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، مداریہ ...مداریہ کے ساتھ مساوی نسبت رکھتے تھے اور اسی میں سے خاندانی رشتہ بھی رکھتے تھے۔ صفحہ نمبر 9 پر لکھا ہے ...حضرت شاہ ولی اللہ ابن مولائی شیخ عبدالرحیم بن شیخ وجیہ الدینؒ عربی النسل قریشی خاندان کے چشم و چراغ ...تھے آپ کی پندرہویں پشت کے دادا شیخ شمس الدین مفتیؒ مقام رہتک میں جو اس وقت معراج ترقی پر پہنچا ...تھا مقیم ہوئے اور چند نسلیں اسی منصب قضا پر رہتی گذریں آپ کی ساتویں پشت شیخ محمود نے منصب قضا ...سے کنارہ کش ہوکر ملازمت شاہی اختیار کرلی اور پھر وہ آبائی سلسلہ ہوگیا۔ ملازمت کی وجہ سے دہلی میں قیام ...ہو گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ جناب مخدومی شیخ صاحب کی دختر نیک اختر کے بطن مبارک سے 4 ...شوال 1114 ھجری کو تولد ہوئے، باکمال علم کی معراج کمال پر پہنچ گئے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ قصبہ ...پھلت ضلع مظفر نظر میں ننھیال تھا اور اسی کو اصلی وطن قرار دیا گیا تھا۔ اس طرح قادریہ، مداریہ، چشتیہ اور شاہ

Scanned with CamScanner

ولی اللہ محدث دہلی قبیلہ قریش تھے۔ کتاب "شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود" صفحہ نمبر 201 پر لکھا ہے کہ 21 جمادی الاول 1351 ہجری کے مطابق 23 ستمبر 1932ء کو ایک شاہی حکم نامہ کا اعلان کیا گیا کہ تمام صوبوں کو جزیرہ نمائے عرب کا نام رکھا گیا ہے اس کا آج سے نام "مملکت سعودی عربیہ" ہوگا اور سرکاری گزٹ میں اس کا باقاعدہ اشاعت ہوئی غیر ملکوں میں سفارت خانے کھولنے شروع ہوئے اور دنیا کے تمام ملکوں کو اطلاع دی گئی اور آج سے ہمارا لقب بادشاہ مملکت سعودی عربیہ ہوگا۔

آمدنی کا ذریعہ:

شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن نے 1933ء میں کیلیفورنیا پیٹرولیم کمپنی کے ساتھ تیل نکالنے کا معاہدہ کیا۔ آرمکو آئیل کمپنی کے ڈائرکٹر کا بیان ہے کہ صفحہ نمبر 399 کتاب شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود 1937ء تک کمپنی خسارے میں تھی لیکن 1938ء میں کمپنی کو زبردست منافع ہونا شروع ہوا جو آج تک جاری ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ معاشی اقتصادی حالات سعودی عربیہ کیا رہے ہوں گے؟

مولف نے آگے صفحہ نمبر 440 پر رقم کیا تھا کہ شاہ عبدالعزیز آل سعود کا انتقال 9 نومبر 1953ء میں طائف میں اس وقت جب ان کی عمر 73 سال کی تھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا آبائی وطن میرٹھ تھا اور شاگرد سید احمد شہید کا آبائی وطن تکیہ علم اللہ شاہ رائے بریلی تھا۔ اس جگہ دینی تحریک کا مرکز قائم کردیا تھا اور اسی تکیہ سے انگریزوں کے خلاف فتویٰ بھی صادر کرتے تھے مصنف و مولف فاروقی ارگئی کتاب فخر وطن صفحہ نمبر 58 پر لکھا ہے۔

نوٹ:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ مادر وطن کی خاطر انگریزوں کے خلاف ہمیشہ فتویٰ دیتے رہے جب کہ مغلیہ سلطنت کا چراغ نااہلوں کے ہاتھوں بجھنے کی دہلیز پر آگئی تھا۔ مرہٹے، سکھ، جاٹ اور قزاق بنیاہ انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام پر اور ان کے ساتھ ساتھ فرانسیسی اور پرتگالی بھی کبھی ایک ساتھ مل کر ہندوستان کو لوٹ رہے تھے اور کمزور بادشاہ کو بے دخل کرنے پر تلے ہوئے تھے کہ بادشاہت ختم کرکے خود انگریز اقتدار کی دلی حکومت پر قابض ہو جائیں ایسے حالات میں حضرت شاہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مسلمانوں کے اندر نئی روح پھونک دی تھی کہ مسلمان قوم مردہ ہونے سے بچ جائے۔

1857ء کے پہلے احمد شاہ ابدالی اور نادر شاہ درانی نے دلی کو لوٹ مار قتل عام کرکے برباد کردیا تھا رہی بچی ہوئی کسر کر مرہٹے، سکھوں اور جاٹوں نے انگریزوں سے مل کر دلی سلطنت کو تہس نہس کرکے لوٹ مار کرکے برباد کردیا تھا۔

1728ء میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حج شریف کو تشریف لے گئے حج سے واپس آنے کے بعد اپنی تکیہ و خانقاہ سے تحریک آزادی شروع کردیا تھا جو آج بھی واقع تکیہ شاہ علم اللہ ضلع رائے بریلی میں قائم ہے اور یہی تکیہ تحریک کا مرکز بنی ہوئی تھی اور قائم رہی اور آج بھی تکیہ موجود ہے۔

1762ء میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا وصال ہوگیا۔ اپنی حیات میں انگریزوں کے خلاف فتویٰ صادر کرنے وقت نہیں ڈرتے تھے اور اپنے صاحبزادے و وارثین کو بھی شاہ عبدالعزیز کو انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تعلیم کہاں سے اور کس سے ملی تھی؟ جبکہ یہ خود تکیہ دار خانقاہی تھے جہاں سے دوسروں کو تعلیم دی جاتی تھی۔ آگے مولف نے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ طرز زندگی صوفیائے کرام کی بنیاد پر تھی اور سلسلہ چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ و مداریہ سے بیعت تھے اس طرح ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد محترم کی روایت کو قائم رکھا۔ کیونکہ یہ اس زمانے کی تاریخی واقعات پر مبنی ہے تب نہ دیوبندی تھے نہ ہی ندوی تھے نہ ہی بریلوی تھے اور نہ ہی اہلحدیث والے گروہ تھے بلکہ شافعی، حنبلی، مالکی اور حنفی تو تھے اور ہندوستان میں ان کے ماننے والے تھا اور بھی جو سلسلے کی روایت کو قائم کیے ہوئے تھے مثلاً قادریہ سلسلہ، چشتیہ سلسلہ، نقشبندیہ سلسلہ اور مداریہ سلسلہ اور مداریہ سلسلے والوں کا بڑا ہی شمالی ہندوہی میں نہیں پورے ہندوستان میں خاص طور پر بڑا زور تھا۔ ان مداریہ سلسلے والوں کی تکیہ و خانقاہیں ہوتی تھی جہاں سے تبلیغ کے لیے روانہ کیے جاتے تھے اور یہ تکیہ کی خانقاہ ان کے احاطے میں مدرسہ ہوتی تھی اور رات کو اللہ تعالیٰ سے عبادت و ریاضت میں مشغول تکیہ دار خانقاہی اللہ سے تنہائی میں روتے و گڑگڑاتے تھے اور جو بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے وہ دعا قبول ہو جاتی تھی اور ان ہی تکیہ دار خانقاہوں کے یہاں دعاؤں کے لیے لوگ لائن لگا کر کھڑے رہتے تھے اور جیسے ہی نماز سے فارغ ہوکر نکلتے تھے دعاؤں کا سلسلہ جاری ہوجاتا تھا اور ہر کوئی ان کی دعاؤں سے فیضیاب ہوتے تھے۔ مداریہ سلسلہ والوں کا زور کا یہ عالم تھا کہ پورے ہندوستان میں تبلیغ دین کے لیے علماء کو روانہ کیا جاتا تھا جیسا کہ مورخوں نے لکھا ہے کہ ابراہیم شرقی

Scanned with CamScanner

کے زمانے مداریہ علماء کا جلوس نکلا جاتا تھا جو شہر جونپور میں اور ابراہم شرقی وہ بادشاہ تھا جس نے سید بدیع الدین شاہ مدارؒ کی مزار کو بنوایا تھا اور اورنگ زیبؒ نے مزاروں کو کھدوا کر پھنکوا دیا کرتے تھے اسی اورنگ زیبؒ بادشاہ نے مزار پر سنگ مرمر کی جالیاں وغیرہ لگوا کر زینت بخشی تھی اور خاص نوٹ کرنے والی بات یہ تھی کہ مداریہ سلسلے والے خاص کر اس وقت تک تکیہ دار اور خانقاہی کہے جانے والے سید کے ذمہ یہ کام تھا کہ دین اسلام کی تعلیم مسلمانوں کو دیں اور دین کی تبلیغ گھوم گھوم دروازے دروازے جاکر دین کی تبلیغ کریں۔
آگے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ پر تاریخی روشنی ڈالتے ہوئے مصنف نے کیا لکھا ہے؟

مصنف نے لکھا ہے کہ نواب سراج الدولہ مرشد آباد اور میسور کے ٹیپو سلطان کی حکومت کو ہندوستانی غداروں کی مدد سے دونوں حکومتوں پر انگریزوں نے قبضہ کر کے ایک مستحکم انگریز حکومت کی بنیاد ڈالی۔ 1803ء میں لارڈ لیک نے دلی کو فتح کر لیا تھا لال قلعہ میں شاہ عالم کو قتل کرنے کے بجائے سازش کے تحت زندہ رکھنے میں انگریزوں کا فائدہ تھا اس لیے انگریزوں نے شاہ عالم کو ذلت آمیز معاہدے پر دستخط کرنے پر مجبور کیا اور نام کا بادشاہ صرف قلعہ محدود رکھا کہ اپنے خاندان پر حکومت کرے۔ اگر بادشاہ شاہ عالم کو قتل کر دیا جاتا تو انگریزوں کو فائدہ کم نقصان زیادہ ہوتا اور ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف بغاوت کے اندیشے کے پیش نظر انگریزوں نے کٹھ پتلی حکومت شاہ عالم کی قائم رکھی اور عوام کے سامنے مغل بادشاہ کا چہرہ رکھ کر شاہ عالم کو زندہ چلتی پھری لاش میں تبدیل کر دیا تھا کیونکہ سارے اختیارات کو انگریزوں نے اپنے پاس منتقل کر لیا تھا۔ انگریز جیسے ہی اقتدار میں آئے تمام ہندوستانیوں پر ظلم وستم کے قہر بن کر ہر خاص و عام پر ہندوؤں اور مسلمانوں پر اپنے عیسائی مذہب کے عقائد اور اپنی تہذیب کو لوگوں پر عائد کرنے کی کوشش شروع کر دی اور تمام ہندوستانی مذہبوں کی آزادی ختم کر دی تھی۔
انگریز اور ان کی حکومت مذہب نصرانیت کا غلبہ مسلمانوں پر ہر حال میں چاہتے تھے۔ دیکھیے صفحہ نمبر 62 ''فخر وطن'' مصنف ارگلی فاروق

انگریزوں کی زور زبردستی کو مذہب نصرانیت مسلمانوں پر غالب ہو اس کے خلاف شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ نے انگریزوں کو للکار کر فتویٰ جہاد جاری کر دیا اور پورے ہندوستان کو پہلی بار دارالحرب قرار دیتے ہوئے انگریزوں کو مادر وطن ہندوستان کی سرزمین کو پاک کرنے کا حکم صادر کر دیا کہ انگریزوں کو نکال باہر کر دیا جائے۔

انگریز حکومت کی فوری پابندی:

(۱) عیسائی اعلیٰ عہدے داران کا حکم بلا روک ٹوک جاری کرنا اور فوری نفاذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ملک داری انتظامات، رعیت پر حکم، خراج کی وصولی، باج وعشرو مالگزاری پر حکم نامے کے مطابق عمل، اموال تجارت، ڈاکوؤں اور چوروں کے انتظامات، مقدمات کا فیصلہ، جرائم کی سزاؤں وغیرہ پر عمل دخل انگریزی حکومت کا ہو یعنی کہ سول معاملات، فوج، پولس، دیوانی، فوجداری کے معاملات، کسٹم ڈیوٹی وکلکٹریٹ کے معاملات میں یہ لوگ بطور خود انگریز حاکم اور مختار کل مطلق العنان ہو گئے تھے۔

(۲) ہندوستانیوں کے کل اختیارات پر انگریز قابض ہندوستانی کسی بھی معاملات میں رخنہ نہیں ڈال سکتے تھے سوائے انگریزی حکم پر عمل کے پابند تھے۔

(۳) بے شک نماز جمعہ، عیدین کی نماز، آذان اور قربانی جیسے مذہب اسلام کے چند احکام میں انگریز رخنہ نہیں ڈالتے تھے لیکن جو چیز ان کی جڑ اور حریت کی بنیاد ہے یعنی رائے اور ضمیر کی آزادی اور شہری آزادی وہ سب انگریزوں نے پامال کر دیا چنانچہ وہ بے تکلف مسجدوں کو مسمار کر دیتے تھے۔

(۴) عوام کی شہری آزادی کو بالکل ختم کر دیا تھا۔ انتہا تو یہ ہوگئی تھی مسلمان یا ہندو کو اجازت مانگنی چاہیے کہ شہر کے اطراف ان کی جانب آجا سکیں۔

(۵) عام مسافروں یا تاجروں کو شہر میں آنے و جانے کی اجازت دین بھی انگریز کے ملکی مفاد یا عوام کی شہری آزادی کی بناء پر نہیں بلکہ خود انگریز اپنے نفع کی خاطر کرتے تھے۔

(۶) اس کے بالمقابل خاص ممتاز اور نمایاں حضرت مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم بھی ان کی اجازت کے بغیر اس ملک میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔

(۷) دہلی سے کلکتہ تک انگریزوں کی عملداری ہوتی تھی۔

(۸) بے شک کچھ حکمران ہند مثلاً حیدر آباد، لکھنو، رام پور میں چونکہ وہاں کے حکمرانوں نے انگریزوں کی اطاعت قبول کر لی تھی براہ راست ان پر نصاریٰ کے احکام جاری نہیں ہوتے تھے مگر ان حکمرانوں کے ذریعہ انگریزی احکامات جاری ہوتے تھے۔

(۹) مگر پورے ملک کے درالحرب ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔

(۱۰) شاہ عبدالعزیزؒ کسی ملک کے دارالسلام ہونے کے لیے محض مسلمانوں کی آبادی کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ مسلمان باعزت طریقے پر زندگی گذاریں اور ان کے شعار ہوں

Scanned with CamScanner

کہ مذہب کا احترام کیا جائے۔

(۱۱) حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے نزدیک بلاشبہ وہ دارالسلام ہوگا اور از روئے شرع مسلمانوں کا فرض ہوگا کہ وہ اس ملک کو اپنا ملک سمجھ کر اس کے لیے ہر طرح خیر خواہی اور دور اندیشی سے ملک کا ہر طرح سے دفاع کریں۔ ''نقش حیاتؒ''

(۱۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے فرزند شاہ عبدالعزیز کو اپنا جانشین 17 سال کی عمر میں بنا دیا تھا۔ شاہ ولی اللہ کے وصال کے بعد عظیم المرتبت فرزند نے اپنے والد کے مشن کو بڑی خوش اسلوبی سے آگے بڑھایا تعلیم دین اور تبلیغ و ارشاد کا دائرہ پورے ملک میں پھیلایا شاہ ولی اللہ کے انقلابی پیغام کو پورے ملک میں پھیلایا۔

اپنے والد محترم کی وفات کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ نے والد محترم کے قائم کردہ مدرسہ رحیمیہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ مدرسہ خانقاہی شکل میں تھا یہی مقام ہے جہاں خاندان ولی اللہ ہی کے مزارات واقع ہیں یعنی قبرستان مہندیاں۔ جہاں مدرسہ رحیمیہ آج بھی دینی تعلیم کا مرکز ہے۔ 1947ء کے ہنگاموں میں اس مقام پر انگریزوں نے قبضہ کرنے کے بعد تمام آثار مٹا دینے کی کوشش شرپسند عناصر کی جانب سے کی گئی لیکن ایک دبنگ مسلمان علی محمد شیر میوات نے اس کی حفاظت کی اور مدرسہ رحیمیہ خانقاہی کو از سر نو احیاء بخشا۔ اس کے پہلے بھی 1857ء میں یہ مدرسہ خانقاہی کو انگریزوں نے تباہ و برباد کردیا تھا اور زمین کو سرکاری تحویل میں لے کر ضبط کرلیا تھا پرانی دہلی کے علاقہ کلاں محل علاقے میں وہ مقام آج بھی شاہ صاحب کے نام سے منسوب ہے۔ اگرچہ آج اب صرف علامت کے طور پر گلی کے نام تک محدود ہے جس پر لکھا ہے ''گلی مدرسہ شاہ عبدالعزیز شاہ صاحبؒ''

طرزِ زندگی:

(۱) مدرسہ خانقاہی میں لنگر کا نظام تھا۔

(۲) حضرت شاہ عبدالعزیز کی طرز زندگی صوفیائے کرام کی تربیت پر عمل فرماں تھی، اور اسی پر زور دیتے تھے۔

(۳) ضلع رائے بریلی کے تکیہ شاہ علم اللہ کے تکیہ دار و خانقاہ کے مالک تھے جہاں سے دین اسلام کی تبلیغ کے لیے لوگوں کو بھیجا جاتا تھا۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی اور فخر وطن، مسلم آزادی و مجاہدین کا زوال

صفحہ نمبر 66)

(۴) خانقاہ میں درس و تدریس کا سلسلہ مدرسہ کی شکل میں عمل پیرا تھا جہاں پر تعلیم دی جاتی تھی اور رات میں عبادت و ریاضت اور نماز بعد دعاؤں کا سلسلہ جاری ہوتا تھا خدمت خلق ایک مشن کی طرح ادا کیا جاتا تھا ان تکیہ داروں کے خانقاہی نظام میں اعلیٰ و ادنیٰ کی تفریق نہیں تھی۔

شاہ عبدالعزیز کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا شاہ رفیع الدینؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت مولان شاہ عبدالغنیؒ کے علمی و دینی خدمات ہندوستانی ملت اسلامیہ کا دائمی سرمایہ ثابت ہوئیں۔ شاہ عبدلقادرؒ کو یہ شرف حاصل ہے کلام پاک کا اردو ترجمہ ''موقع القرآن'' کے عنوان سے سب سے پہلے انھوں نے ہی کیا تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے انگریزوں کے خلاف عملی زندگی میں جہاد کی بنیاد رکھی آپ کے بھتیجے مولانا شاہ محمد اسمٰعیلؒ اپنے نواسے مولانا شاہ محمد اسحٰقؒ اور شاگرد رشید سید احمد شہیدؒ کو وطن کی حرمت کے لیے جانوں کی بازی لگا دینے والے مجاہدین کی پوری جماعت تیار کردی تھی۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے جہادی تنظیم کا امیر سید احمد شہیدؒ کو مقرر کیا ان کے ہمراہ مولانا عبدالحیؒ، مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ، مفتی صدر الدین دہلویؒ، مفتی رشید الدین دہلویؒ اور مولانا حسن علی لکھنویؒ اور شاہ عبدالغنی دہلویؒ کا تقرر جہادہ تنظیم میں عمل میں آیا۔

1824ء میں شاہ عبدالعزیزؒ کا انتقال ہوگیا۔ (ص نمبر 70/68/67/66 فخر وطن)

تاریخ آزادی ہند کے عظیم ہیرو سید احمد شہیدؒ کی ولادت 29 نومبر 1786ء کو رائے بریلی کے اس محترم دینی گھرانے میں ہوئی۔ پشتہا پشت سے بزرگی، نیکو کاری اور پرہیزگاری کے لیے معروف تھا۔ آپ کا سلسلہ نصب حضرت حسن مثنیٰ صاحب حضرت امام حسنؓ بن علی مرتضٰی سے ملتا ہے۔ حضرت مثنیٰ کی اہلیہ حضرت فاطمہ صغریٰ بن سیدنا حضرت امام حسینؓ ملتا تھا۔اس طرح حضرت سید احمد شہیدؒ کا خاندان حسنی و حسینی سید کہا جاتا ہے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے جد اعلیٰ حضرت شاہ علم اللہ کا شمار اپنے عہد کے اکابر علماء اور صوفیائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ حضرت الف ثانی کے مرید صادق و خلیفہ تھے۔ حضرت علم اللہ نے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں 1096 ھجری میں رائے بریلی کے اس مقام پر وفات پائی جہاں انھوں نے سالہا سال تک عبادت و ریاضت اور رشد و ہدایت کا چراغ روشن رکھا۔

Scanned with CamScanner

تکیہ و خانقاہ متبرک مقام ہے

رائے بریلی میں واقع دائرۂ علم اللہ شاہؒ کی تکیہ وہ متبرک مقام ہے جہاں سے پوری ہندوستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی پھیلی یہ پاکیزہ سرزمین اولیاء اللہ والی کی اور صلحاء و علماء دینی مبلغین اور مجاہدین کے لازوال علمی دینی اور روحانی کمالات کی آج تک گواہی بنی ہوئی ہے۔ حضرت شاہ علم اللہ کے پرپوتے شاہ ابو سعیدؒ حضرت شاہ ولی اللہ کے عزیز ترین مریدوں میں سے تھے جن کی بزرگی اور للّٰہیت کے واقعات اس عظیم خاندان کے چشم و چراغ مولانا سید ابوالحسن ندویؒ یعنی علی میاں ندی نے شہرۂ آفاق کتاب ''سیرت احمد شہیدؒ'' میں تذکر الابرار سیرۃ السادات اور نزہۃ الخواطر کے حوالوں سے بیان کیے ہیں۔ علی میاں ندوی لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہؒ کے مخصوص لوگوں میں شاہ صاحب کے علوم و کمالات سے جن خوش قسمت افراد نے ان کی زندگی میں استفادہ کیا اور شاہ صاحب کو پہچانا ان کے پہلے طبقے میں سید شاہ ابو سعیدؒ کا شمار ہے (فخر وطن ص 72) بحوالہ فخر وطن صفحہ نمبر 74 پر فاروق ارگلی نے لکھا ہے کہ سید صاحب شاہ عبدالقادرؒ کی خدمت میں اکبر آبادی مسجد میں رہنے لگے (بحوالہ مخزنِ احمد) ترجمان القرآن حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی قربتوں سے سید احمد شہیدؒ نے خوب فیضان حاصل کیا۔ آپ شاہ عبدالعزیزؒ سے بیعت ہوئے اور سلسلہ چشتیہ، قادریہ و نقشبندیہ میں داخل ہوئے ہیں یہیں انھوں نے سلوک و طریقت کی تربیت پائی۔

نوٹ :

شاہ عبدالعزیزؒ سلسلہ چشتیہ، قادریہ و نقشبندیہ میں داخل ہوئے یہ تحریر بیان غلط ہے کیونکہ وہ کود تکیہ دار و خانقاہ کے مالک تھے اور سلسلہ مداریہ کا اس زمانے میں بڑا زور تھا اور وہ مداریہ سلسلے کے سید حسنی و حسینی تھے اور ہندوستان میں سب سے بڑا علمی مرکز تھا مکن پور فیضان العلوم کے نام سے مدرسہ مشہور تھا وہ بیعت و مرید نہیں بلکہ خاندان مداریہ سے تعلق تھا جن کے آباء و اجداد سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کے رشتہ میں تھے اور نہیں تو محترم رابع حسن ندوی صاحب آج باحیات ہیں کنفرم کیا جاسکتا ہے۔ کچھ مورخوں نے جھوٹی تاریخ مرتب کرنے کی کوشش میں لگے ہیں۔ لہٰذا تحقیق کرنا زیادہ بہتر ہے۔

شاہ عبدالعزیزؒ کی ایما پر ہی آپ سید احمد شہیدؒ نے انگریز مخالف نواب امیر خان کے لشکر میں رہ کر داد شجاعت حاصل کی اور سپہ گیری کی عملی تربیت بھی حاصل کی جب نواب امر خان نے انگریزوں سے صلح کرلی تو

شاہ صاحب نے سید احمد شہیدؒ کو واپس بلا لیا۔

شاہ عبدالعزیز نے انگریزوں کے خلاف لشکر جہاد کی تنظیم کا سید احمد شہیدؒ سربراہ بنایا۔ اس وقت ان کی عمر 40 سال تھی اور ان کے داماد حضرت مولانا عبدالحیٔ کی عمر 50 سال تھی۔ شاہ اسماعیل شہید کی عمر 48 سال کی تھی خاص بات یہ تھی سید احمد شہیدؒ کی دینی اور روحانی عظمت کا لوگوں کو اعتراف تھا۔

1819ء میں دہلی واپس لوٹے اور اپنے مرشد حضرت شاہ عبدالعزیز سے ملاقات کی یہ ان کی آخری ملاقات تھی۔ سید احمد شہیدؒ کا بنیادی مشن ملک سے باطل عیسائیت و نصاریٰ کی قوت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا۔ لیکن یہ مشن سماجی اصلاح کے نام سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس زمانے میں نام نہاد علماء نے سفر حج کے راستوں کی مخدوش ہونے اور حاجیوں کے جان و مال کے لیے زبردست خطروں کو دیکھتے ہوئے ایسے فتوے دیے تھے جن کے مطابق فریضہ حج کی لازمیت ختم ہوگئی تھی۔

ایک انگریز مصنف ہنٹر نے سید احمد شہیدؒ کی تحریک آزادی کو وہابی تحریک سے جوڑا جو تاریخی اعتبار سے غلط ہے کیونکہ مداریہ سلسلے والوں کے خلاف ہر طرح کی سازش انگریز کرتے تھے تاکہ مداریہ سلسلے کی تحریک و شناخت ہمیشہ ہمیش کے لیے تاریخ سے مٹ جائے۔ ہنٹر کو معلوم کیسے ہوا کہ یہ سعودی عربیہ کے عبدالوہاب نجدی کی تحریک ہندوستان میں شروع ہوگئی تھی۔ سچائی یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز سعودی میں اپنی حکومت حکومت کی بنیاد 1938 میں ڈالی تھی۔ مورخ بحر اللہ ہزاری کتاب کا نام شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آلِ سعود جبکہ سعودی میں مکہ اور مدینہ میں علی بن حسین کی حکومت تھی اور ہندوستان مداریہ سلسلے والے شریعت کے سخت پابند تھے جیسا کہ مورخ شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے تاریخ کتاب رود کوثر پر

(۱) مصنف شیخ محمد اکرام، تاریخی کتاب موجِ کوثر اور فاروق ارگلی تاریخی کتاب، فخر وطن پر خود لکھتے ہیں کہ یہ پروپگنڈہ تھا تحریک آزادی میں چھوٹے بڑے جاگیردار ان علماء کا ساتھ وہابیت کے نام پر چھوڑ دیں گے اور تحریک آزادی اپنے آپ مر جائے گی۔

(۲) اور سچائی یہی ہے کہ وہابیت کے جھوٹے الزام نے مسلمانوں کی اس خالص تحریک آزادی کو بے انتہاء نقصان پہنچایا۔

(۳) انگریزوں کی شرانگیزی ہے کہ مسلم علماء کے ایک نہات اہم طبقے علماء دیوبند کو کم فہم عناصر وہابی قرار دیتے ہیں۔

(۴) جبکہ وہابیوں اور علماء دیوبند میں مسلکی اور فقہی اعتبار سے واضح طور پر اختلاف پایا جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

29 اپریل 1824ء میں سید عبدالعزیز حج سے واپس تشریف لائے اپنے وطن رائے بریلی شاہ علم اللہ کی تکیہ پر پہنچے اپنے وطن میں ہی تکیہ شاہ علم اللہ پر 6 مئی 1824ء حضرت شاہ عبدالعزیزؒ جہانِ فانی سے رخصت ہوگئے۔ حضرت شاہ محمد اسحاقؒ دہلی میں مرکزی دعوت وتحریک شاہ ولی اللہ کے سربراہ مقرر ہوئے۔

نوٹ :

حضر سید احمد شہیدؒ نے مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحیؒ وغیرہ کو اور اپنے خاص رفقاء کو ہندوستان کے مختلف مقامات کے تبلیغی اصلاحت کے لیے دوروں پر روانہ کیا کرتے تھے اور خود تکیہ شریف کی خانقاہ میں عبادت و ریاضت اور مکاشفہ و مراقبہ میں مشغول ہوئے۔ (فخر وطن صفحہ نمبر 77)

وہابیت کے نام پر راجہ رنجیت سنگھ نے سید احمد شہیدؒ کو شکست دے دی ہوا یوں کہ پنجاب کے راجہ رنجیت سنگھ کی حکومت کے تابع مسلمان جاگیرداروں نے غداری کی۔ سازشی انگریز نے سرحد کے مسلم قبائل یہ شرانگیزی پروپگنڈہ کیا کہ اس میں مکمل کامیابی حاصل کرلی کہ ولی اللہؒ ہی تحریک آزادی نہیں ہے بلکہ وہابیوں کی تحریک ہے۔ شاطر دماغ انگریز دغابازی و مکاری کے حربے کو صحیح وقت پر استعمال کیا جو مسلمان علماء کی تحریک آزادی کے لیے مہلک ثابت ہوئے۔ عام مسلمان پٹھان قبائل وہابیت سے سخت نفرت کرتے تھے اور یہ تمام مجاہدین آزادی ان کی نظر میں وہابی دکھائی دینے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 6 مئی 1831ء کو مہاراجہ رنجیت کے بیٹے شیر سنگھ انھیں نے شہید کردیا اور ان کے ساتھ 500 مجاہدین شہید ہوگئے صرف وہابی کے نام پر پروپگنڈہ کر انگریزوں نے قتل کروادیا۔

نوٹ :

سید احمد شہیدؒ کی تحریک وہابی تحریک نہیں تھی نہ ہی دیوبندی تحریک تھی نہ ہی بریلوی تحریک تھی بلکہ راجہ رنجیت سنگھ اور انگریزوں کی وہابیت کی افواہ اڑائی گئی تا کہ جو مسلمان جاگیردار سید احمد شہیدؒ کی مدد کرنے والے تھے، وہابیت کے نام پر متنفر ہوجائیں اور سید احمد شہیدؒ کی مدد نہ کریں اور یہ سازش کام کرگئی مسلمان جاگیردار اور زمیندار وہابیت کے نام پر سید احمد شہیدؒ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے شکست کا منہ دیکھنا پڑا جبکہ وہ خود تکیہ دار خانقاہی سلسلہ والے تھے لیکن راجہ رنجیت سنگھ اور انگریزوں کی افواہ نے ایسا

کام کیا کہ 300 مجاہدین کے ساتھ ساتھ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کردیئے گئے بالاکوٹ کا میدان گنج شہداء بن گیا۔

یہاں یہ بات طے ہوجاتی ہے کہ دیوبندی اور وہابی یا بریلوی تحریک کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ دیوبندی اور وہابی یا بریلوی تحریک کی بنیاد 1866ء کے بعد کی ہیں اس کے پہلے تکیہ دار خانقاہوں کی تحریک کا ذکر ملتا ہے لہٰذا لکھنے والے نہ جانے کیوں دیوبندی تحریک لکھ کر جھوٹ یا وہابی یا بریلوی تحریک لکھ جھوٹ پر جھوٹ تحریر کرتے ہیں اور اپنی تقریروں میں ان ہی الفاظ کو زبانی دہراتے بھی ہیں لیکن تحریک آزادی کی سچائی سے کوسوں دور ہیں۔ یہ علماء اور ان کی تحریک اور جنگ آزادی میں شہید ہونے والے لوگ کون تھے؟ ایک سوالیہ نشان مسلمانوں کے مسلکی طرزِ عمل پر سوال کھڑا کیے ہے کہ ہر مسلک والے جنگ آزادی کو اپنے ہی تحریر اور اپنی تقریر سے جوڑ کر دیکھتا ہے اور عوام میں جنگ آزادی کے شہیدوں کو اپنے ہم مسلک والے بتا کر اپنے مسلک کا ہیرو بنا کر پیش کرتا ہے۔ جبکہ تاریخ کے واقعات کی اپنی سچائی کچھ اور بیان کرتی ہے۔ یہ جنگ آزادی کے شہید علماء و مسلکی نہ ہونے کے بجائے سلسلے والے علماء تھے چاہے وہ قادریہ سلسلے کے ہوں یا چشتیہ سلسلہ کے ہوں نقشبندیہ ہوں یا مداریہ ہوں یہ چاروں سلسلہ والے تھے۔ سچائی یہ ہے کہ مادر وطن کی جنگ آزادی میں پہل کرنے والے مداریہ سلسلے کے ہی لوگ تھے۔ تحقیق تو یہ ہونی چاہیے کہ یہ کس سلسلہ کے علماء تھے جن کو انگریزوں نے بڑی تعداد میں بے دردی سے شہید کرڈالا چونکہ تکیہ دار خانقاہوں کا ذکر تاریخی واقعات میں زیادہ ملتا ہے جو کہ تکیہ دار خانقاہی لوگوں ہی گھوم گھوم کر تبلیغ دین کا کام کرتے تھے جن میں مداریہ سلسلہ والے پیش پیش تھے۔ انگریز عیسائیت کا پرچار کرتے تھے اور مداریہ سلسلے والے مذہب اسلام کی تبلیغ کرتے تھے اور دونوں میں زبردست کشمکش جاری تھی جو جنگ کی صورت اختیار کرگئی تھی۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز حکومت پر سب سے پہلے کلائیو گورنر جنرل پر مداریہ سلسلے والوں نے حملہ کردیا۔ انگریزوں کے طرفدار راجے مہاراجے، جاگیردار، زمیندار اور خود ہندوستانی بنئے تھے اور مداریہ سلسلے والے مسلسل ان پر حملے کر رہے تھے لہٰذا انگریزوں کی نظر میں سب سے زیادہ خطرناک دشمن مداریہ سلسلے کے علماء حضرات تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت وقت سے لڑنے کا انجام سلسلہ مداریہ کے تمام علماء کو شہید کردیا گیا، خانقاہوں کو برباد کردیا گیا۔ مدرسہ فیضان العلوم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا اور سلسلہ مداریہ کو اپنی شناخت چھپانا پڑتا تھا تمام تکیہ داروں کی خانقاہون کو اجاڑ دیا گیا تھا املاک کو ضبط کرلیے گئے تھے۔

مولانا شاہ ولی اللہؒ ان کے صاحب زادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ان کے بھانجے شاہ اسماعیل

Scanned with CamScanner

شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ بھی تکیہ دار خانقاہی تھے۔ صوفیاء کرام و اولیاء کرام کی طرزِ زندگی اپنائے ہوئے تھے اور یہ سلسلہ والے لوگ تھے جیسا کہ مورخوں نے لکھا ہے جن کا اصل مرکز مکن پور تھا۔ وہابی تحریک راجہ رنجیت سنگھ اور انگریزوں نے ان لوگوں پر الزام لگا کر مسلمان جاگیرداروں اور زمین داروں کو اپنی طرف ملا کر سید شہید احمدؒ کو شکست دی اور تمام وہ لوگ شہید ہوگئے نہیں تو جنگ کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ (تاریخ ہند صفحہ نمبر 251/250، مفتی پالن پوری)

رود کوثر صفحہ نمبر 566 پر شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے شاہ ولی اللہؒ سلسلے نقشبندیہ سے تھے اور چاروں سلسلے والوں کو اپنے پیر طریقت پر فوقیت دیتے تھے اور صفحہ نمبر 538 پر لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ نقشبندیہ طریقے پر عامل تھے ان کے والد عبدالرحیم شاہ سید عظمت اللہ اکبر آبادی جو چشتیہ سلسلے کے بزرگ تھے اور خلیفہ ابو قاسم اکبر آبادی قادریہ سلسلے کے علاوہ نقشبندیہ سلسلے کے بزرگوں سے فیض حاصل کیا کرتے تھے کیا وہ مداریہ سلسلے سے نہیں تھے؟ جبکہ وہ خود تکیہ دار خانقاہی بزرگ تھے (صفحہ نمبر 534)۔ 21 فروری 1703 میں پیدا ہوئے تھے اور ان کے والد نقشبندیہ کے عبدالرحیم کامل صوفی تھے (رود کوثر ص 39) بلکہ نقشبندیہ سلسلے کے دوسرے بزرگوں سے شاہ عبدالرحیم نے حضرت خواجہ خرد سے ایک مدت تک فیض حاصل کیا جو شُ احمد سرہندی اور شیخ الہ داد اور خواجہ حسام الدین کی صحبت میں رہے اور تینوں خواجہ باقی اللہ کی صحبت میں رہے جب شاہ صاحب نے حضرت خواجہ خرد سے بیعت کی درخواست کی تو انھوں نے حضرت مجدد کے فرزند ارجمند خواجہ محمد مقصوم کی بیعت کا نہیں بلکہ شیخ آدم بنوری کے کسی خلیفہ کی بیعت کا مشورہ دیا۔ چنانچہ آپ سید عبداللہ اکبر آبادیؒ کے مرید ہوئے جو شیخ آدم بنوری کے ممتاز خلیفہ تھے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اور شاہ ولی اللہؒ نے اس کی تصریح کردی ہے کہ شاہ عبدالرحیم سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ نہیں ہیں بلکہ طریقہ نقشبندیہ یاقویہ ہیں۔ بس ان کا ہوکر رہ گیا۔ ایک طرح ظالم حکمرانوں جاگیرداروں اور زمینداروں سے بچنے کے لیے مظلوم لوگوں معصوم اور شودروں کے لیے تکیہ دار کی خانقاہی ان مظلومین کی جائے پناہ گاہ تھی۔ کسی بھی ظالم سے ظالم حکمران کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ تکیہ دار کے خانقاہوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ کہیں یہ اللہ والے تکیہ دار خانقاہی بددعا نہ کردیں اور حکومت کی شان اور شوکت کا بیڑہ ہمیشہ کے لیے غرق نہ ہوجائے اور حکومت جاتی رہے۔

ظالم سے ظالم حکمران تکیہ دار خانقاہوں سے ڈر سے ہمیشہ دور ہی رہتے تھے کیونکہ یہی تکیہ دار خانقاہی دن کے اجالے میں تعلیمی نظام کو قائم کرتے تھے اور بچوں کو تعلیم دینے کے بعد رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں اللہ تعالیٰ سے روتے اور گڑگڑاتے تھے اور سجدے کی حالت میں سوائے اللہ تعالیٰ سے آہ بکا کے

کچھ نہ کرتے تھے جو کچھ طلب ہوتی تھی وہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے۔ ان ہی تکیہ داروں کے خانقاہی نظامِ تعلیم کو 1866ء میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے مسلمانوں کو تعلیمی نظامِ حیات میں اضافہ کرتے ہوئے مدرسہ کی شکل میں نظامِ تعلیم کی جدید طریقے سے قدیم روایت پر رکھی۔ تعلیم حاصل کرنے خانقاہوں کے نظام تعلیم کو مدرسوں کی شکل میں بدل دیا۔ تعلیم کی سند یا سٹوفکیٹ بچوں کو عطا کی جانے کی شکل میں تبدیل کردیا اور ایک نئی راہ نظامِ تعلیم کو دی۔

(۱) اخبار اردو انقلاب بمبئی 10 دسمبر 2010ء کو لکھتا ہے کہ 1866ء کو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے دیوبند کی بنیاد رکھی تھی۔

(۲) اور ٹائمز بمبئی 21 جنوری 2011 بروز جمعہ تحریر کرتا ہے کہ حضرت مولانا احمد رضا خان نے مسلمانوں کو تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے 1904ء میں دارالعلوم بریلی شریف کی بنیاد رکھی تھی۔ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب سلسلہ قادریہ کے عظیم خانقاہ ''برکات مارہرہ'' کے بزرگ سید شاہ آلِ رسول مارہروی سے 1878ء میں بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے۔

(۳) سہارا اردو اخبار بمبئی، یکم جنوری 2011ء کو لکھتا ہے کہ سر سید احمدؒ خان نے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی 1975ء بنیاد رکھی جو کہ بعد میں علی گڈھ مسلم یونیورسٹی سے پورے دنیا میں مشہور ہوگیا۔

(۴) اہلحدیث سلفیہ بنارس کی بنیاد 1963ء میں بنارس اترپردیش میں رکھی گئی تھی۔

اس طرح دینی تعلیم اور عصری تعلیم کے ہندوستان میں بہت سارے مرکز قائم ہوتے چلے گئے۔ آج تقریباً ہندوستان میں ہر جگہ گلی، محلے، قصبہ و شہروں میں مسلکی مدرسے کالج اور یونیورسٹیاں قائم ہوتے چلے گئے مسلمانوں کی آج بدنصیبی یہ ہے کہ ان میں آپسی مسلکی اختلاف بہت ہی شدید رخ اپنائے ہوئے ہیں۔ ان کے مسلکی اختلاف کا ثبوت یہ ہے کہ اگر ان کے فتوے جو ایک دوسرے کے خلاف دیے ہیں جمع کرلیا جائیں تو ہندوستان میں مسلکی اختلاف کی بنیاد پر یہ ایک دوسرے مسلک کو مذہب اسلام سے خارج کرچکے ہیں۔ اس طرح ہر مسلکی مسلمان کے مذہب اسلام کا خارجہ سرٹیفکیٹ و سند موجود ہے۔ ان کے خارجہ فتوے کی سند کی وجہ سے ہندوستان میں ایک بھی مسلمان نہیں بچتا۔ ان مسلکی اختلاف و فتوے کے بجائے ہندوستان کے بھی مسلمانوں کو جوڑنے کی سخت ضرورت تھی اور اپنے اپنے مسلک میں منفی پہلو اپنانے کے بجائے مثبت رخ پر ایک دوسرے کو جوڑنا چاہیے تھا۔ ان مسلکوں کے برعکس چاروں سلسلے والوں میں کبھی بھی اختلاف نہیں رہا۔ نہ ہی چاروں سلسلے والوں نے کبھی بھی ایک دوسرے کے خلاف کسی قسم کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ یہ ایک

Scanned with CamScanner

دوسرے کو مضبوطی کے ساتھ جوڑے ہوئے تھے ایک دوسرے کے لیے اتنے زیادہ خیر خواہ تھے کہ ہمیشہ ایک دوسرے کے مددگار تھے، یہ الگ موضوع ہے۔ پھر کبھی اس پر تحریر کروں گا۔ اصل موضوع دین اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کو تعلیم کیسے اور کہاں سے ملتی تھی؟ ہندوستان میں تعلیمی درس گاہیں کہاں تھیں؟ ان کا معلم کون تھا؟ ہندوستان میں چاروں سلسلے والے اپنی اپنی محنت ولگن اور اپنی تعلیمی لیاقت کے مطابق دعوت اسلام کا کام جاری رکھے ہوئے تھے جس میں اصل محنت و دعوت دین کا کام گھوم گھوم کر دروازے دروازے Door To Door دعوت دین پہنچانا سید بدیع الدین شاہ مدارؒ کے سلسلے والوں کے کندھوں پر تھا۔ پورے ہندوستان کے علاوہ پوری دنیا میں جہاں تک ہوسکے دین کی دعوت تبلیغ کی شکل میں کرتے تھے جیسا کہ مورخ شیخ محمد اکرام نے رود کوثر صفحہ نمبر 517 پر لکھا ہے۔

واقعہ:

مورخ شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے کہ مورث اعلیٰ سید شاہ سلطان حسینی مداریہ جنھوں نے ایک ہندو راجہ بلیا دیکھی کو بھگا کر اس کے راج پر قبضہ کرلیا تھا شاہ شجاع بن شاہجہاں نے جس طرح ڈاکٹر باٹین سے خوش ہوکر انگریز کمپنی کو بے پناہ مراعات دی تھی جس کا نتیجہ عالمگیر اور کمپنی کی کشمکش اور ساٹھ ستر سال بعد نتیجہ پلاسی کی لڑائی کی صورت میں ظاہر ہوا اس طرح شاہ شجاع نے سید شاہ سلطان حسینی مداریہ کو دینی دعوت تبلیغ کے عوض میں خاص مراعات دے رکھی تھی اس زمانے کی ایک سند محررہ 1659ء راج شاہی کے سرکاری دفتر میں آج بھی موجود ہے۔ جس میں شاہ شجاع نے سید شاہ سلطان حسینی مداریہ کو جو اختیارات دیے تھے وہ دینی دعوت گھوم گھوم کر تبلیغ کرنے کے عوض میں دیے تھے (آج سلسلہ مداریہ کی تبلیغ کے نظام کو تبلیغ جماعت والے اسی راہ خط پر گھوم گھوم کر دعوت دین کا کام کررہے ہیں۔

دفعہ ایک: مراعات:

(۱) تم جب کبھی لوگوں کی ہدایت وتبلیغ کے لیے جاؤ

(۲) تم جب کبھی سیر و سیاحت کے لیے جاؤ

(۳) تم جب کبھی شہروں اور دیہاتوں وصوبے کے اضلاع اور جہاں کہیں اپنی خوشی کے مطابق جانا چاہو تو جائیں۔

مراعات میں اختیارات:- مداریہ سلسلہ والوں کو سرکاری طور پر اختیار حاصل ہے کہ جلوس کا سارا ساز و سامان

مثلاً علم، جھنڈا، پھریرے، بانس، عصا، باجے، ماہی مراتب پانے ساتھ لے جاؤ۔

دفعہ چہارم:- جب تم ملک کے کسی حصے میں جاؤ تو مالیکان دیہہ اوار کاشتکار تمہیں اشیائے خوردنی مہیا کرنے کا بندوبست کریں گے۔

شاہ شجاع بن شاہجہاں نے جو مراعات تبلیغ دعوت دین اور تعلیمی خدمات لوگوں کو علمی زیور پہنانے کے لیے دی تھیں تکیہ دار خانقاہوں میں مدرسے قائم کیے ہوئے تھے اور مداریہ سلسلے والے گھوم گھوم کر دروازے دروازے Door To Door دعوت اسلام کا کام جاری رکھے ہوئے تھے۔ بمبئی بڑی تقویم کو مداریہ سلسلے کی تبلیغ کرنے والے مبلغوں کی عالموں، مولویوں، مفتیوں، حافظوں اور حدیثوں پر عبور حاصل کرنے والے علمائے دین کی بہت بڑی لمبی فہرست تحریری شکل میں شائع کی تھی کہ ان مبلغوں کا مرکز (مکن پور) کانپور سے دین کی خدمات کے لیے اور دعوت دین کی خاطر کہاں کہاں لوگوں کو بھیجا گیا۔ ایک بڑی لمبی فہرست موجود ہے۔

1866ء سے پہلے ہندوستان کے تمام علمائے دین کہیں نہ کہیں ان تینوں سلسلے کے تکیہ داروں کے خانقاہوں میں تعلیم حاصل کیے ہوئے تھے۔ ہندوستان میں خاص کر مداریہ سلسلے کے تکیہ دار کی خانقاہوں میں تعلیم دین کے مرکز و مدرسہ ہوا کرتے تھے جہاں پر لوگوں کو پڑھنے اور پڑھانے کا کام ہوا کرتا تھا لوگ ان ہی مرکزوں سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مکن پور میں ہندوستان کا سب سے بڑا تعلیمی مرکز فیضان العلوم تھا اس سے بڑا کوئی دینی ادارہ ہندوستان میں نہیں تھا۔

شمالی ہند روسی سرحد سے لے کر جنوب میں سری لنکا تک اور رنگون سے لے کر گجرات تک ہندوستان پھیلا ہوا تھا۔ افغانستان میں ہندو شاہی سورنشی شاہوں کی حکومت ہوا کرتی تھی جس کا ذکر سابق ہندوستانی وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے اپنی تاریخی کتاب ''بٹوارہ ہندوستان'' میں کیا ہے۔ سچائی یہ ہے کہ لوگوں کو پڑھنے اور پڑھانے کا کام اور دعوت دین کی تبلیغ کے لیے مداریہ سلسلے کا مرکز مکن پور کانپور سے ہوا کرتا تھا۔ مکن پور کانپور سے لوگوں کی دینی خدمات کرنے کے لیے پورے ہندوستان میں بھیجا جاتا تھا۔ ہرطرح کی دعوت دین کے مبلغوں کو مکن پور سے روانہ کیا جاتا تھا۔ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے 1866ء میں دیوبند کی بنیاد رکھی تھی لیکن حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے تعلیم کہاں سے حاصل کی؟ اور کس تکیہ دار و خانقاہ سے تعلیم پائی؟ اور ان کے پہلے علمائے دین کہاں سے تعلیم حاصل کرتے تھے؟ اہم سوال ہمیشہ سوالیہ نشان قوم کے ہر مسلمان سے سوال کرتا رہے گا۔ جو تکیہ داروں کے خانقاہوں کے بارے میں برے

Scanned with CamScanner

صلوتیں کہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً تحریر کرتے رہتے ہیں۔ خود ہی جواب تلاش کیوں نہیں کرتے؟

تاریخ گواہ ہے کہ تعلیمی مرکز دعوت دین کے مرکز مکن پور کانپور جس کی بنیاد سید بدیع الدین شاہ مدارؒ نے رکھی تھی جو محمد ﷺ کی چھٹی یا ساتویں پیڑھی کے شجرے کے تھے، دین کی تبلیغ کی غرض سے ہندوستان میں آئے تھے۔ انگریزوں کو جو مراعات شاہ شجاع نے دی تھی اور جو مراعات مداریہ سلسلے والوں کو 1659ء میں دی تھی دونوں میں ہی کشمکش جاری تھی۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ انگریز بھی مذہب عیسائیت کی تبلیغ ہندوستان میں کرنا شروع کردیا تھا جبکہ مداریہ سلسلے والے مذہب اسلام کی تبلیغ انگریزوں کے آنے سے بہت پہلے سے کرتے چلے آرہے تھے۔ مذہبی پرچار کو لے کر انگریزوں اور مداریہ سلسلے والوں میں کشمکش کا سلسلہ 1659ء سے جاری تھا۔ 1757ء میں یہ کشمکش مداریہ سلسلے والوں اور انگریزوں میں جنگ کی شکل میں سامنے آیا اور مداریہ سلسلے کے روح رواں سید مجنوں شاہ مداریہ نے ایک عرضی ناٹور کی رانی بھوانی کو دیا کہ انگریز ہمارے دین تبلیغ و دعوت کے کام میں دخل اندازی کرتے ہیں اور ہمیں دینی تبلیغ سے روکتے ہیں لہٰذا انگریزوں کو ہمارے کام میں مخل دخل اندازی سے روکا جائے۔ جیسا کہ شیخ محمد اکرام نے اپنی تاریخی کتاب رودِ کوثر پر لکھا ہے۔

ہندوستان میں تعلیمی مرکز دعوت دین کے مرکز مکن پور کانپور کو انگریزوں نے جلا کر تباہ و برباد کردیا تھا اور پابندی لگا دی تھی کہ فیضان العلوم کے اس تعلیمی دعوتی مرکز کو پھر دوبارہ قائم نہ کیا جائے اور انگریزی دور حکومت میں اس پر سختی سے عمل کیا گیا اور مکن پور کو دوبارہ منظم نہ ہونے دیا گیا۔ سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کے تبلیغ کرنے والے علمائے دین مبلغین کے قتل عام کا سلسلہ انگریزوں نے شروع کردیا تھا۔ سید مداریوں اور ان کے ماننے والے فالوروں کو قتل عام کرکے نام و نشان کو مٹایا جارہا تھا۔ جن علماء کو انگریزوں نے قتل کیا تھا وہ مداریہ سلسلے کے علماء تھے کیونکہ 1866ء سے پہلے نہ دیوبندی علماء تھے، نہ ہی اہلحدیث کے علماء تھے نہ ہی دینی و دنیاوی علماء کا کہیں تاریخ میں ذکر ملتا ہے۔ مداریہ سلسلے کی کشمکش انگریزوں سے 1659ء میں دعوت دین کی تبلیغ کو لے کر ہوئی تھی اور 1763ء میں مداریہ سلسلے کے رہنما سید مجنوں شاہ مداریہ سے انگریزوں کی جنگ چھڑ گئی تھی اور یہ جنگ 1763ء سے لے کر کسی نہ کسی شکل میں 1925ء تک مداریہ سلسلے والے اور انگریزوں میں جنگ جاری رہی۔ 1763ء اور 1857ء میں ۱۰۰ سال کے عرصے کا فرق ہے۔ 1857ء کی غدر کو جنگ آزادی کا نام لے کر علماء جب بھی تقریر کرتے ہیں کہ دسیوں ہزار علماء قتل کرکے پیڑوں پر لٹکا دیئے گئے وہ علماء کون تھے؟ 1866ء کے بعد کے علماء وہ نہیں تھے بلکہ 1866ء کے پہلے کے علماء تھے جن کا تعلق

مداریہ سلسلے سے تھا۔ وہی علماء قتل کیے گئے کیونکہ انگریزوں کی نظر میں مداریہ سلسلے والے باغی تھے اور انگریزی حکومت کے خلاف تھے اور سچائی بھی یہی ہے کہ مداریہ سلسلے والے انگریزوں سے باقاعدہ جنگ لڑتے تھے جن کی قیادت سید مجنوں شاہ مداریہ، سید مسکن شاہ مداریہ، سید الٰہی شاہ مداریہ، سید چراغ شاہ مداریہ اپنے اپنے وقت میں جنگ کی قیادت اور سپہ سالار بھی کرتے تھے انگریزوں سے جنگ آزماں تھے تو ظاہر ہے کہ انگریز اپنے دشمن مداریہ والوں کو کیسے بخش دیتے اور ان کو آسائش سے کیسے نوازتے؟ اہم سوال باقی رہ جاتا ہے کہ مداریہ سلسلہ والوں کے علاوہ مادر وطن پر کس نے قربانی دی؟ اور مسلمانوں کی تعلیم کے سلسلے کو جاری رکھنے کے لیے کس نے پیشقدمی کی؟ دعوت دین کے لیے اپنا سب کچھ جان و مال عزت آبرو کس نے لٹائی؟ انگریزوں کی نظر میں ہندوستانیوں میں اول نمبر کے دشمن مداریہ سلسلے والے کیوں بنے؟ انگریزوں نے مداریہ سلسلے والوں کو کیوں تہس نہس کردیا؟ مداریہ سلسلے والے جہاں مل جاتے ان کو انگریز کیوں قتل کردیتے تھے؟ مداریہ سلسلے والوں کو اپنی شناخت کیوں چھپانی پڑتی تھی؟ جیسا کہ سفینۃ الاولیاء ص 223 پر داراشکوہ نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں ہر سال جمادی الاولیٰ کو عرس کی تقریب میں پانچ چھ لاکھ لوگ شامل ہوتے تھے یہ ہندوستان کا سب سے بڑا عرس ہوتا تھا زائرین آتے تھے اور نذر و نیاز پیش کرتے تھے۔ یہ داراشکوہ کا آنکھوں دیکھا حال کا نظارہ تھا جس کو اس نے قلمبند کیا تھا۔ تاریخی اوراق میں 1757ء میں انگریزوں سے سید مجنوں شاہ مداریہ کی جنگ شروع ہوجانے کے بعد جو نتیجہ نکلا اس کا انجام آج سب کے سامنے ہے کہ سید بدیع الدین شاہ مدار مکن پور کانپور میں ہر سال جمادی الاول کے عرس میں پانچ چھ لاکھ اشخاص سے تجاوز کرنے کے بجائے یہ تعداد نہ کے برابر کیوں ہوگئی؟ اگر یہ انگریزوں سے جنگ نہ کرتے، انگریزوں سے صلح کرلیتے اور ان کے پھینکے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں پر کتوں کی طرح پلتے تو آج ان کی نوبت یہ نہ ہوتی بلکہ یہ مداریہ شاندار لباس اور چمچماتی ہوئی کار میں عزت و احترام اور اعجاز کے ساتھ نظر آتے، شان و شوکت سے بھری ہوئی آسائش کی زندگی گذارتے لیکن مداریہ سلسلہ والوں نے سودا نہیں کیا اور دینی دعوت مسلمانوں کی تعلیم کی خاطر اور مادر وطن کی آزادی کی خاطر سب کچھ قربان کردیا اور مداریہ سلسلے والے علماء کا نام و نشان انگریزوں نے مٹا دیا۔ یہاں تک کہ ہر درخت پر مداریہ سلسلے والے علماء کی لاشوں کو انگریزوں نے لٹکا دیا تھا تاکہ مداریہ سلسلے والے انگریزوں کے خلاف ہتھیار اٹھانا چھوڑ دیں، انگریزوں سے صلح کرلیں۔ لیکن 1947ء تک ہندوستان کے آزاد ہونے تک مداریہ سلسلے والوں نے انگریزوں کے آگے کبھی بھی سر نہیں جھکایا نہ ہی صلح صفائی کی بلکہ انگریزوں سے کسی نہ کسی شکل میں لڑتے رہے جب تک کہ مادر وطن کو آزاد نہ کرالیا۔

Scanned with CamScanner

1886ء میں ہندوستانی اہلحدیث کا وجود:

تاریخ اہلحدیث جلد اول صفحہ نمبر 70/71 پر تالیف ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین نے جو لکھا ہے وہ مکمل یہاں پر نقل کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، مانمار (برما)، نیپال اور افغانستان کے وہ لوگ جو اہلحدیث ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، دراصل وہابی ہیں، جونجد کے شیخ محمد عبدالوہابؒ کے متبعین ہیں اور جو تیرہویں صدی ہجری میں ہندوستان میں نمودار ہوئے اور چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں ہندوستان کے برطانوی حکومت کو درخواست دے کر اپنے لیے اہلحدیث کا نام برٹش گورنمنٹ سے الاٹ کروا کر اہل حدیث بن بیٹھے ہیں۔ (حوالہ صفحہ نمبر 70 تاریخ اہلحدیث / حوالہ جنگ آزادی 1857ء ایوب قادری) حوالہ تاریخی کتاب نام صفحہ نمبر ندارت تالیف ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین کے آگے تحریر کیا وہ آپ بھی بڑھ لیں، لکھا ہے" چنانچہ ایک مصنف نے لکھا ہے کہ جناب حسین بٹالویؒ نے اور ان کے ارکان اہلحدیث کی دستخطی درخواست پر سرفہرست شمس العلماء میاں نذیر حسین کی دستخط کے ساتھ لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ذریعے حکومت ہند کی خدمت میں وانہ کردی جس پر گورنر پنجاب نے اس درخواست پر اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ برطانیہ کی گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی گئی تھی اور وائسرائے ہند نے حسب مانگ اس درخواست پر اپنی منظوری گورنمنٹ نے دے دی کہ آئندہ وہابی نجدی کے بجائے اہلحدیث کا لفظ استعمال کریں۔ (صفحہ نمبر 70 تاریخ اہلحدیث ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین)

جناب محمد حسین بٹالوی نے 1886ء میں اشاعت جلد نمبر 8 میں درخواست دی تھی کہ لفظ وہابی کے استعمال نہ کرنے اور اپنے ہم خیالوں کے پرانے لقب اہلحدیث کے استعمال پر بحث کی ہے اور برٹش گورنمنٹ کو بتایا

(۱) اسی طرح سے سی پی گورنمنٹ کی طرف سے 14 جولائی 1888ء کو بذریعہ خط نمبر 407 یوپی کی طرف سے

(۲) 20 جولائی 1888ء بذریعہ خط نمبر 386، بمبئی کی طرف سے۔

(۳) 14 اگست 1888ء خط نمبر 732، مدراس کی طرف سے۔

(۴) 15 اگست 1888ء بذریعہ خط نمبر 127، بنگال کی طرف سے۔

4 مارچ 1890ء کو بذریعہ خط نمبر 156 محمد حسین بٹالوی کو منظوری کی اطلاع دی گئی۔ (حوالہ جنگ آزادی صفحہ 66، ایوب قادری)

تاریخ اہلحدیث جلد اول تالیف ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین ص 7 سے لے کر 79 تک بہت سارے حوالے کا حوالہ دیا گیا لیکن صفحہ نمبر 78 پر جو لکھا ہے وہ بھی یہاں نقل کردینا مناسب ہے اور" حوالہ جنگ آزادی 1857ء ایوب قادری"

ابوسعید محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ

جنگ آزادی از ایوب قادری صفحہ نمبر 66 بحوالہ اشاعۃ السنہ شمارہ نمبر 2 جلد نمبر 11 صفحہ نمبر 24 تا 26 الحدیث امرتسر 26 جون 1908ء میں ہندوستان کی مرکزی حکومت برطانیہ کو خط بنام حکومت پنجاب کا ترجمہ یوں ہے۔

کیس نمبر 1858 مورخہ 3 دسمبر 1886ء

از قائم مقام سیکریٹری گورنمنٹ ہند ہوم ڈیپارٹمنٹ مرکز

بنام

سیکریٹری گورنمنٹ پنجاب

بجواب آپ کی چھٹی نمبر 1044 مورخہ 8 جون 1886ء آپ کو تحریر کیا جاتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر جناب سی. آئی. ایچ سن سے اتفاق رائے کرتے ہیں کہ آئندہ سرکاری خط و کتاب میں وہابی کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔

Date 3rd December 1886

From the Officiating Secretary to Government of India home department to the secretary of the Pnjab in reply to your letter no. 1044 of the 8th June last

I am directed to say that the governor general in council Issued expresses his concurrence with views of Sir Charles Aitchison that the use of the term "W ahabi" should be discontinued in official correspondence.

کیس نمبر 137، 19 جنوری 1887ء

از طرف مسٹر یو. ایم ینگ سیکریٹری گورنر پنجاب

Scanned with CamScanner

بنام
مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی صاحب اخبار اشاعتہ السنہ لاہور

جواب آپ کے خط نمبر 195، مرقومہ 12 مئی گذشتہ کہ جس میں آپ نے یہ استدعا کی ہے کہ استعمال لفظ وہابی کا اس فرقہ کے حق میں جس کے وکیل آپ ہیں، سرکاری مراسلات میں متروک کردیا جائے۔

میں حسب الایماء جناب لیفٹیننٹ گورنر جنرل آپ کی خدمت میں نقل چھٹی نمبر 1728 مرقومہ 3 ماہ گذشتہ کے بھیجتا ہوں کہ جس میں گورنر جنرل کے قائم سیکریٹری صیغہ ہوم ڈپارٹمنٹ نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ سرکاری مراسلات وتحریرات میں لفظ وہابی کا استعمال نہ کیا جائے۔ میں اس خط کے ساتھ ان کتابوں کو واپس بھیجتا ہوں جو اپنے خط نمبر 547 مرقومہ 21 ستمبر گذشتہ یعنی کہ 1886ء کے ملاحظہ کے لیے بھیجا تھا۔

اصل انگریزی خط یوں ہے

From U. M. Young Secretary to the Government of Punjab to Maulvi Abu Saeed Mohammad Hussain Editor Ishaat-ul-Sunnah, Lahore in reply to your letter no. 195 of the 12th may last as king that the use of the expression Wahabi in reference to the members of the community which you claim to represent may be prohibited in government order.

I am directed to forward the enclosed copy of a letter no. 1738 of the 3rd from the officiating secretary to the Government of India in the home department sanctioning discontinuance of the use of the term Wahabi in official correspondence.

Scanned with CamScanner

I return the books received with your letter no. 547 of the 21 September last together with the original signed notices which you have been good enough to submit in your subsequent letter for the persual of the government.

یہ انگریزی خطوط مسلم اہلحدیث گزٹ دہلی دسمبر 1933ء سے نقل کیے گئے ہیں۔ اس گزٹ نے یہ خطوط انگریزی اخبار انگلش میں کلکتہ نمبر 44 مطبوعہ 22 فروری 1887ء سے نقل کیے تھے۔ (صفحہ نمبر 79 تاریخ اہلحدیث)

(۱) جناب ابوسعید محمد حسین بٹالوی کی مساعی اور حکومت کو دی جانے والی درخواست کا پس منظر یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کا ایک طبقہ اور برطانوی حکومت اہلحدیث حضرات کو وہابی کہتے تھے۔ جب کہ نجد کے وہابی جن کے نام پر ہندوستان کے اہلحدیث کو وہابی کہا جاتا تھا مقلد تھے (صفحہ نمبر 80 تاریخ اہلحدیث)

(۲) اہلحدیث غیر مقلد تھے اور یہ ایسا بنیادی اختلاف ہے کہ جس کی بنا پر ہندوستان کے مقلدین نے اپنے زیر انتظام مساجد سے اہلحدیث کو نکالا تھا اور ان کو کفر کے فتوے دیے تھے۔ (صفحہ نمبر 80 تاریخ اہلحدیث)

(۳) وہابی کا نام اگر کسی ہندوستانی طبقے پر لاگو ہوسکتا تھا تو وہ مقلدین ہی کا کوئی گروہ ہوسکتا تھا۔ (صفحہ نمبر 80 تاریخ اہلحدیث)

(۴) نجد کے وہابی اور ہندوستان کے مقلدین میں تقلید کے ایک ہی کنویں کے مینڈک یا ایک ہی محیط الدائرہ میں قیدی تھے۔ (صفحہ نمبر 80 تاریخ اہلحدیث)

(۵) اہلحدیث حضرات کو وہابی کہنا صریح دھاندلی اور ناانصافی تھی جس کے خلاف جناب مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ نے 1886ء میں آواز بلند کی اور حکومت وقت کو (اس میں برطانوی حکومت کی تخصیص نہیں ہے۔ مسلمانوں یا ہندوؤں یا سکھوں کی حکومت ہوتی تب بھی ایسا ہی کیا جاتا) درخواست کی کہ انہیں وہابی کی بجائے ان کے اصل نام سے سرکاری خط و کتاب میں ذکر کیا جائے درخواست یہ نہیں تھی کہ وہابیوں کو چونکہ وہابی کا نام پسند نہیں ہے۔ (صفحہ نمبر 80 تاریخ اہلحدیث)

(۶) مولوی محمد حسین بٹالوی کو وہابی نام پسند نہیں ہے اس لیے انھیں ایک نیا نام الاٹ کردیا جائے (جیسا

کہ ہندوستان میں ایک نچلی ذات کے لوگوں کو نیا نام الاٹ کیا گیا تھا۔) (صفحہ نمبر 80 تاریخ اہلحدیث)

(۷) حقیقت یہ ہے کہ اس درخواست کے ماقبل زمانے کے ہندوستان میں بھی اہلحدیث کا نام موجود تھا اور اسی نام کے حاملین نے درخواست دی تھی کہ ہمارے اصل نام سے پکارا جائے، وہابی نہ کہا جائے۔ (صفحہ نمبر 80 تاریخ اہلحدیث)

(۸) وہابی نہ کہا جائے یہ درخواست 1886ء میں دی گئی تھی اور اس میں اس بات کی اندرونی شہادت موجود ہے کہ درخواست دہندگان خود کو پہلے سے اہلحدیث کہتے تھے اور اسی نام سے پکارا جانا پسند کرتے تھے۔ (صفحہ نمبر 80 تاریخ اہلحدیث)

(۹) 1886ء کی اس درخواست کے ماقبل زمانہ میں جناب مولوی محمد حسین بٹالویؒ اورؒ ان کے ہم خیالوں کے لیے اہل حدیث کا نام استعمال ہونے کی کئی مثالیں اشاعتہ السنہ سے مل جاتی ہیں جس کے ایڈیٹر مولوی محمد حسین بٹالویؒ ہیں جیسا کہ جناب ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں۔ (صفحہ نمبر 80 تاریخ اہلحدیث)

(۱۰) مولانا سید محمد نذیر حسین محدث ہند میں ایک ہی ایسے شخص جو علم حدیث، کثرت تلامذہ، کثرت اتباع، عام قبولیت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ افاضل و اماجد اس گروہ اہلحدیث میں اور بھی ہیں۔ (حوالہ صفحہ نمبر 80 تاریخ اہلحدیث)

(۱۱) جن سے علم کی اشاعت بذریعہ تالیفات اور سنت کی اقامت بذریعہ تحریرات اور دین کی تجدید یا زالہ منکرات و بدعات بہت ہوئی لیکن ان اوصاف اربعہ خصوصاً وصف چہارم میں ہم کسی کو ان کو نظر نہیں پاتے اور انہیں پاتے اور اسی نظر سے کہہ سکتے ہیں اور گورنمنٹ کو اس کا یقین دلا سکتے ہیں کہ مولانا ممدوح کی تعظیم وتکریم تمام گروہ اہلحدیث کی تعظیم وتکریم ہے اور ان کی توہین کل گروہ اہلحدیث کی توہین (اشاعتہ السناہ جلد 6) (حوالہ صفحہ نمبر 81 تاریخ اہلحدیث)

(۱۲) بجانب اہلحدیث کو اہلحدیث کی کتب معمولہ ومستمسکہ سے ثابت کردینے پر ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا اشتہار جاری کیا جس کی نقل یہ ہے۔ (حوالہ صفحہ نمبر 81 تاریخ اہلحدیث)

(۱۳) اشتہار کی نقل :۔

خاکسار بذریعہ اشتہار ایک ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت کا اس شخص کو وعدہ انعام دیتا ہے جو ان

مقتدیات اور بہتانات کو جو اہلحدیث کے ذمے لگائے جاتے ہیں ان کی ان کتب معمولہ و متمسکہ سے (جو شرفا وعرباء وخلفاء ان کی متمسک بہا ہیں) ثابت کرے یا ان کا داخل مذہب اہلحدیث ہونا ان اصول و قانون سے جو انتباہ حضرت شاہ ولی و میزان شعرانی و الیقات و ملاحیات سندی اور اشاعتہ السنہ نمبر 6 جلد نمبر 4 میں صفحہ نمبر 184 بیان ہوا ہے کہ ثابت کرے۔ المشتہر ابوسعید حسین لاہوری (حوالہ صفحہ نمبر 81 تاریخ اہلحدیث)

(۱۴) حکومت کا ایجاد کردہ ہے اور نہ اس کا الاٹ کردہ کیونکہ اس خط میں یہ نہیں کہا گیا کہ درخواست دہندگان کو آئندہ اہلحدیث کہا جائے گا حکومت نے یہ کہا ہے کہ محمد حسین بٹالوی کو اور ان لوگوں کو جن کی نمائندگی کا وہ مدعی ہے سرکاری خط و کتاب میں وہابی نہیں لکھا جائے۔ (حوالہ صفحہ نمبر 81 تاریخ اہلحدیث)

(۱۵) تاریخ اہلحدیث جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 147 تالیف ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین وہ آپ بھی پڑھ لیں۔ جب 1860ء کے عشرے میں انگریز حکومت نے وہابیوں کی پکڑ دھکڑ (گرفتاری) کا سلسلہ شروع کیا تو احناف کا وہ طبقہ بھی اس جماعت سے الگ ہوگیا جو پہلے اس میں شامل تھا اور تحریک کا تقریباً سارا بوجھ ان لوگوں پر آرہا جو عامل اہلحدیث تھے۔ (حوالہ تاریخ اہلحدیث صفحہ 147)

(۱۶) اسی طرح اہلحدیث کے بعض ارکان وہابیوں میں شامل رہے اور بعض ارکان وہابیوں کے مخالف بھی رہے۔ جناب ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے لکھا ہے کہ میں امرتسر کے ایک بڑے اہلحدیث عالم کو جانتا ہوں جن کے نزدیک سید احمد شہیدؒ کی تحریک درست نہیں تھی۔ (حوالہ صفحہ نمبر 148 تاریخ اہلحدیث)

(۱۷) اسی طرح اہلحدیث کے بعض ارکان نے سر سید احمدؒ کی تعلیمی تحریک کی حمایت کی جن میں سید مہدی علی اور جناب محمد اسماعیل علی گڈھی شامل ہیں اور اہلحدیث کے بعض ارکان نے سرسید کی تعلیمی تحریک کی مخالفت بھی کی جن میں اہلحدیث کے ڈپٹی امداد علی قابل ذکر ہیں۔ (حوالہ صفحہ نمبر 148 تاریخ اہلحدیث)

(۱۸) اہلحدیث کے بعض ارکان نے ایک انگریز سرکار کی سرکاری ملازمتیں بھی کیں اور کر رہے تھے۔ جب دوسرے آزادی ہند کے متوالے سرکاری نوکریوں کے مخالف تھے۔ (حوالہ ص 148 تاریخ اہلحدیث)

(۱۹) صفحہ نمبر 149، تاریخ اہلحدیث پر لکھا ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں نہ تو اہلحدیث اساتذہ کو بغرض تعلیم و تدریس ملازم رکھا جاتا تھا اور نہ وہاں کسی اہلحدیث طالب علم کو داخلہ دیا جاتا تھا۔ (حوالہ صفحہ 149،

Scanned with CamScanner

تاریخ اہلحدیث) کمال دیکھیے۔ اس حادثات کے باوجود دارالعلوم دیوبند کی تعمیر و ترقی میں اہلحدیث حصہ لیتے رہتے ہیں۔

(۲۰) صفحہ نمبر 150 پر تاریخ اہلحدیث میں لکھا ہے کہ جناب ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے انگریزی حکومت کے نام پر اپنی درخواست میں کہی تھی کہ میں وہابی نہیں ہوں، میں عامل بالحدیث ہوں اور جن کی میں نمائندگی کرتا ہوں وہ بھی میری طرح عامل بالحدیث ہیں۔ (حوالہ صفحہ نمبر 150، تاریخ اہلحدیث)

سوال:

(۱) ابوسعید محمد حسین بٹالوی کو مورخہ 3 دسمبر 1886ء کو وہابی نہ کہہ کر اہلحدیث کہلانے کی ضرورت کیوں پڑی؟ 1886ء سے پہلے اہلحدیث کہلوانے کی ضرورت کیوں نہیں تھی؟ اور قائم مقام سکریٹری گورنمنٹ ہند ہوم ڈپارٹمنٹ میں مقدمہ قائم کیوں کیا بنام سکریٹری گورنمنٹ ہند ہوم ڈپارٹمنٹ بنام سکریٹری گورنمنٹ پنجاب

۲) برطانیہ سرکار وہابیوں کے لیبل والوں کو کیوں گرفتار کررہی تھی؟ سید احمدؒ رائے بریلوی تکیہ دار کو انگریز کیوں وہابی کا لیبل لگا کر شکست دی تھی؟

(۳) اہلحدیث والوں کو ہندوستان کے مقلدین نے اپنی زیر انتظام مساجد سے اہلحدیث کو کیوں نکالا اور اہلحدیث والوں پر کفر کا فتویٰ کیوں دیے تھے؟

(۴) مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کو وہابی نام پسند کیوں نہیں تھا؟ انھوں نے ایک نیا نام الاٹ کرنے کی درخواست کیوں دی؟ جیسا کہ ہندوستان میں نچلی ذات کے شودروں کو نیا نام الاٹ کیا گیا ایسا نام کیوں چاہتے تھے؟

(۵) تاریخ اہلحدیث جلد نمبر 1 صفحہ 147 پر تالیف ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین نے لکھا ہے کہ جب 1860ء کے عشر میں انگریز سرکار وہابیوں کی گرفتاریاں شروع کی اور یہ سلسلہ احناف کا ایک طبقہ اس جماعت سے الگ ہوگیا جو پہلے اس تحریک میں شامل تھا اور سارا بوجھ ان لوگوں پر آرہا تھا جو عامل اہلحدیث تھے ایسا لکھ کر کیوں اور کیا اعتراف کرنا چاہتے تھے؟

تبصرہ:

(۱) مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے وہابی نے نام پر گرفتاری سے بچنے کے لیے 3 دسمبر 1886ء میں اسٹیٹ گورنمنٹ کی مدد سے سینٹرل برطانوی حکومت ہند کے ہوم سیکریٹری کے یہاں وہابی نہ ہوکر اہلحدیث ہونے کی درخواست کیوں دی تھی؟ انگریزوں کی سرکاری گرفتاری سے کیوں بچنا چاہتے تھے اور برطانیہ سرکار کی وفاداری ثابت کرنا کیوں چاہتے تھے؟

(۲) مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے لکھا ہے کہ امرتسر کے بڑے اہلحدیث عالم دین کو جن کو محمد حسین بٹالوی صاحب جانتے ہیں کہ ان کے نزدیک سید احمد شہیدؒ کی تحریک درست نہیں تھی جب سید احمد شہیدؒ کی مجاہدین کی جنگ آزادی تحریک درست نہیں تھی تو اس جنگ آزادی میں اہلحدیث کیسے شامل ہوسکتے تھے؟ جس کو وہ درست نہیں مانتے ہوں۔ اس کا مطلب صاف تھا کہ اہلحدیث کہلوانے کی درخواست دینے والے جنگ آزادی میں شامل نہیں تھے اور انگریز ان کو وہابی کے نام پر گرفتار نہ کرلیں یہ ڈر اہلحدیث بننے والوں کو ستاتا تھا کہ اہلحدیث بن جانے کے بعد ہی گرفتاری سے بچ سکتے ہیں لہٰذا بٹالوی صاحب نے جلدی میں اپنے آپ کو اہلحدیث کی آڑ میں بھرپور بچانے کی کوشش کی لہٰذا برطانیہ کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے سینٹرل کے ہوم ڈپارٹمنٹ میں مقدمہ قائم کردیا تھا کہ جنگ آزادی کے مجرم ہونے سے بچ جائیں۔

(۳) سرسید احمدؒ کی تعلیمی تحریک چلانے والوں میں بعض اہلحدیث حمایت میں تھے اور بعض مخالفت میں کیوں تھے؟ تاریخ اہلحدیث کے تالیف ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین نے یہ لکھ کر خلط ملط کیوں کیا ہے؟ کہ بعض مخالف میں اور بعض حمایت میں تھے؟ لیکن سچائی یہ ہے کہ اہلحدیث کے بڑے بڑے عالم دین اور سرکار کی بڑی بڑی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگ سرسید احمدؒ کی تعلیم کی تحریک کے خلاف تھے جن میں برٹش سرکار کے سرکاری اہلحدیث ڈپٹی امداد علی قابل ذکر ہیں۔ اگر سرسید احمدؒ کی تعلیمی تحریک کو علماء اہلحدیث اور بڑی بڑی سرکاری برطانوی حکومت کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے اہلحدیث سرسید احمدؒ کی تعلیمی تحریک کو ناکام کرنے میں کامیاب ہوجاتے تو آج علیگڈھ یورنیورسٹی، نہ ہی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں ہوتی نہ ہی جامعہ ملیہ دلی میں وجود میں آتی نہ شبلی کالج وغیرہ قائم ہوتے۔ اگر اہلحدیث کی مخالفت کامیاب ہوجاتی تو آج ہندوستان کے مسلمان جہالت کے جاہلوں کی اندھیری کال کوٹھری کی غار میں غرق ہوچکے ہوتے ایسا اہلحدیث والے کیوں چاہتے تھے کہ پورے ہندوستان کے مسلمان

Scanned with CamScanner

جاہل بن جائیں۔

(۴) اہلحدیث کے بعض ارکان سرکاری ملازمتوں پر قابض تھے اور جو لوگ برطانوی سرکار کے خلاف تھے وہ اقتدار کی کرسی سے نفرت کرتے تھے وہ مجاہدین آزادی سرکاری نوکریوں کی مخالفت کرتے تھے ظاہر ہے جس مالک کی وہ لوگ نوکری کریں گے اس کا وفادار اور طرفدار ہونا شرط ہوگی۔ ہندوستانی اہلحدیث والوں کو جنگ آزادی سے کچھ لینا دینا نہیں تھا وہ اس لیے مجاہدین آزادی کے خلاف تھے کہ برطانوی سرکار ان کو اپنا حمایت کرنے والا وفادار سمجھیں۔

تاریخ اہلحدیث میں صفحہ نمبر 149 پر تالیف ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین نے لکھا ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں نہ تو اہلحدیث اساتذہ کو بغرض تعلیم و تدریس ملازم رکھا جاتا اور نہ وہاں کسی اہلحدیث طالب علم کو داخلہ دیا جاتا تھا۔ ایسا الزام دیوبند کے دینی تعلیمی مرکز پر کیوں لگایا؟

تجزیہ:

اہلحدیث نے ایسا الزام دارالعلوم دیوبند پر کیوں لگایا کچھ تو اسباب ہوں گے جس کی پردہ داری کی گئی کہ ہندوستان کا سب سے بڑا دینی تعلیمی ادارے میں نہ اہلحدیث کے اساتذہ کو ملازم رکھا جاتا ہے اور نہ ہی اہلحدیث کے طالب علم کو داخلہ دیا جاتا تھا۔ آخر وہ کن وجوہات کی بنا پر دارالعلوم دیوبند کے تعلیمی ادارے پر الزام لگائے گئے؟ اہلحدیث والوں کے اس طرح کے پورے واقعات پر نظر ڈالیں تو مسلمانوں کو جوڑنے کا کام اہلحدیث والوں نے کیوں نہیں کیا بلکہ انگریزی سرکار کی نظر میں اپنے آپ کو انگریز سرکار کا خیر خواہ اور سب سے بڑا وفادار ثابت کیوں کیا؟ ایسا نہیں تھا وہ پھر کیا وجہ تھی کہ نفاق کی بنیاد کیوں ڈالی گئی؟ انگریزوں کا فارمولہ آپس میں لڑاؤ اور اقتدار پر حکومت قائم کرو۔ ''تحریک آزادی اور مسلمان'' کے تالیف اسیر ادروی نے صفحہ نمبر 56 پر لکھا ہے کہ مجاہدین آزادی کے قائد سید احمدؒ رائے بریلوی تکیہ دار، مولانا اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحئی بڑھانوی تھے جن کے زہد وتقویٰ للّٰہیت خدا ترسی کی قسمیں کھائی جاتی تھیں اس لیے پورے ہندوستان میں وہ معزز و محترم تھے۔ اگر وہ مجاہدین اپنی اس جنگ میں کامیاب ہوجاتے تو اندرون ملک ان کے فدا کاروں کی ایسی منظم جماعت وجود میں آجاتی کہ برطانوی حکومت کی توپ اور تفنگ بھی آہنی دیوار کو نہیں توڑ سکتی اور انگریزوں کی سرکار چند سالوں میں سمٹ کر ختم ہوجاتی ایسے حالات میں انگریزوں کی سرکار چاروں طرف سے آگ کے شعلوں میں لپٹ جاتی اور چاروں طرف شعلے ہی شعلے ہوتے، ان شعلوں میں برطانوی

سرکار جل کر بھسم ہوجاتی تب مدبرین برطانیہ سرکار نے اپنا طریقہ اور طرزِ حکومت بدل دیا اور بارود کا ڈھیر اور تلوار کی قوت بازی کی جنگی کھیل کو ختم کرکے ڈپلومیسی کی راہ ہموار کرکے اس راستے کو اختیار کیا اور ایک نیا فارمولہ تیار کہ کہا ہندوستان میں خود ایک ہندوستانی کو دوسرے ہندوستانی سے لڑاؤ اور ان ہندوستانیوں میں ایک دوسرے کے خلاف زہر بھردو تاکہ تصادم کربیٹھیں اور ان ہندوستانیوں کی طاقت جو انگریزوں کے خلاف استعمال ہونے والی تھی آپس میں طاقت کا استعمال کرکے ہر ہندوستانی برباد ہوجائے اور برطانوی سرکاری ہر طرح سے محفوظ ہوجائے۔ برطانوی سرکار نے اس فارمولہ پر کام شروع کیا اور سید احمدؒ رائے بریلی تکیہ دار پر اس حربے کر زبردست طریقے سے استعمال کرکے ثابت کردیا کہ یہ حرب سب سے زیادہ کارآمد ہے۔

سید احمدؒ رائے بریلویؒ تکیہ دار کی قیادت میں پورے ہندوستان کے مسلمان ایک پرچم تلے جمع ہوکر لڑ رہے تھے 20 ستمبر 1826 میں راجہ رنجیت سنگھ کے خلاف جہاد کا جھنڈا بلند کیا اور چند سالوں میں سید احمدؒ رائے بریلوی تکیہ دار کو کامیابی ملتی چلی گئی۔ اتفاق سے بالاکوٹ کی جنگ میں مئی 1831 میں مجاہدین کے قتل ہوجانے کی وجہ سے رک گئی۔ شکست یافتہ لشکر کا بقیہ حصہ حدود پاکر کے استھانہ میں جاکر آباد ہوگیا۔ 1863ء میں جنگ میں برٹش سرکار نے ان مجاہدین کا مکمل طور پر صفایا کرنے کی کوشش کی۔ وہابیت کا پروپگنڈہ بڑے پیمانے پر برطانیہ سرکار نے کیا کہ مسلمان خود سید احمدؒ رائے بریلوی تکیہ دار کے مجاہدین لشکر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور پورے ہندوستان کے مسلمان مجاہدین لشکر کے خلاف ہوگئے۔ برطانوی سرکار نے وہابیت کے پروپگنڈہ کرنے کے لیے بہترین دماغ کے مورخوں کا استعمال کیا۔ جس میں چند تاریخی کتابیں یہاں قابل ذکر ہے جو کہ فرضی داستانوں کی گواہی دیتی ہیں۔

(۱) بروز اینڈ وہابیز — مصنف برک ہرڈس
(۲) ہسٹری آف وہابیز — مصنف برانچ بریف
(۳) پالیٹیکل مشن ٹو نجد — مصنف سرلیوس پلیس
(۴) مسلمس آف انڈیا — مصنف ڈیوڈیو ہنٹر
(۵) سنٹرل اینڈ ایسٹرن عربیہ — مصنف پیلگریو
(۶) امام اینڈ سید آف ایمان — مصنف وی. آر. بیڈجرس
(۷) پلگریج ٹو نجد — مصنفہ لیڈی آفنس پلنٹس
(۸) فیوچر آف اسلام — مصنفہ لیڈی آفنس پلنٹس

Scanned with CamScanner

ان تمام فرضی کہانیوں کو تاریخی کتابوں میں افسانہ قدر مشترک تراشا گیا تھا کہ سید احمد شہیدؒ رائے بریلوی تکیہ دار کے مجاہدین کے خلاف وہابیت کی افواہ پھیلا دی گئی کہ مجاہدین لشکر کی حمایت میں اٹھنے والے مسلمانوں کے ہاتھ مجاہدین لشکر کے خلاف پورے ہندوستان کے مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور مجاہدین لشکر کو مسلمانوں نے شکست دے دی اور انگریز سرکار نے 1857ء میں مجاہدین لشکر آزادی کو ناکام بنانے کے بعد انگریزوں نے فوراً استھانہ پر چڑھائی کر 1863ء میں انگریزوں نے مجاہدین لشکر میں سخت مقابلہ ہوا اور انگریزوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ انگریزوں کے مطابق مجاہدین لشکر 53 ہزار نفوس پر مشتمل تھے لیکن سچائی یہ تھی کہ مجاہدین لشکر کی کل تعداد استھانہ میں 1200 سے 1400 تھی۔ ایک بار پھر انگریز سرکار کی انگریزی فوج منظم ہوکر 1868ء میں پھر مجاہدین لشکر کے مرکز استھانہ پر حملہ کیا لیکن مجاہدین لشکر پہاڑوں میں بکھر گئے اور ان کا مکمل انگریز سرکار صفایا نہ کرسکی۔

تجزیہ:

اس طرح ہندوستانی اہلحدیث کی بنیاد ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے 1886ء میں رکھی اس کے پہلے تاریخ اہلحدیث کا ذکر نہیں ملتا بلکہ دیو بندیوں کو ہی اہلحدیث کہا جاتا اور لکھا جاتا تھا۔ سچائی یہ ہی ہے کہ 1866ء سے پہلے تکیہ کی خانقاہ میں دین اسلام کی تعلیم وتبلیغ کے مرکز قائم کیے گئے تھے جو دینی مدارس کے کام کرہے تھے اور خانقاہی تعلیم کے نام سے مشہور تھے اور پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے کام آرہے تھے۔

غداروں کا کمال دیکھیے :

مولف ومصنف شیخ محمد اکرام نے موجِ کوثر تاریخ ہندوستان صفحہ نمبر 73 تحریر کرتے ہیں 1712 میں اسلامی حکومت ہند کا چراغ گل ہوا اور ہندوستانی مسلمان تنزلی کے راستے پر گر پڑے اور 1757ء میں پلاسی کے میدان میں انگریزوں اور نواب سراج الدولہ کے درمیان جنگ ہوئی۔ میر جعفر کی غداری کی وجہ سے نواب سراج الدولہ جنگ ہار گئے اور میر جعفر نے غداری کی قیمت وصول کی اور بنگال کا صوبیدار بن گیا اور انگریزوں کا پنشن خوار بننے کے بعد میر جعفر مردہ بدست زندہ تھا اصل حاکم اور حکمران صحیح معنوں میں ’’ایسٹ انڈیا کمپنی‘‘ بہادر تھی۔

1799ء میں پنجاب میں شاہ زمان والی کابل نے رنجیت سنگھ کو اپنا صوبیدار مقرر کرگیا تھا لیکن رنجیت سنگھ خود مختار ہوگیا اور پنجاب کا راجہ بن بیٹھا۔

1818ء میں راجہ رنجیت سنگھ نے ملتان کو فتح کرلیا۔ جہاں نواب مظفر خان بہادری سے مقابلے کرتے ہوئے میدان جنگ میں مارا گیا۔

1819ء میں راجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کے مسلم حکمران کو شکست دے کر کشمیر پر قبضہ کرلیا اور آہستہ آہستہ اس نے پشاور پر قبضہ کرلیا۔

1843 میں راجہ رنجیت سنگھ نے سندھ پر قبضہ کرلیا۔

1856ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اودھ پر قبضہ کرلیا۔

1857ء میں پورے ہندوستان پر انگریزوں نے قبضہ کرلیا اور مسلمان حکمرانوں کو انتہا پر پہنچا کر اقتدار سے بے دخل کردیا۔ اب ہندوستان میں مسلمان ہر طرح سے محکوم ہوگئے۔ مسلم غداروں نے پوری قوم کو ایسا زخم دے دیا جو آج تک زخم بھرنے کا نام نہیں لے رہا ہے۔ اقتدار کے خواہاں مسلم غداروں نے ایک ایسے ہی طبقے کو جنم دے دیا جو آج بھی ملت اسلامیہ اور مسلمان اقوام سے ہر لمحہ غداری کرکے مسلمانوں کو شرمسار کیے ہوئے ہیں اور اقتدار میں صحیح معنوں میں سچا مسلمان آج تک نہیں آیا جو بھی اقتدار پر دکھائی دیتے ہیں وہ قوم کے غدار لوگ ہیں۔ موج کوثر صفحہ نمبر 74/75 پر لارڈ میوٗ کی مدد سے 1871ء میں ڈاکٹر سر ولیم ہنٹر نے لکھا ہے کہ مسلمان انگریزوں سے سخت ناراض تھے۔

ناراض ہونے وجہ سے مسلمانوں کی اقتصادی حالات بہت ہی خراب تھے۔ حالانکہ سچائی یہ تھی کہ ایک وقت ایسا مسلمانوں کا تھا کہ عدالتوں میں مسلمان چھائے ہوئے تھے اور نمبر 1 کی حیثیت رکھتے تھے لیکن 1852ء سے لے کر 1868ء کے بعد صفر ہوگئے کیونکہ مسلمانوں پر ہر وقت انگریزوں کی مخالفت کرنے کا بھوت سوار تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ 1868ء کے مسلمانوں سے سرکاری نوکری چھین لی گئیں یہاں تک کہ چپراسی کی نوکری کے لیے مسلمانوں کے لیے دروازے انگریز سرکار نے بند کردیئے تھے۔ موجِ کوثر صفحہ نمبر 76/77 پر مولف نے لکھا ہے کہ 1870ء میں مسلمانوں کے حالات اتنے خراب ہوگئے کہ نوبت بد سے بدتر ہوگئی۔ مالی، معاشی اور اقتصادی حالات اتنے خراب ہوگئے کہ قرض کے عوض زمینیں خود مسلمانوں کے ہاتھوں جاتی رہیں۔ مولف آگے موجِ کوثر صفحہ نمبر 66 پر لکھا ہے کہ شیعہ وسنی ایک ساتھ ایک ہی ’’تکیہ کی خانقاہ‘‘ میں تعلیم حاصل کرتے تھے اور صفحہ نمبر 83 موجِ کوثر پر مولف نے لکھا ہے کہ انگریز محمد ﷺ اور اُمہات المومنین کے

Scanned with CamScanner

متعلق برا لکھتے بھی تھے اور برا کہتے بھی تھے۔ لہٰذا ہندوستان کے مسلمانوں کی ناراضگی اپنی جگہ جائز تھی۔ مولف نے صفحہ نمبر 84 پر لکھا ہے کہ سرسید احمدؒ نے انگریزوں اور ان کی مشنریز کے اعتراضات کا صحیح جواب لکھا اور شاہ سید احمد شہیدؒ تکیہ دار خانقاہی کی حمایت میں کئی کتابیں لکھی کیوں کہ سرسید احمدؒ نے محسوس کیا کہ عیسائی مشنریز سے مذہب اسلام کو خطرہ تھا۔ ص نمبر 157/156 پر اس خطرات سے پوری قوم مسلمانوں کو نکالنا و بچانا وقت کی ضرورت تھی۔ لہٰذا عین وقت پر سرسید احمدؒ نے مناسب قدم اٹھایا۔ 1895ء میں یوپی کے گورنر سر انٹونی میکڈانل نے سرکیولر جاری کردیا کہ اردو زبان کی جگہ پر دیوناگری ہندی زبان میں سرکاری کام کاج شروع کیا جائے جب دیوناگری زبان ہندی میں لکھا پڑھا جائے گا اور ہمارا کام دیوناگری ہندی میں کیا جائے گا تو اردو زبان اپنی موت آپ مرجائے گی۔

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے دوسرے سربراہ مرحوم سرسید احمدؒ کے بعد نواب محسن الملک نے اردو بچانے کے لیے اپنی پوری طاقت سے کوشش کی تھی لیکن یوپی کا گورنر سر انٹونی میکڈانل، محسنِ الملک کا دشمن بن گیا تھا اور اردو بچاؤ کے لیے یوپی گورنر میکڈانل سے نواب محسن الملک نے ایک طویل جنگ لڑی اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے کہ اردو کی کیا حیثیت ہے؟ اردو بچاؤ تحریک پر لوگوں نے کس طرح نواب محسن الملک کا ساتھ چھوڑ دیا اور سارا الزام نواب محسن الملک کے سر پر ڈال دیا۔ اردو زبان بچانے کے واقعات پر ایک نظر۔

اردو زبان کے قاتل انگریز تھے:

شیخ محمد اکرام نے صفحہ 122 سے لے کر ..... تاریخ ہندوستان موجِ کوثر پر قلم بند کیا ہے کہ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کو قوم کے جس محسن الملک نے آٹھ نو سال میں کالج کو نئی زندگی اور نیا وقار دیا اس کا اصل نام سید مہدی علی تھا۔ "سید محسن الملک" صاحب 9 دسمبر 1837ء کو بمقام اٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی بھی تعلیم سرسید احمد، حالی اور شبلی وغیرہ کی طرح "قدیم طرزِ تعلیم" کے اسلامی مدرسوں کے خانقاہ میں ہوئی تھی۔

قدیم طرزِ تعلیم:

قدیم طرزِ تعلیم اسلامی تعلیم کی دینی تعلیم تو مورخ فاروق ارگلی نے فخر وطن میں لکھا ہے کہ تکیہ کی خانقاہ میں بچوں کو عربی، اردو، دین کی تعلیم دی جاتی تھی اس لیے "تکیہ متبرک جگہ ہے جہاں سے علم کی روشنی پھوٹی تھی اور پورہ ولاد ہند روشن تھا لہٰذا تکیہ پر علمی روشنی کی وجہ سے روحانی سکون ملتا ہے۔" اس طرح سرسید احمد،

حالیؔ اور شبلی نعمانی اور سید مہدی علی بھی تکیہ کی خانقاہ میں تعلیم پائی تھی اس تکیہ کی خانقاہی تعلیم کو آج حقارت کی نظر سے لوگ دیکھتے ہیں کیونکہ 1866ء کے بعد تکیہ کی خانقاہی نظام تعلیم کو بدل کر مدرسہ کی شکل نظام تعلیم وجود میں آگئے۔

تکیہ کی خانقاہی نظام تعلیم کی بدلوت سید مہدی علی دس روپیہ کے مشاہرے "اجرت" پر بطور ایک کلرک کے سرکاری ملازم ہوگئے لیکن سید مہدی علی کے اندر خدا داد استعداد موجود تھی ترقی کرتے ہوئے تحصیلدار ہوگئے اور جب 1867ء میں ڈپٹی کلکٹری کے امتحان میں شریک ہوئے تو سب امیدواروں میں اوّل آئے۔ وہ یوپی میں ڈپٹی کلکٹر تھے کہ سالار جنگ کی نگاہ انتخاب آپ پڑی اور 1871ء میں انسپکٹر آف ریونیو ہوکر سرکاری کام کے سلسلے میں ولایت سرکار نے بھیج دیا۔ وہاں جاکر گلیڈ اسٹون اور دوسرے وزراء سے ملے اور ریاست کے مختلف عہدوں پر مامور رہے اور "منیر نواز جنگ محسن الدولہ محسن الملک" کے خطاب سے شرف یاب ہوئے۔

لیکن چند اسباب کی بنا پر حیدرآباد چھوڑنا پڑا۔ 1893ء میں پنشن پاکر علی گڈھ آکر مستقل مقیم ہوگئے یہاں انھوں نے سرسید احمدؒ کی جو مدد کی اس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ حالیؔ جس نے سرسید احمدؒ شرکائے کے کارنامے کے حالات اس لیے نہیں لکھے کہ جو شخص مدرسہ العلوم "تکیہ خانقاہ" کی ہسٹری لکھے گا وہ اس فرض کو فراموش نہیں کرے گا۔ نواب محسن الملک کے متعلق لکھتا ہے کہ جو سرسید احمدؒ کے کاموں میں مددگار ہی نہیں تھا بلکہ اس گاڑی کے ہانکنے میں برابر شریک گاڑی دان تھے جو کہ سرسید احمدؒ کی کامیابی کے سب سے بڑے اسباب و ضامن تھے۔ مولانا شبلی نعمانی بھی کالج کی ترقی میں نواب محسن الملک اور سرسید احمدؒ کے برابر کے شریک سمجھے جاتے تھے۔

واقعہ:

1907ء کے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ لوگوں کو ڈر تھا کہ سرسید احمدؒ مرحوم کے بعد ان کے منصوبوں کو کون انجام دے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں کے ہم نشینوں میں سے ایسا شخص "نواب محسن الملک" کو انہی میں سے پیدا کردیا جو اور امور میں گویا سرسید احمدؒ کا ہمسر نہ تھا لیکن یونیورسٹی کی ترقی، وسعت اور مقبول عام بنانے میں سرسید احمدؒ سے کسی طرح کم نہ تھے۔

نواب محسن الملک نے تھوڑی ہی مدت سات آٹھ لاکھ روپیہ جمع کردیا اور کالج کی ہر شاخ کو اس قدر

Scanned with CamScanner

ترقی دی کہ اگر کوئی شخص جس نے مرحوم سر سید احمدؒ کی زندگی میں کالج کو دیکھا تھا، آج جا کر دیکھے تو اس کو کالج کا پہچاننا مشکل ہوجائے۔ کانفرنس جو روز بروز مردہ ہوتی جارہی تھی مرحوم محسن الملک نے اس کو دوبارہ زندہ کردیا۔ لاہور سے لے کر ڈھاکہ تک اس کے ڈانڈے ملا دیئے کہ سب کو ایک کردیا۔

31 مارچ 1898ء کو سر سید احمدؒ کی وفات ہوگئی اور کالج کی کشتی ہچکولے کھانے لگی۔ طلب علموں کی کل تعداد 565 سے گھٹ کر 343 ہوگئی۔ طالب علم کالج چھوڑ کر جانے لگے سر سید احمدؒ کی وفات کے بعد فوراً سید محمود نے کالج کا کاروبار سنبھال لیا اور سیکریٹری کی کرسی پر فائض ہوگئے، کام کرنا شروع کردیا۔ لیکن جلد ہی ظاہر ہوگیا کہ ان میں کالج سنبھالنے کی صلاحیت نہیں ہے نہ ہی وہ کالج کے سیکریٹری کے اہل ہیں۔ ٹرسٹیوں نے اتفاق رائے سے نواب محسن الملک کو سر سید احمدؒ کا جانشین مقرر کرکے ٹرسٹی بورڈ کا معتمد بنایا۔ نواب محسن الملک کی کامیاب سیکریٹری شپ کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ کالج کی سالانہ آمدنی جو 1898ء میں 76 ہزار تھی اس کو بڑھا کر 1½ لاکھ ہوگئی۔ پانچ چھ سال میں مسلم یونیورسٹی کے لیے چھ لاکھ کا چندہ جمع ہوگیا۔

نواب محسن الملک نے طلبہ کی شہرت کو بامِ عروج پر پہنچا دیا اور علی گڈھ یونیورسٹی کا طالب علم ہونا ایک بڑی خوبی کا ضامن مانا جانے لگا۔ سر سید احمدؒ کی حیات زندگی میں علماء ان کے مخالف رہے لیکن نواب محسن الملک کے شفقتیانہ طرزِ عمل نے ان علماء کی سب شکایتیں دور کردی تھیں۔ ''تکیہ دار خانقاہی'' شاہ سلیمان پھلواری شریف اور سبھی کئی دوسرے علماء ایجوکیشنل کانفرنس میں باقاعدہ جمع ہونے لگے۔ کالج کے معائنے کے لیے نہ صرف پرنس آف ویلز تشریف لائے بلکہ امیر حبیب اللہ نے بھی قدم رنجہ فرمایا اور جب انھوں نے کالج کے طلبہ کلام مجید سن کر اور مذہبی امور کے متعلق سوالات پوچھ کر اپنی تشفی کرلی تو باآواز بلند اعلان کیا کہ جو لوگ کالج کو برا کہتے ہیں وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ سر سید احمدؒ کی وفات کے قریب زمانے میں اُردو کی مخالفت کا آغاز ہوگیا تھا اگرچہ سر سید احمدؒ کی حالت اس وقت نازک تھی تب بھی اس جوان ہمت بوڑھے نے ہمت نہیں ہاری اردو کے خطرات کے متعلق چاروں طرف خطوط ارسال کیے۔

نواب محسن الملک کے زمانے میں ''اردو زبان'' کی شدت سے مخالف شروع ہوگئی اور محسن الملک کے زیر سرپرستی میں اردو کی حمات کے لیے ''اردو بچاؤ انجمن'' قائم کردی گئی۔ اردو زبان کو بچانے کے لیے ایک عظیم الشان جلسہ لکھنو میں کروایا گیا۔ اس جلسہ میں نواب محسن الملک نے بڑی زبردست اور پرجوش تقریر کی جس کا لوگوں پر گہرا اثر ہوا اور جوش کی ایک لہر پھیل گئی۔ سر انٹونی میکڈانل اس وقت لیفٹیننٹ گورنر جنرل تھے وہ ہندی زبان کے بڑے حامی تھے۔ انھوں نے کچھ ایسی دھمکی دی کہ نواب محسن الملک کو سربراہی سے دست

بردار ہونا پڑا اور قائم کی گئی انجمن ٹوٹ پھوٹ گئی۔ سر انٹونی میکڈانل کی دھمکی سے نواب محسن الملک ڈر گئے اور علی گڈھ یونیورسٹی کے جنرل سیکریٹری کا عہدہ بھی چھوڑ دیا۔ اب کالج کے حالات خراب ہوگئے، کالج نازک دور سے گذرنے لگا اس لیے عافیت و مصلحت اسی میں سمجھی کہ ''اردو بچاؤ'' کی حمایت سے دست بردار ہوجائیں تاہم ان کی اس کاروائی سے بے اثر نہ رہی۔

نوٹ :

یوپی میں اردو مخالفت جیسا کہ سر سید احمدؒ کے ذکر میں بتا چکے ہیں کہ 1867ء کے قریب شروع ہوگئی تھی اور رفتہ رفتہ زور پکڑ رہی تھی۔ جب 1895ء میں سر انٹونی میکڈانل یوپی صوبے کے گورنر جنرل ہوئے تو ہندی کے حامیوں کے حوصلے اور بڑھ گئے اس سے پہلے سر انٹونی میڈانل صوبہ بہار میں وہ کلکٹر تھے۔ اور بقول سر سید احمدؒ کے ہندی کے تعاون کی وجہ سے صوبۂ بہار میں ''اردو زبان'' کو ختم کردیا تھا اور اردو زبان کی جگہ پر بہاری زبان اور فارسی حروف کی جگہ پر ''کیتھی گاؤں'' کی ہندی حروف کو رائج کردیا تھا۔

1898ء مارچ میں سر انٹونی میکڈانل یوپی صوبے کے بڑے بڑے معزز سربراہ اور قدآور ہندوؤں نے پھر ایک میموریل اس غرض سے پیش کیا کہ تمام سرکاری عدالتوں اور کچہریوں میں بجائے اردو زبان اور فارسی رسم الخط کے ہندی بھاشا ''زبان'' اور دیوناگری رسم الخط میں تحریر لکھنے پڑھنے کا حکم نامہ جاری کردیا جائے اور بالآخر 18 اپریل 1900ء کو یوپی کے گورنر جنرل سر انٹونی میکڈانل کی حکومت میں وہ مشہور ریزولیشن پاس کردیا جس کی رو سے اردو کے ساتھ ساتھ ہندی کا استعمال ضروری قرار دے دیا۔ اس آرڈر کے خلاف نواب محسن الملک نے اپنی کوٹھی علی گڈھ میں ریزولیشن پر ایک مختصر جلسہ منعقد کیا اور افسوس ظاہر کیا اور اس مختصر جلسہ میں طے ہوا کہ 13 مئی 1900ء کو علی گڈھ کے ٹاؤن ہال میں نواب لطیف علی خان صاحب، نواب رئیس چھتاری، ضلع بلندشہر کی زیر صدارت ایک بڑا جلسہ منعقد کیا گیا جس میں نواب محسن الملک کی عرضداشت مرتب کرنے اور جلسہ عام کا کام سپرد ہوا۔

یوپی کے صوبے کے گورنر جنرل سر انٹونی میکڈانل کو یہ کارروائی بہت بری لگی اور انھوں نے تقریروں میں اور بعض خطوں میں اس پروگرام پر سخت نکتہ چینی کہ چنانچہ نواب محسن الملک کے بہت سے شرکائے کار محسن الملک اور ادو زبان کو بچانے کے پروگرام سے خود کو علیحدہ کرلیا۔ بلکہ ڈر کر علی گڈھ کے پریذیڈنٹ نواب لطیف علی خان نے صدارت سے استعفیٰ دے کر ''اردو بچاؤ کمیٹی'' سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اس کے باوجود نواب

Scanned with CamScanner

محسن الملک نے لکھنو میں 8 اگست کو وہ عظیم الشان جلسہ منعقد کرایا جس کا ذکر مولوی عبدالحق نے اپنے مضمون میں کیا ہے۔

نواب محسن الملک کے اس عظیم الشان جلسہ کی کامیابی پر سر انٹونی میکڈانل اور سخت ناراض ہوکر بگڑ گئے اور ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے وہ بحیثیت پیٹرن علی گڑھ آئے اور ٹرسٹیوں کو جمع کیا۔ اس ایجی ٹیشن پر جو "اردو ڈیفنس (اردو بچاؤ)" ایسی سی ایشن کے ذریعے کی جاتی تھی سخت غصے کا اظہار کیا اور الزام اٹھایا کہ ایم اے او کالج کے طلبا اس تحریک کے حصہ بنائے گئے۔ نیز اساتذہ اور بعض ٹرسٹیوں اور آنریری سیکریٹری نے اس میں نمایاں حصہ لیا۔ اگر یہ طریق جاری رہا تو گورنمنٹ سے جو امداد کالج کو ملتی ہے وہ بند کردی جائے گی، نہ رہے گی اردو زبان نہ رہیں گے اردو زبان والے۔

بعض ٹرسٹیوں نے سر انٹونی کی خوشامدانہ تائید کی اور تمام تر سارے الزامات نواب محسن الملک پر لگایا اب نواب محسن الملک کے لیے بجز اس کے کوئی چارہ نہ بچا تھا کہ وہ یا تو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سیکریٹری شپ سے استعفیٰ دے دیں یا پھر "اردو بچاؤ" تحریک ختم کردیں۔

یوپی گورنر سر انٹونی میڈانل ندوۃ العلماء کے حالات کے پہلے ہی خراب کرچکا تھا اب اس کی نظر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی طرف تھی اور وہ کھلے عام اعلان کرنا شروع کردیا تھا۔ ملسم یونیورسٹی کو وہ برباد کردے گا۔ حالات بد سے بدتر ہوگئے تھے۔ موجِ کوثر صفحہ نمبر 117 پر مولف نے سچائی تحریر کرتے ہیں کہ یوپی گورنر سر انٹونی میکڈانل سے کوئی بات پوشیدہ نہیں تھی وہ سب جانتا تھا کہ ٹرسٹیوں میں اتفاق نہیں ہے اور میں اس بات کے کہنے پر مجبور ہوں کہ بعض لوگوں میں اعتدال بھی نہیں جس کی وجہ سے ان بنیادوں پر جو اس کے بانی نے قائم کی تھیں کالج کے وجود ہی مخدوش ہوگیا ہے اسی حالت کی وجہ سے پبلک کے دلوں میں قدرتی طور پر انسٹی ٹیوشن کی طرف سے بے اعتمادی پیدا ہوگئی ہے۔

یوپی صوبے کے گورنر سر انٹونی میکڈانل نے حکم نامہ جاری کیا کہ عوامی رائے جمع کی جائے۔ ہزآنر نے بھی اپنے رائے کی تائید کے لیے مواد بھی اکٹھا کرنا شروع کردیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا دورۂ روہل کھنڈ اور میرٹھ ڈویژن میں وہاں بہت قدیم مسلمان خاندانوں کے وطن ہی خاص کر اس غرض سے کیا کہ اس بارے میں مسلمانوں کے خیالات معلوم کروں اور میں اپنی تحقیقات کے نتیجے سے مطمئن ہوں کہ لوگوں کو یقین ہے کہ موجودہ انتظامات اور بندوبست کا طریقہ کافی اور قابل اطمینان نہیں میں یقین کرتا ہوں کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کی بالاتفاق رائے ہے کہ قبل اس کے کہ کالج کی طرف سے لوگوں کو پورا پورا اعتماد اور اطمینان ہو یہ امر نہایت

ضروری ہے کہ اس کے انتظامات میں بعض ضروری تغیرات عمل میں لائے جائیں۔

مجبور محسن الملک کا فیصلہ:

یوپی صوبے کے گورنر سر انٹونی میکڈانل نے نواب محسن الملک کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اور اتنا مجبور کردیا کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو بچائیں یا اردو زبان کو یا پھر خود اپنے آپ کو بچائیں۔" چاروں طرف جو بڑے بڑے مسلمان نواب، امراء و شرفا جو ہمیشہ حمایت میں کندھے سے کندھا ملا کر چلتے تھے اور سبھی تعاون کرنے والے ہاتھ سر انٹونی میکڈانل کی ڈر سے اپنے اپنے تعاون کے ہاتھ کھینچ لیے اور سارا الزام نواب محسن املک پر لگادیا۔ نواب محسن الملک ایسے نازک حالات میں علی گڑھ کی ناخدائی پسند کرنے یا اردو کی حمایت سے علیحدہ وجاتے تب بھی وہ حق بجانب تھے۔ اس وقت اردو اور ہندی کی عام حمایت کا سوال نہ تھا بلکہ گورنمنٹ کے ایک فیصلے کی تنسیخ مدنظر تھی جو برسوں کے عذر و تفکر کے بعد صادر ہوا تھا۔

یوپی صوبے کے گورنر سر انٹونی میکڈانل کو بڑے بڑے معزز اور سربرآور اور بڑے بڑے ہندوؤں کی حمایت حاصل تھی اس کامیابی کے پہلے دن سے "اردو بچاؤ" میں کامیابی مشتبہ تھی کیونکہ اوپر سبھی اردو کے خلاف تھے لہٰذا اردو کی خاطر علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے وجود کو خطرے میں ڈالنا صحیح نہ تھا اور انگریز پی جی حکومت کا خود گورنر جنرل سر انٹونی میکڈانل جیسا کہ مسلمانوں اور اردو زبان کا مخالف مسلمانوں کا کیسے بہی خواہ ہوسکتا تھا؟ ضروری تغیرات عمل میں لانے کا موقع دینا قومی مصلحتوں کے خلاف تھا۔

نواب محسن الملک اگر اس مشکوک الحصول مقصد کی تکمیل پر کالج کی فلاح کو ترجیح دیتے تو ان پر "کمزوری" کا الزام وہی عائد کرسکتا تھا جو جذبات کی تسکین کو قومی بہی خوہی پر مقدم رکھے لیکن زندگی کی حقیقت یہ ہے کہ اس موقع پر کم از کم عمر میں ایک دفعہ نواب محسن الملک نے مصلحت بنی پر جذبات کو مقدم رکھا اور اوروں کی حمایت سے دستبردار ہونے کے بجائے سیکریٹری شپ سے سبکدوش ہونا چاہے۔ نواب محسن الملک نے ان حالات کی نزاکت پر غور کرکے 26 اگست 1900 کو ٹرسٹیوں کے جلسے میں علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے سیکریٹری شپ سے استعفیٰ دے دیا۔

ہزآنر یوپی صوبے کے گورنر سر انٹونی میکڈانل کی تسلی کے لیے استعفیٰ کی نقل ان کے پاس بھیجی گئی۔ ان کے پرائیوٹ سیکریٹری نے ایک طویل خط مورخہ 10 اکتوبر میں دوبارہ اس روش پر ناراضگی کا اظہار کیا جو ہندی

Scanned with CamScanner

دیوناگری مخالفت میں اختیار کی گئی تھی اور خواہش ظاہر کی کہ چھٹی ٹرسٹیوں کی اس کمیٹی کے سامنے پیش کی جائے جو استعمال کے متعلق فیصلہ کرے۔

نواب محسن الملک کے استعفیٰ کی خبر عام ہوئی تو ہنگامہ مچ گیا۔ لوگوں کو احساس تھا کہ اس نازک مرحلے پر نواب محسن الملک کے کالج سے علیحدہ ہونے کا کیا نتیجہ ہوگا۔ چنانچہ اسلامی انجمنوں نے اس مقصد سے جلسے منعقد کیے اور استعفیٰ واپس لینے کی درخواست کی۔ سرسید احمدؒ جو اس وقت زندہ تھے انھوں نے خانگی اور ضابطہ کے خطوط میں سخت اصرار کیا اور ہر قسم کا ذاتی اثر ڈالا گیا۔

نواب وقار الملک، سر مزمل اللہ خان، حالیؔ، مولوی عبدالحق صاحب، نواب حبیب الرحمٰن شیرانی نے نواب محسن الملک کو مجبور کرنا چاہا کہ اپنا استعفیٰ فوراً واپس لے لیں ورنہ پبلک میں مدرسے و کالج کی طرف سے بہت بے چینی پیدا ہوجائے گی۔ دوسری طرف نواب لطیف علی خان نے سارا الزام محسن الملک پر ڈالا اور سید محمود ولد سرسید احمدؒ نے انہیں ایام میں ہزآنر یوپی صوبے کے گورنر سر انٹونی میکڈانل کو ایک خط لکھا جو علی گڑھ یونیورسٹی کے سربراہ نواب محسن الملک کے خلاف تھے وہ خط یہ تھا۔

"کالج کے اصل بہی خواہوں کے لیے یہ امر ضرور رنج و افسوس کا باعث ہوگا کہ میرے والد سرسید احمدؒ مرحوم کی وفات کے بعد بہت جلد کالج کے معمولات کی نوبت جس کا پولیٹکل ایجی ٹیشنوں سے محفوظ رکھنے کے واسطے انھوں نے تمام عمر کوشش کی تھی کیونکہ وہ خالص خیراتی اور تعلیمی انسٹی ٹیوشن تھا، ادنیٰ پارٹی پالیٹکس تک پہنچ گئی۔"

ایک سچائی یہ بھی ہے کہ نواب محسن الملک نے استعفیٰ دے دیا تو سب سے زیادہ زور واپسی پر سید محمود نے لگایا کہ وہ کسی طرح استعفیٰ واپس لے لیں۔

یوپی صوبے کے گورنر سر انٹونی میکڈانل کی نگاہ کرم نے اردو بچاؤ تحریک کے دنوں میں بھسم کردیا تھا وہ کسی بھی حال میں اردو کا سخت مخالف تھا اور ہندی دیوناگری زبان کے چلن کو عام کرنا چاہتا تھا اور وہ اسی راہ پر عمل پیرا تھا۔ نواب محسن الملک اب بہت محتاط تھے لہٰذا جب 1906ء میں مسٹر مارلے کی وہ تقریر شائع ہوئی جس میں وہ ہندوستان کی اصلاحات دینے کا اعلان کیا تھا۔

نواب محسن الملک فوراً مستفید ہونے کے لیے لارڈ منٹو کے پاس 70 اراکین کا وفد ہز ہائنس آغا خان کی سربراہی میں 1 اکتوبر 1906ء کو واسرائے کی خدمت میں روانہ کیا اور نواب عماد الملک بلگرامی سے

مطالبات عرضداشت کی صورت میں لکھوائے تھے اور وہ مطالبات منوانے کی کوشش کی گئی۔ اس طرح نواب محسن الملک اور یوپی صوبے کے گورنر سر انٹونی میکڈانل کے درمیان اردو بچانے اور اردو مٹانے کی جنگ جاری رہی۔ سر انٹونی میکڈانل نے بہار صوبے سے اردو زبان کو مٹا دیا تھا اور اب یوپی میں ہندی زبان دیوناگری کو رائج کردیا تھا۔

آخری وقت میں نواب محسن الملک کا بڑی کسمپرسی میں 16 اکتوبر 1907ء کو شملہ میں انتقال ہوگیا علی گڑھ میں دفن ہوئے۔

اس طرح سے مسلمان غداروں کے ہاتھوں سے ہندوستانی مسلمانوں کا پہلے تخت و تاج گیا پھر اس کے بعد اردو زبان بھی گئی اور اس کی جگہ دیوناگری ہندی زبان نے لے لی یہاں تک کہ مسلمانوں نے جتنی جنگیں لڑی سب میں تقریباً شکست کا منہ غداروں کی وجہ سے دیکھنا پڑا۔ مورخوں نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا زوال اورنگ زیب کے بعد شروع ہوا لیکن سچائی یہ ہے کہ مسلمانوں کا زوال 1659ء سے شروع ہوگیا تھا جب شاہ شجاع ولد شاہجہاں نے تحریرہ ومحررہ سند انگریزوں کو لکھ دی تھی اور بادشاہ اکبر نے سند محررہ تحریر کردی تھی۔ انگریز وہ مکار قوم تھی کہ کچھ کرنے سے پہلے صاحب عامل حکمران سے تحریر پرمیشن (اجازت نامہ) لکھوا کر حکمرانوں کے ہاتھ پیر انھیں کے حکم نامے سے ان کو ہی جکڑ کر باندھ دیتے تھے۔ تکیہ دار خانقاہ والے سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی نے 1757ء میں نواب سراج الدولہ کی شکست کے بعد فوراً اٹھ جگانے کی پوری ہندوستان کو کوشش کی۔ راجے مہاراجے نواب، جاگیردار اور زمینداروں کو بہت جگانے کی کوشش کی لیکن پورا ہندوستان خواب خرگوش کی طرح سوتا رہا۔ مجبوراً تکیہ کی خانقاہ سے معلم و اولیاء کرام نکل کر 1763ء میں انگریزوں پر حملے شروع کردیا اور جس پر حملہ کیا وہ ہندوستان کا پہلا گورنر جنرل لارڈ کلائیو تھا تاکہ شیطانی عتاب سے ہندوستان اور ہندوستانیوں کو بچا لیا جائے اور مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں عیسائی مشنریز جو پیغمبر محمد ﷺ پر اور امہات المومنین پر عیسائی مشنریز کے حملے جاری رکھے ہوئے تھے۔ ایسے خراب حالات میں مسلمان اپنی دفاع کرنے پر مجبور تھا۔ یہی تمام اسباب تھے کہ مجبوراً تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی نے انگریزوں اور عیسائی مشنریز پر مسلمانوں کی دفاع میں حملہ کیا اور انگریزوں سے بڑی طویل جنگیں لڑیں جیسا کہ اوپر بار بار مداریہ سلسلہ والوں کا ذکر کرنا پڑا ہے۔ تکیہ خانقاہ والے سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی مجاہد کے نقش و قدم پر تمام تکیہ خانقاہ والے 1757ء سے لیکر 1857ء تک انگریزوں سے مسلسل جنگیں ہوتی رہی۔ 1857ء کے بعد بھی ہندوستان کے تکیہ خانقاہ والے مسلمان سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کے نقش قدم کو اپنا لیا،

Scanned with CamScanner

تب تک بہت دیر ہوچکی تھی اور ہندوستانی مسلمانوں کے مقدر میں شکست ہی شکست لکھ دی گئی تھی کیونکہ مجاہدوں کی جگہ غداروں نے لے لی تھی، پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔ (شیخ محمد اکرام تاریخ ہندوستان ''موج کوثر'' میں پورے واقعات درج ہیں۔) اور محترم فاروق ارگلی کی تاریخی کتاب ''فخر وطن'' اور بہت سارے مورخوں نے واقعات کو تاریخ سے تلاش وتحقیق کے بعد تحریر کیا ہے۔ مشہور مورخ ''میوا رام گپت'' کے تاریخی واقعات پڑھنے ومشاہدے کے لائق ہیں۔

راکھی کی لاج رکھی مسلمان نے:

تاریخی آئینہ میں مسلمان کا شاندار ماضی عبدالجبار اجمیری نولگڈھی تاریخی کتاب مسلمانوں کا شاندار ماضی، صفحہ نمبر 128/129 پر لکھا ہے کہ شہنشاہ ظہیر الدین بابر اور چتوڑ کے راجہ رانا سانگا سے 1526ء میں جنگ ہوئی اور راجہ رانا سانگا فرار ہوگیا۔ رانا سانگا یہ چاہتا تھا کہ شہنشاہ ظہیر الدین بابر کسی شکل سے ہندوستان چھوڑ کر کابل واپس چلا جائے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ دلی کو بابر نے اپنا پائے تخت بنایا۔ لیکن 936 ہجری 1529ء میں ہمایوں ایسا بیمار ہوا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی لہٰذا بابر نے اپنی زندگی کا صدقہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کر ایسی دعا مانگی کہ اے اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کا مرض مجھ کر کو دے دے اور میرے بیٹے کو بیمار سے شفا دے دے۔ بابر بیمار ہوتا گیا اور ہمایوں صحت یاب ہونے لگا۔ دنیا کے تمام مورخوں نے اس بات کو قبول کرتے ہوئے قلمبند کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بابر کی مانگی دعا کو قبول فرمایا تھا۔

بابر نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو اس وقت ابراہیم لودھی کی حکومت دلی پر تھی۔ 933 ہجری 1526ء میں پانی پت کے میدان میں ابراہیم لودھی کی فوج ایک لاکھ تھی اور بابر کی فوج صرف دس ہزار تھی۔ بابر کے پاس توپ خانہ تھا۔ کمال دیکھیے کہ بابر نے ایک لاکھ فوج کو ہرا دیا اور دلی پر قبضہ کر مغل حکومت کی بنیاد ڈالی اور پٹھانوں کی حکومت کا خاتمہ کردیا۔ یہاں نوٹ کرنے والی بات یہ ہے کہ مغل اور پٹھان دونوں حکمران تھے اور دونوں ہی حکومت چاہتے تھے اور اقتدار کے لیے ہمیشہ خون خرابے پر کمر باندھ رکھی تھی لہٰذا جب مغل حکمران بن گئے تو پٹھان مغل کے مخالف ہوگئے اور ہندوستان پر جب تک مغلوں کی حکومت رہی تاریخ گواہ ہے کہ پٹھان مغلوں کے ہمیشہ مخالفت میں رہے۔ یہ وجہ تھی کہ جو بھی ہندو راجہ مغلوں کے خلاف تھے ان کے یہی پٹھان مددگار تھے اور اس تاریخ کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ اس طرح ہندوستان میں چتوڑ کا ایک مشہور راجہ رانا سانگا بھی یہی چاہتا تھا کہ بابر ہندوستان سے واپس چلا جائے اور ہندوستان میں اس کی

حکومت قائم ہوجائے۔ لیکن جب 1526ء میں رانا سانگا سے بابر کی جنگ ہوئی تو رانا سانگا نے پوری فوج حسن خان میواتی کے سپرد کردی۔ اس طرح رانا سانگا کا سپہ سالار حسن خان میواتی تھا جس کی قیادت میں 10 ہزار فوج میواتیوں کی اور دلیر راجپوتوں کی خاص جماعت فوج تھی اور مورخ ہاشم علی خان (خافی خان نظام الملک) مغلیہ دور حکومت صفحہ نمبر 88/89 پر لکھا اور تاریخ رشتہ میں مورخ قاسم فرشتہ ص 600/601 پر واقعات کی نقل کی ہے کہ رانا سانگا کی اس جنگ میں 2 لاکھ فوج ہونے کے باوجود بابر سے شکست ہوگئی اور شکست خوردہ مغلوب پٹھانون میواتیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھی اور رانا سانگا میدانِ جنگ سے فرار ہوگیا تھا اس طرح کے تاریخی واقعات ہندوستان کی تاریخ میں ملتے ہیں کہ مغلوں کے اصل مخالف پٹھان تھے۔

دوسرا ہندوستان کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک راکھی کے دھاگے نے کئی راج پاٹ کو الٹ دیا اور ایک مسلمان بادشاہ نے راکھی کی عزت بچانے کے لیے اپنی پوری حکومت کو داؤ پر لگا دیا اور راکھی کے ایک دھاگے کی عزت کو بچالیا۔ ہوا یوں کہ ہمایوں کی عمر 24 سال تھی 1530ء میں گدی پر بیٹھا۔ دوسری طرف شیر خان افغانی پٹھان دن بدن ہمایوں کے لیے خطرہ بنتا جارہا تھا۔ 1536ء میں شیر شاہ شوریہ (شوریہ ونشی چھتری پٹھان) نے بہار اور جونپور میں اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ ہمایوں چنار گڈھ میں رہا اور بڑی مشکل سے ہمایوں نے چنار گڈھ کے قلعہ کو فتح کرلیا تھا۔ شیر شاہ شوریہ افغانی پٹھان اور مغل شہنشاہ ہمایوں میں صلح ہوگئی۔ بنگال اور بہار یہ سارے علاقے شیر خان کو ہمایوں نے دے دیا اور ساتھ ہی چنار کا قلعہ بھی دے دیا اور شیر خان میں ہمایوں کو اپنا بادشاہ تسلیم کرالی۔

راکھی کے ایک دھاگے کی لاج:

جب ہمایوں بنگال سے باغی پٹھانوں سے لڑنے بہار گیا ہوا تھا تب بہادر شاہ گجراتی نے چتوڑ کے قلعہ پر حملہ کردیا۔ جب رانا سنگا کی رانی کرناوتی کی چتوڑ پر حکومت تھی رانی کرناوتی چاروں طرف سے مصیبت میں گھری ہوئی تھی کیونکہ بہادر شاہ گجراتی نے چتوڑ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ رانا سانگا کی رانی کرناوتی نے اپنے راج پوت سرداروں کو جمع کر مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟ تب تمام سردار خاموش تھے اور ڈرے سہمے ہوئے تھے۔ رانی کرناوتی نے کہا پہلے سردار فتح خان پٹھان کو آنے دو اس کے بعد فیصلہ کیا جائے گا۔ سردار فتح خان پٹھان کے آجانے پر فتح خان نے راج ماتا کرناوتی کو مشورہ دیا کہ راج ماتا بہادر شاہ گجراتی کی فوج کا ہم مقابلہ نہیں کرسکتے۔ مجمع میں خاموشی چھا گئی، رانی کرناوتی گہری سوچ میں پڑگئی اور مایوس ہوگئی۔ فتح خان

Scanned with CamScanner

پٹھان چتوڑ کا پرانا خیر خواہ مسلمان سردار تھا۔ فتح خان نے راج ماتا سے پھر کہا صرف ایک راستہ ہے۔ تمام سرداروں کی نظر فتح خان پٹھان کی طرف اٹھ گئی۔ فتح خان بہادر بھی تھا اور سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ رانی کرناوتی اور چتوڑ کا وفادار تھا اور پورے چتوڑ کو فتح خان پٹھان پر ناز تھا۔ فتح خان نے راج ماتا سے کہا کہ راج ماتا آپ نے پچھلے سال دلی کے بادشاہ ہمایوں کے ہاتھ میں راکھی باندھی تھی اور اسے اپنا بھائی بنایا تھا۔ ہمایوں بہادر باپ کا بیٹا ہے وعدے کا سچا مسلمان اور زبان کا پکا دھنی تھا وہ اپنی بہن کی مدد کو ضرور آئے گا۔

راج پروہت پنڈت اور ہنومان فوراً بولے فتح خان تم ہوش میں تو ہو؟ کیا تم بھول گئے ہمارے چچا رانا سانگا نے ہمایوں کے باپ بابر سے جنگ کی تھی۔ پھر ہمایوں ہندو رانی کرناوتی کی مدد کیوں کرے گا؟ رانی کرناوتی نے پروہت کو خاموش کردیا اور فتح خان پٹھان سے بولی، فتح خان تم ہماری راکھی اور پیغام لے کر ہمارے بھائی ہمایوں کے پاس جاؤ اور کہو کہ تمہاری بہن مصیبت میں ہے۔ اپنی بہن کی راکھی کی لاج رکھ لو اور چتوڑ کو بچانے آؤ۔ لہٰذا فتح خان رانی کے حکم پر راکھی لے کر ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوکر چتوڑ سے نکلا اور آگرہ پہنچا۔ ہمایوں بہار کے باغی پٹھانوں سے لڑ رہا تھا۔ فتح خان بھی آگرہ سے بہار پہنچا اور ہمایوں کی خدمت میں فوراً حاضر ہوکر رانی کرناوتی کی راکھی پیش کر رانی کا پیغام ہمایوں سے کہہ سنایا۔

رانی کرناوتی کا مراسلہ فتح خان نے ہمایوں کو دیا جس میں لکھا تھا کہ " بھائی ہمایوں، بہادر شاہ گجراتی کا لشکر چتوڑ تک آپہنچا ہے۔ میں بڑی مصیبت میں ہوں تم میرے راکھی ذات بھائی ہو، راکھی کے کچے دھاگے کا حق ادا کرو اور میرے بھائی چتوڑ کو بچانے آؤ۔ راکھی ذات تمہاری بہن تمہارا انتظار کررہی ہے۔" رانی کرناوتی کا مراسلہ پڑھ کر ہمایوں گہری سوچ میں گم ہوگیا اور چاروں طرف سے دشمنوں سے گھرا ہوا ہمایوں کافی پریشان تھا۔ اس کی حکومت خود خطرے میں تھی۔ شیر شاہ سوری ہمایوں کے راج پاٹ کے لیے خطرہ بنا ہوا تھا کہ کسی بھی وقت ہمایوں کی حکومت ختم ہوسکتی ہے ایسی مصیبت کی گھڑی میں راکھی ذات بہن کرناوتی کا پیغام " بھائی آکر میری حکومت بچاؤ" کافی پریشان کن گھڑی تھی۔ فتح خان ہمایوں کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہمایوں مسکرایا اور اپنے ہاتھ پر بندھی راکھی دیکھی۔ فتح خان کو قریب بلا کر اس نے اپنے گلے میں سے موتیوں کا ایک قیمتی ہار نکال کر فتح خان کے ہاتھ پر ہدیہ تحفہ کے طور پر رکھ دیا اور بولا " یہ تحفہ ہماری چھوٹی بہن کرناوتی کو دے دینا اور کہنا کہ ہم اپنی بہن کی حفاظت کے لیے آرہے ہیں۔ انشاء اللہ چتوڑ ہماری بہن کے پاس ہی رہے گا۔" ہمایوں ولد بابر نے فتح خان کو گلے سے لگایا اور اسے چتوڑ واپس بھیج دیا اور

ہمایوں نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ راستہ بہت طویل ہونے کے باوجود ہمایوں بغیر آرام کیے طوفان کی طرف لشکر کے ساتھ چتوڑ آپہنچا۔ تب تک بہادر شاہ گجراتی نے چتوڑ پر حملہ کردیا تھا اور 30 ہزار راجپوت سپاہی مارے جاچکے تھے۔ ہمایوں نے بہادر شاہ گجرات کے پایہ تخت مالوہ پر حملہ کردیا تھا یہ خبر ملتے ہیں بہادر شاہ گجراتی چتوڑ کی مہم فوراً چھوڑ کر مالوہ پہنچا مگر ہمایوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ مالوہ پر ہمایوں کا قبضہ ہوگیا اور چتوڑ بھی بچ گیا۔

جب ہمایوں چتوڑ آیا تو راکھی باندھنے والی بہن رانی کرناوتی جو اپنے بھائی ہمایوں کا انتظار کررہی تھی دونوں ہاتھ جوڑ کر ہمایوں کے قدموں میں گرنے لگی۔ مگر ہمایوں نے اسے تھام لیا اور راکھی باندھنے والی بہن کرناوتی کے سر پر محبت سے ہاتھ رکھ کر بہن کو دعائیں دیں۔ رانی کرناوتی رونے لگی اور آنسو پوچھتے ہوئے بولی" ہماری قوم تمہارے اس احسان کو کبھی فراموش نہ کرے گی۔" اچانک رانی نے ہمایوں کے ہاتھ پر جب زخم دیکھا تو فوراً اپنی اوڑھنی سے ایک ٹکڑا پھاڑا اور اسے اپنے آنسوؤں سے بھگو کر ہمایوں کے ہاتھ کے زخم پر باندھ دیا۔ ہمایوں نے رانی کرناوتی جو راکھی ذات بہن کا ہاتھ تھام کر کہا" اے ہماری بہن! ہماری نسلیں اس راکھی کے کچے دھاگے کے بھائی بہن کے رشتے کو یاد رکھیں گی۔ آج سے دلی اور چتوڑ کا رشتہ کبھی نہ ٹوٹے گا۔" بہن کی حکومت چتوڑ بچانے کے بعد جب ہمایوں آگرہ جانے لگا تو ہمایوں نے مالوہ کی حکومت بھی اپنی راکھی باندھنے والی بہن کرناوتی کو تحفہ میں دے دیا۔ یہ تھی ایک مسلمان سے مسلمان کی جنگ جس میں ہمایوں بادشاہ نے صرف راکھی کے کچے دھاگے کے رشتے کو اتنا مضبوط بنالیا کہ مذہبی بھائی بہادر شاہ گجراتی کو راکھی کے نام پر قربان کردیا اور ایک ہندو بہن کی باندھی ہوئی راکھی کی قیمت اپنے خون سے چکا دیا۔ اور بہادر شاہ گجراتی کی حکومت مالوہ بھی جیت کر اپنی ہندو بہن راکھی باندھنے والی کرناوتی کو تحفے میں دے دیا۔ یہ تھی مسلمانوں کی رواداری و محبت و قربانی کی مثال جو تاریخ ہند کے سچے واقعات میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

"جناب اصف فہمی دین و دنیا"

نوٹ:

1947ء سے لے کر آج تک تمام ایسے واقعات کو سرکار خود تاریخی اوراق سے مٹانے پر تلی ہوئی ہے اور یہ بار آور کرانے پر تلی ہے کہ ہندوستانی مسلمان حملہ آور تھا اور وہ باہر سے آیا ہے۔ اس کو ہمیشہ یہ طعنہ دیا جاتا ہے کہ تمام ہندوستانی مسلمان بابر کی اولاد ہیں جو کہ فرغانہ سے آکر ہندوستان پر قابض ہوگئی ہیں لیکن نام

Scanned with CamScanner

نہاد سرکاری مورخ کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ قدیم زمانے میں چھوٹے چھوٹے راجے مہاراجے بادشاہ جاگیردار خودمختار حکمران ہوتے تھے لیکن مغل بادشاہ نے اکھنڈ بھارت کابل قندھار سے لے کر کنیا کماری تک اور رنگون سے لے کر گجرات و راجستھان تک ایک ہندوستان ملک کی بنیاد رکھی جو آج بھی قائم ہے۔ برہمنوں نے ہمیشہ حکومت کی اور اپنا قاعدہ قانون چلایا حکمران تو صرف ربر اسٹمپ تھے اور ہندو مسلم یکجہتی کے تو سرکار ہمیشہ خلاف کیوں رہی یہ اہم موضوع ہے؟ اور 1947ء سے لے کر آج تک سرکار مسلمانوں سے کچھ نہ کچھ چھینتی رہی ہے دیا کچھ نہیں۔ دینے کے نام پر صرف مسلمانوں کو بے وقوف بنایا۔ کیا یہ انعام مسلمانوں کے لیے کم ہے کہ ہندوستانی مسلمان 1947ء سے لے کر آج تک ان کو اپنا کہنے والا کوئی نہیں ہے وہ دنگوں و فسادات دیش دروہی اور بم بلاسٹ کے فرضی مقدمات قائم کرلیے جاتے ہیں اور جیلوں کے سلاخوں کے پیچھے رکھا جاتا ہے اور فرضی انکاؤنٹر میں گولیوں سے سرکار بھونوا دیتی ہے۔ آخر بھارتی مسلمان کا گناہ کیا ہے؟ کہ بھارتی مسلمان سرکار سے اپنا حق نہیں مانگتے نہ ہی آج تک کسی مانگ کو لے کر کسی قسم کا سرکار کے ساتھ اجیٹیشن کیا ہو۔ تو پھر سرکار مسلمانوں کی دشمن کیوں ہے؟

حوالہ جات

	واقعات	مصنف و مولف	کتاب کا نام	صفحہ نمبر کے حوالے
1	تاریخ کے آئینے میں	فاروق ورگلی	فخر وطن	72/73
		مختار احمد اویسیہ	آئینہ تاریخ	6 - 11
5	تکیہ کا وجود کیوں ہوا؟			
8	پیش لفظ	داراشکوہ	سفینۂ اولیاء	223 / 224
15	داراشکوہ الیاء کرام کا تجزیہ			
18	شجرۂ سید بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ کے آبا و اجداد کا شجرۂ نسب	داراشکوہ	سفینۂ اولیاء	29
19	شجرۂ بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ		مراۃ مداری	88
		شیخ عبدالحق محدث دہلوی	اخبار الاخیار جلد۳	81
			مناقب اولیاء	
			خزینۃ الاصفاء جلد۲	311
			منتخب العجائب قلمی	5
			مراۃ الانساب	157 - 156
			الکواکب الدراریہ	29
			سفینۂ اولیاء	236
20	قادریہ سلسلہ	داراشکوہ	سفینۂ اولیاء	52 / 60
20	سید بدیع الدین شاہ مدارؒ	داراشکوہ	سفینۂ اولیاء	223
		شیخ عبدالحق محدث دہلوی	اخبار الاخیار	81
21	سلسلۂ چشتیہ	داراشکوہ	سفینۂ اولیاء	117
22	تجزیہ دراشکوہ	داراشکوہ	سفینۂ اولیاء	223 / 224

Scanned with CamScanner

	واقعات	مصنف و مولف	کتاب کا نام	صفحہ نمبر کے حوالے
23	نوٹ			
25	اللہ والے کون؟			
25	گوشہ تنہائی کیا ہے؟			
26	غارِ حرا کیا ہے؟			
26	اعتکاف کیا ہے؟			
27	تہجد کیا ہے؟			
27	کوہِ طور کیا ہے؟			
29	نفرت کی دیوار گرادی	ابن ہشام	تاریخ سیرت ابن ہشام	226 / 232
29	ارازیل قوم عرب میں	ابن ہشام	تاریخ سیرت ابن ہشام	232 / 226
30	وقت و حالات			
30	نوٹ			
30	مجبوری کے باعث		تاریخ سیرت ابن ہشام	
33	دوسرا واقعہ دودھ شریک ارازیل بہن کی گرفتاری			
	جنگ حنین	مختار احمد اویسیہ	آئینہ تاریخ	174
34	خیر کی دعوت کیوں نہیں؟		منو اسمرتی	
35	شیطانی عمل کیوں کرتے ہو؟			
36	قرآن میں ابلیس اور آدم علیہ السلام کا واقعہ		(قرآن حکیم کا حکم)	
37	اپنے وقت کے عالم دین			
38	مولانا ابوالکلام آزاد کی نظر میں داراشکوہ		سفینہ اولیاء	
39	مولانا شبلی کی نظر میں	مولانا شبلی نعمانی	سوانح مولانا روم	166
41	تکیہ خانقاہ کیا تھے	ملک زادہ ڈاکٹر-		
		محمد طیب انصاری	خانقاہی نظام	148
45	1966 کے بعد			

	واقعات	مصنف و مولف	کتاب کا نام	صفحہ نمبر کے حوالے
47	نوٹ			
48	سلطان ابراہیم شرقی، بدیع الدین شاہ مدارؒ کا مرید تھا			
		ڈاکٹر زبیر احمد	تاریخی کتاب شہید الاولیاء	
		مترجم مولانا صفی اللہ-		
		شمیم القادری	تاریخ کتاب مراہ مداری	164
50	تجزیہ		اخبار انقلاب	
		مولانا مجیب اللہ ندوی	حضرت مولانا کرامت علی جونپوری	35
56	تاریخی واقعات شہر الاولیاء	ڈاکٹر زبیر احمد	شہر الاولیاء	28 / 26 / 31
56	پہلا واقعہ			
57	نوٹ			
57	دوسرا واقعہ			
58	حکمران برہان الملک			
59	تکیہ و خانقاہ کے مدارس	علامہ غلام علی مگرامی	سبعۃ المرجان	
59	نوٹ			
59	تکیہ داروں کو مغل بادشاہوں نے معافیاں کیوں دی؟			
60	ہندوستان میں شیعہ کا مقام	ڈاکٹر زبیر احمد	شہر الاولیاء	32
			تاریخ اودھ	9
61	شیعہ کو مضبوط، سنی سلسلہ خانقاہوں نے کیا			
		ڈاکٹر زبیر احمد	شہر الاولیاء	92 / 93
62	خانقاہ سلسلہ والے سنی عقیدہ		مقدمہ وقائع وزیر	102
			گزشتہ لکھنو	120
62	اہم واقعہ	ڈاکٹر زبیر احمد	شہر الاولیاء	95
63	نوٹ تجزیہ			

Scanned with CamScanner

	واقعات	مصنف و مولف	کتاب کا نام	صفحہ نمبر کے حوالے
63	واقعہ بنگلہ ''اورھ''	ڈاکٹر زبیر احمد	شہر الاولیاء	240
63	تاریخی تجزیہ			
65	فائدہ کی نظر میں دنیا			
66	لالچ نے علماء آخرت کو علماء سو بنا دیا		منو اسمرتی، رود کوثر	
72	عیسائی پادیوں کو آزادی	مورخ شیخ محمد اکرام	رود کوثر	137
72	تجزیہ	مورخ شیخ محمد اکرام	رود کوثر	155
		بدایونی	منتخب التواریخ جلد دوم	401 / 402
73	خلاصہ			
74	بالآخر عیسائی پادری بادشاہ کے وعدے کے مطابق فرمان لینے میں کامیاب ہوگئے			
75	مذہب اسلام پر عیسائی پادری غلبہ چاہتے تھے			
		فاروق ارگلی	فخر وطن	218 / 217
76	نوٹ	مورخ پنڈت سندلعل	بھارت میں انگریزی راج جلد دوم	
		انیورنڈ کنیڈی		
77	انگریزی حکومت کا حکم نامہ			
78	زبردستی عیسائیت کا پیالہ پلانا			
		سر سید احمد	اسبابِ بغاوتِ ہند	
79	تجزیہ			
83	نواب سراج الدولہ کے حالات			
		فاروق ارگلی	فخر وطن	33
84	نوٹ			
86	فوجی نقش			
87	دیوان امی چند غدار			
88	بلیک ہول کا الزام			

	واقعات	مصنف و مولف	کتاب کا نام	صفحہ نمبر کے حوالے
89	نوٹ			
90	غدار مانگ چند دیوان			
90	تجزیہ			
91	غداروں کی فوج			
92	تجزیہ			
93	غداری کا پہلا قدم			
95	تجزیہ			
96	جھوٹے الزامات			
97	بنیاء انگریز شیطان ڈکیت تھے۔			
97	پلاس کے درخت تبرک			
97	نواب سراج الدولہ کا شاندار ماضی			
98	انگریزوں کی حکمت عملی			
98	نوٹ			
99	تکیہ متبرک مقام ہے			
102	اکبر بادشاہ نے عیسائیوں کو دی آزادی			
		شیخ محمد اکرام	رود کوثر	155 / 157
102	واقعہ	شیخ محمد اکرام	رود کوثر	138
103	واقعہ	فاروق ارگلی	فخر وطن	224
105	دراشکوہ کا تجزیہ	داراشکوہ	سفینۃ الاولیاء	
108	نوٹ			
110		فاروق ارگلی	فخر وطن	220
112	نوٹ			
115	تکیہ کے خانقاہی زمانہ			

Scanned with CamScanner

	واقعات	مصنف و مولف	کتاب کا نام	صفحہ نمبر کے حوالے
116	تکیہ دار سید مجنوں شاہ مدار یہ میواتی			
		شمیم طارق	اردو بلٹز، 1998، 13 اگست	17
		پروفیسر سید سلیم نجدری	ہفتہ روزہ اخبار جہاں کراچی 1967	
		مورخ امیر کبیر سید-		
		غلام حسین طباطبائی	نوائے وقت انقلاب سرائمتا خرین کے حوالے	
103	نوٹ			
124	جنگی تفصیل			
125	ظالم زمینداروں کے خلاف اعلان جنگ			
127	ڈاکوؤں کے خلاف اعلانِ جنگ			
128	انگریزوں کی رپورٹ			
128	ظلم وستم اور تشدد سے اجتناب			
129	سید مجنوں شاہ کا وصال			
129	نوٹ			
130	ماننے والے فالورکس کے اور کتنے			
		داراشکوہ	سفینہ اولیاء	
133	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کون؟			
		شیخ محمد اکرام	رود کوثر	622 / 543 / 566 / 535 / 541 / 538
		شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	حجت البلاغہ	10
141	فقہی اختلافات			
143	نوٹ			
143	اتحاد کی کوشش			

	واقعات	مصنف و مولف	کتاب کا نام	صفحہ نمبر کے حوالے
145	سند التوصیف	شہنشاہ شراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر ولی ہند، یکم محرم الحرام 1266 ہجری		
146	سند التوصیف	مولانا سلطان اصلاحی	ترجمہ اردو	
152	بد دعا کا خوف	عبدالحق محدث دہلوی	اخبار الاخبار	80 / 81
152	مرتے کو ماریں زندہ شاہ مدارؒ			
153	تکیہ شاہ علم اللہؒ	فاروق ارگلی	فخر وطن	72 / 73
156	تحریک سید احمد شہیدؒ	مولانا غلام رسول مہر	تحریک سید احمد شہیدؒ	31 / 32 / 33
156	ترجمہ			
157	نوٹ			
158	تکیہ دار سید احمد شہیدؒ کا شجرۂ نسب			
		مولانا غلام رسول مہر	تھریک سید احمد شہیدؒ ج، اول	55
159	حکمرانوں کے درناک منظر	فاروق ارگلی	فخر وطن	
		عبدالجبار اجمیری نول گڑھ	مسلمانوں کا شاندار ماضی	157
160	ایک دردناک واقعہ			
161	واسکوڈی گاما	محمد سلطان منصور پوری	تحریک آزادی ہند میں مسلم علما اور عوام کا کردار	16
162	اورنگ زیبؒ کے بعد مغل حکمراں تباہ ہوگئے۔			
170	1857ء دسری جنگ آزادی میں بہادر شاہ ظفر کا حشر			
172	کارتوس میں گائے اور سور کی چربی			
182	غدار حکیم حسن اللہ خان			
186	نوٹ			
188	محمد بن عبدالوہاب نجدی اور سعودی حکومت - بحر اللہ ہزاروی			
	شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن الِ سعود			17 / 52 / 183 440 / 23 / 22

Scanned with CamScanner

واقعات	مصنف و مولف	کتاب کا نام	صفحہ نمبر کے حوالے
197 جنگ آزادی 1866ء سے پہلے			
	فاروق ارگلی	فخر وطن	74 / 58 / 70
			68 / 67 / 66
	مفتی پالن پوری	تاریخ ہند	251 / 250
	شیخ محمد اکرام	رود کوثر	566
209 1866ء کے بعد	اخبار اردو انقلاب، 10 دسمبر 2010ء		
	اخبار اردو ٹائمز بمبئی، 21 جنوری 2011ء		
	سہارا اردو اخبار، یکم جنوری 2011ء		
218 اہلحدیث کا وجود کب اور کیوں ہوا؟		تاریخ اہلحدیث	
	ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین		/ 148 / 147 / 81
			71 / 70 / 150 / 149
218 تحریک آزادی اور مسلمان	اسیر ادروی		58 / 57 / 56
218 غداروں کا کمال دیکھیے	شیخ محمد اکرام	تاریخ ہندوستان موجِ کوثر	73
219 انگریزوں سے سخت ناراض تھے			
	شیخ محمد اکرام	تاریخ ہندوستان موجِ کوثر	76/77/83/84
220 اردو زبان کے قاتل انگریز تھے			
	شیخ محمد اکرام	تاریخ ہندوستان موجِ کوثر	112
221 قدیم طرزِ تعلیم	فاروق ارگلی	فخر وطن	
222 واقعہ	شیخ محمد اکرام	تاریخ ہندوستان موجِ کوثر	
227 مجبور محسن الملک کا فیصلہ	شیخ محمد اکرام	تاریخ ہندوستان موجِ کوثر	
223 راکھی کی لاج	عبدالجبار اجمیری نولگڈھی	مسلمانوں کا شاندار ماضی	128 / 129

سید شاہ فائق احمد اعظمی مداریہ کی

مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب

مطبوعہ کتب

۱۔ہندوستان میں برہمنوں کا مقام

۲۔غداروں کی مختصر تاریخ

غیر مطبوعہ کتب

۱۔نماز معاف ہوگئی

۲۔آزادی کے بعد مسلمانوں نے کیا کھویا کیا پایا؟

۳۔کیا ہے قومی معاشیات؟

۴۔مذہب اسلام کی تبلیغ

Scanned with CamScanner

کچھ مصنف کے بارے میں.....

لکھتے رہے جنوں میں حکایات خونچکاں
ہر چند کہ اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

قارئین کرام! تسلیمات...

سید شاہ فائق احمد اعظمی مداریہ صاحب کا آبائی وطن آعظم گڈھ ہے
ابتدائی تعلیم دینی مدرسہ امدادیہ اعظم گڈھ سے تکمیل کی اسمعیل بیگ
محمد ہائی اسکول ممبئی سے ایس ایس سی کی تکمیل کی آگے
مہاراشٹرا کالج ممبئی سے گریجویشن کی تعلیم ادھوری رہی۔
خانقاہی خانوادے سے تعلق کے باوجود حق گوئی کے ایسے سپاہی ہیں جو کسی بھی
مکتب فکر کے خامیوں کی نشاندہی میں ذرا بھی نہیں چوکتے خواہ وہ بریلوی ہو یا
دیوبندی یا سلفی۔ اک اچھے محقق ہونے کے ساتھ اک اچھے مقرر بھی ہیں لیکن موصوف غیر جانبداری، راست گوئی کی وجہ سے اکثر
عتاب کا شکار ہوتے رہے۔

ملت اسلامیہ کی فکر و تڑپ کا نتیجہ ملت کے مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں اپنی تقریروں اور تحریروں میں معاشرے کی خامیوں اور
ذمہ داروں پر بڑی بے باکی سے انگلی اٹھاتے ہیں۔

پیشۂ تجارت سے وابستہ فایق احمد صاحب اپنی مصروفیات کے باوجود مطالعے کے جنونی شوق کی تکمیل کے لئے زیادہ سے زیادہ
وقت نکالتے ہیں مختلف موضوعات پر وسیع ترین معلومات رکھتے ہیں اسلامی تاریخ کے علاوہ ہندو مذہب کی تاریخ پر عبور حاصل ہے
مختلف موضوعات اور مذاہب عالم پر بے شمار تحقیقی کتابوں کے ذخائیر سے موصوف کا گھر اٹا پڑا ہے جو ان کے مطالعے کے ذوق
کا ثبوت ہے فائق احمد صاحب کی تضیف کردہ کتب میں بہ عنوان ''ہندوستان میں برہمنوں کا مقام'' شائع ہو کر مقبول عام ہوئی۔ بہ عنوان
''نماز معاف ہوگئی'' زیر طباعت ہے. بہت جلد منظر عام پر آئے گی (انشاءاللہ) اور کئی دیگر موضوعات پر تصانیف مسودے کی شکل میں
طباعت کی منتظر ہیں۔

غداروں کی مختصر تاریخ اک اچھوتا موضوع ہے جس میں انتہائی غیر جانبداری کے ساتھ مختلف مستند تاریخی کتابوں کے حوالے سے
واقعات پیش کئے گئے ہیں جو نئی نسلوں کے لئے روشن رہنمائی ہے اور مطالعے کے شوقین قاری کیلئے چونکانے والے انکشافات...

ادارہ
شاہین پبلی کیشن
ممبئی

Rs 200-. روپے